فہم القرآن سیریز نمبر 1

واذا سمعوا 7

www.KitaboSunnat.com

قرآنا عجبا

سوال وجواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُرآناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قُرآنًا عَجَبًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : ''قرآنًا عَجَبًا'' [پارہ 7]

مؤلفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : جنوری 2009

طبع دوم : جنوری 2015

تعداد : 1000

ناشر : النور پبلیکیشنز

لاہور : 102H گلبرگ III فردوس مارکیٹ لاہور

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی، نزد بلاول ہاؤس کلفٹن، بلاک 2، کراچی

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ

النور کی پروڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں: 0336-4033045 / 042-35748737

ای میل : Productsalnoor@gmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Alnoor international
Nighat Hashmi
Alnoor products

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فہرست

ابتدائیہ

رکوع ❖ 1	9
رکوع ❖ 2	17
رکوع ❖ 3	36
رکوع ❖ 4	51
رکوع ❖ 5	66
رکوع ❖ 6	78
رکوع ❖ 7	88
رکوع ❖ 8	101
رکوع ❖ 9	118
رکوع ❖ 10	130
رکوع ❖ 11	151
رکوع ❖ 12	167
رکوع ❖ 13	180
رکوع ❖ 14	189
رکوع ❖ 15	206
رکوع ❖ 16	228
رکوع ❖ 17	237
رکوع ❖ 18	250
رکوع ❖ 19	259

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اِنَّ الْحَمْدَلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ ،وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا،وَمِنْ سَیِّاٰتِ أعْمالِنَا، مَنْ یَّھدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَھَادِیَ لَہٗ،وَأشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہُ وَأشْھَدُاَنَّ مُحَمّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

بے شک حمداللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے ہم اللہ تعالی کی حمد بیان کرتے ہیں اور ہم اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اوراسی سے مغفرت چاہتے ہیں، اوراپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والانہیں اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والانہیں اورمیں گواہی دیتاہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الہٰ نہیں، محمد ﷺ اس کے بندے اوررسول ہیں۔

قرآن مجید کوانسان کے قلب وذہن اورزندگی میں اتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جوطریقے اختیارکیے ہیں ان میں سے ایک اہم طریقہ سوال وجواب کا ہے۔مثلاً سورہ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاسَقَرُ اورتمہیں کس نے خبردی کہ وہ دوزخ کیا ہے؟

پھراگلی ہی آیت میں جواب دیا جاتا ہے:

لَاتُبْقِيْ وَلَاتَذَرُ نہ وہ باقی رکھے گی اورنہ وہ چھوڑے گی۔

سورہ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اٹھا کر جواب دیتے ہیں: وَمَآ اَدْرٰىكَ مَاالْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ اورتم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا۔یا بھوک والے دن کھانا کھلانا۔کسی رشتہ داریتیم کو۔یا خاک نشین محتاج کو۔ پھریہ کہ وہ اُن لوگوں میں ہوجوایمان لائے اورجنہوں نے ایک دوسرے کوصبر کی وصیت کی اورایک دوسرے کورحم کرنے کی نصیحت کی۔(البلد:16-12)

سوال آدھا علم ہے۔سوال جب اٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہوجاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کواستعمال فرماتے تھے۔امام بخاری نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔انہوں نے بیان کیا: وَعَنِ ابنِ مسعودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ :فقال رَسُولُ اللہ ﷺ اَیُّکُمْ مَالُ وَارِثِہٖ اَحَبُّ اِلَیہِ مِنْ مَّالِہٖ ؟ قالوا : یَارَسُولَ اللہِ ما مِنَّا اَحَدٌ اِلَّا مَالُہٗ اَحَبُّ الیہ قال : فَاِن مَالَہٗ مَا قَدَّمَ وَمَالَ وَارِثِہٖ مَا اَخَّرَ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے مال سے زیادہ محبوب ہو؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کو اپنا مال ہی سب سے زیادہ محبوب ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس انسان کا مال تو وہی ہے جو اس نے (صدقہ وخیرات) کر کے آگے بھیجا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو وہ پیچھے چھوڑ گیا۔'' (صحیح بخاری:6442)

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظر انداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آجائیں تو انسان رک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کی صورت میں سیکھنا زیادہ آسان ہوجاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہوجاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قرآنِ حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں قرآناً عجباً کے نام سے مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اٹھایا گیا ہے اور نکات کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے یہ تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات حافظے کا حصہ بن جاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور پر یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدا ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے: قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ انہوں نے کہا: ''آپ پاک ہیں، جو کچھ آپ نے ہمیں سکھایا ہے اُس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں، یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں۔

میں ان سب افراد کی بے حد ممنون ہوں جنھوں نے اس کاوش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہوجائے تو دعاؤں میں یاد رکھئے۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔

دعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

رکوع نمبر 1

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (83)

اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔(83)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی۔(مختصر ابن کثیر: 465/1)

سوال 2: وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ ''اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: قرآن مجید دلوں پر اثر کرتا ہے تو دل اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔ حق کو سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں اور وہ ایمان لا کر کہتے ہیں ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

سوال 3: کلام اللہ کو سننے کا کیسے حق ادا ہو سکتا ہے؟

جواب: کلام اللہ کو سننے کا حق تب ادا ہو سکتا ہے جب: ﴿1﴾ کلام اللہ میں جو حق اور سچائی بیان کی گئی ہے انسان اس کو پہچان لے۔ ﴿2﴾ کلام اللہ انسان کے دل و دماغ میں اتر جائے۔ ﴿3﴾ انسان کے اندر کلام اللہ ایسی تبدیلی پیدا کر دے کہ اس کی تمناؤں کا مرکز بدل جائے۔ ﴿4﴾ کلام اللہ سن کر اپنانے کے لیے کسی قسم کا تعصب اور مصلحت آڑے نہ آئے۔ ﴿5﴾ کلام اللہ کو سن کر انسان اپنے آپ کو حق کے ساتھ اس طرح شامل کر لے کہ اس سے الگ اپنی ہستی باقی نہ رہے۔ ﴿6﴾ کلام اللہ سن کر انسان حق کا گواہ بن جائے۔ ﴿7﴾ کلام اللہ وجود کے اندر ایسا زلزلہ برپا کر دے کہ آنکھیں آنسوؤں سے بہہ نکلیں۔

سوال 4: تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ ''آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن حکیم سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں جو اپنے پاس نبی ﷺ کی اور جنت کی بشارت پاتے ہیں۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: قرآن پڑھو اور آہ و بکا کرو، پھر اگر تم نہ رو سکو تو رونے جیسی شکل ہی بنا لو۔(مسند بزار) ﴿3﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: جس کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی خشیت سے مکھی کے پر کی طرح آنسو نکلے وہ دوزخ میں نہیں

جائے گا۔ یہاں تک کہ دودھ اپنے تھنوں میں واپس چلا جائے۔ (مسند بزار) ﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُہُمۡ وَ قُلُوۡبُہُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ہُدَی اللّٰہِ یَہۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ ہَادٍ اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کردیتا ہے تو اس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ (الزمر:23) اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ وَ اِذَا تُلِیَتۡ عَلَیۡہِمۡ اٰیٰتُہٗ زَادَتۡہُمۡ اِیۡمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ بلاشبہ مومن وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ ان کو ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔ (الانفال:2)

سوال5: کلام اللہ کوسن کرکب آنکھیں آنسو بہاتی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جب کلام اللہ انسان کے لیے محض کتاب نہیں رب العالمین کی زندہ نشانی بن جائے۔ ﴿2﴾ جب کلام اللہ دل سے ٹکرائے اور پورے وجود کو ہلا دے تو آنکھیں آنسوؤں سے بہہ نکلتی ہیں۔

سوال6: مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَقِّ ''اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ان کے آنسو ان کی آنکھوں سے اس معرفت کی وجہ سے بہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اس کتاب میں پڑھا جاتا ہے، جو اس کے رسول کی طرف حق میں سے وحی کی گئی۔ (جامع البیان:6/7)

سوال7: حق کا گواہ کون ہوتا ہے؟

جواب: حق کا گواہ وہ ہوتا ہے جو: ﴿1﴾ حق کو پہچان لے۔ ﴿2﴾ حق کو بلاتعصب اور بغیر کسی مصلحت کے اپنا لے۔ ﴿3﴾ جس کی زبان اور عمل حق کی گواہی دے۔

سوال8: زبان اور عمل حق کے گواہ کب بنتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جب انسان اپنے تعصّبات اور رسوم ورواج سے نکل کر رب کی آنکھوں سے کائنات کو اور اپنی ذات کو دیکھنے لگے۔ ﴿2﴾ جب وہ کلام اللہ میں بیان کردہ حق کو قبول کرلے۔ ﴿3﴾ جب وہ اپنی جان، اپنے مال، اپنی اولاد اور اپنے وقت پر اللہ تعالیٰ کے حق کو تسلیم کرلے۔ ﴿4﴾ جب وہ اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے۔ ﴿5﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو پانے کے لیے ہر ہر کام کرنا شروع کردے تو انسان کی زبان اور عمل حق کے گواہ بن جاتے ہیں۔

سوال9:(معرفت)حق شناسی کسے کہتے ہیں؟

جواب:《1》حق کی پہچان کوحق شناسی کہتے ہیں۔《2》حق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اس کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی صفات موجود ہیں غور وفکر کر کے ان صفات کو پالینا دراصل حق کو پہچان لینا ہے۔

سوال10:معرفت(حق شناسی) کیسے ملتی ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کے کلام سے معرفت ملتی ہے۔《2》کلام اللہ سے ملنے والی سچائی کی طرف سوتے جاگتے ، ہر وقت دھیان رکھنے سے معرفت ملتی ہے۔《3》کلام اللہ نے انسان کے ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں جو وضاحت کی ہے اس پر غور وفکر کرنے سے معرفت ملتی ہے۔《4》کلام اللہ نے کائنات کی نشانیوں پر غور وفکر کرنے کا طریقہ سکھایا ہے،اس طریقے سے غور وفکر کرنے سے معرفت ملتی ہے۔《5》اللہ تعالیٰ کی صفات جو ہر وجود میں موجود ہیں ان پر غور وفکر کرنے سے معرفت ملتی ہے۔

سوال11:اللہ تعالیٰ کی معرفت کسے ملتی ہے؟

جواب:《1》جو اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے حوالے کردے۔《2》جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق جینا سیکھ لے۔

سوال12:حق کی معرفت(پہچان) کا انسان کی زندگی پر کیا اثر مرتب ہوتا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کی معرفت(پہچان) سے۔《1》انسان کی سوچ بدلتی ہے،عمل بدلتا ہے اور اس کی سرگرمیاں بدل جاتی ہیں۔《2》قرآن مجید سے تعلق بنتا ہے۔《3》اخلاق بدلتے ہیں،انسان سچا انسان بنتا ہے،امانت دار بنتا ہے،وعدہ وفا کرنے والا بنتا ہے اور حیا آتی ہے۔《4》اللہ تعالیٰ کے لیے مال لٹانے،وقت اور صلاحیت لگانے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔《5》اللہ تعالیٰ کی مخلوق محبوب ہو جاتی ہے اور مخلوق کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔《6》انسان تعصّبات سے نکلتا ہے۔《7》اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا،اس کے سامنے جھک جانے کا اور سب کچھ اس کے حوالے کر دینے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔《8》اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اس کی رضا کا حصول زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔

سوال13:انسان تأثر کا اظہار آنسوؤں کی زبان میں کیوں کرتا ہے؟

جواب:《1》انسان آنسوؤں سے اظہار اس وقت کرتا ہے جب الفاظ کے ذریعے تأثرات کا اظہار ممکن نہ رہے۔《2》انسان جب کسی چیز سے اثر قبول کرتا ہے تو اس کے اندر کے جذبات کا دباؤ سخت اور گہرا ہو جاتا ہے۔آنسوؤں سے دباؤ اور گھٹن ختم ہو جاتی ہے۔

سوال14:آنسو بہانے کے بعد کون سے رویے سامنے آتے ہیں؟

جواب:《1》 آنسو بہار کر رک جانا منفی رویہ ہے۔《2》 آنسو بہا کر آگے بڑھنا اور سچائی کو قبول کر لینا مثبت رویہ ہے۔

سوال15: آنسو بہا کر آگے بڑھنے والا کیا کرتا ہے؟

جواب:《1》 حق کو قبول کر لیتا ہے۔《2》 حق پر ایمان لے آتا ہے۔《3》 حق پر ایمان اور یقین کا اعلان کرتا ہے۔《4》 حق کا گواہ بن جاتا ہے۔《5》 اللہ سے دعا کرتا ہے کہ ہمارا نام حق کی گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

سوال16: يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ''وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے'' 《1》 يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا یہ ان کے اعتقاد، اخلاص اور حق کے اعتراف پر صادر ہو رہا ہے۔(تفسیر قاسمی:336/6)《2》 فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ یعنی محمد ﷺ اور ان کی امت کے ساتھ لکھ لے۔(ابن ابی حاتم:1185/1)《3》 اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے پس تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے اور یہ محمد ﷺ کی امت کے لوگ ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اس کے رسولوں کی رسالت اور جو کچھ یہ رسول لے کر آئے ہیں اس کی صحت کی گواہی دیتے ہیں، نیز تصدیق و تکذیب کے ذریعے گزشتہ امتوں کی گواہی دیتے ہیں۔ وہ عادل ہیں اور ان کی گواہی مقبول ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا اور اسی طرح ہم نے تمھیں امت وسط بنایا ہے کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں۔(البقرہ:143)(تفسیر سعدی:720/1)《4》 یہ آیت عام ہے اور اس صفت کے ساتھ بھی جو متصف ہوں وہی اس کے مصداق بن سکتے ہیں۔(ابن کثیر)

سوال17: قرآن حکیم سے سچائی پا لینے والے کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:《1》 قرآن حکیم سے سچائی کو پالینے والے شدید تمنا رکھتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں حق کے گواہوں کی فہرست میں شامل کر دے《2》 ان کے دل کے اندر شدید تڑپ پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم اس لڑی میں پروئے جائیں جس میں ہر دور کے انبیاء ،شہدا، صدیقین اور صالحین پروئے جا چکے ہیں۔ اور جو زمین پر اس سچائی کو پھیلانے اور سچائی کو قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔《3》 وہ یہ دعائیں کرتے ہیں کہ یا اللہ اس امت میں داخل کر دے جس پر قرآن کی گواہی ہے کہ وہ اپنی زبان سے، اپنے عمل سے اور اپنی کوشش کے ذریعے شہادت حق کا فریضہ ادا کر رہی ہے اور لوگوں کی زندگیوں میں حق کو جاری وساری دیکھنا چاہتی ہے۔《4》 حق پانے والے فریضہ شہادت حق ادا کرنے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔《5》 حق پالینے والے اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتے ہیں کہ وہ اس امت میں داخل ہو گئے ہیں۔ حق پالینے والے اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ

ہمارا نام گواہ کے طور پر رجسٹر کر لیا جائے۔

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ (84)

اور ہمیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر ہم ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے؟ جب کہ ہم یہ حرص رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرلے۔(84)

سوال1: وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ” اور ہمیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر ہم ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے“ حق آجانے کے بعد قبولیت حق کے راستے میں رکاوٹ نہیں رہ جاتی، وضاحت کریں؟

جواب: 《1》 حق سن کر اور اس پر یقین کر کے قبولیت کے راستے میں رکاوٹ نہیں رہ جاتی۔《2》 انسان کو یہ لالچ ہوتا ہے کہ رب دعائیں قبول کرے اور درجات بلند کرے۔ اس وجہ سے حق کو قبول کرنے میں رکاوٹ نہیں رہتی۔

سوال2: وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ” اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: جب ہم ایمان لے آئیں گے اور حق کی اتباع کریں گے، تب ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں کے زمرے میں ضرور شامل کرے گا، تب کون سی چیز ہمیں ایمان لانے سے روک سکتی ہے؟ کیا یہ چیز ایمان لانے میں جلدی کرنے اور ایمان لانے سے پیچھے نہ رہنے کی موجب نہیں؟ (تفسیر سعدی:720/1)

سوال3: وَنَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ ” ہم یہ حرص رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرلے“ صالحین میں شامل ہونے کی طمع کب پیدا ہوتی ہے؟

جواب: 《1》 جب انسان قرآن کی سچائی کی طرف توجہ کر کے اسے پالیتا ہے۔《2》 جب انسان صحیح طرز عمل اختیار کرتا ہے۔《3》 جب انسان جان و مال سے شہادت حق کا فریضہ انجام دیتا ہے۔《4》 جب انسان حق کے معاملے میں سرکشی کے رویے دیکھتا ہے تو صالح لوگوں کو پالینا ان کے ساتھ مل کر فریضہ شہادت حق کو ادا کرنے کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا ہے۔ تب انسان میں صالحین میں شامل ہونے کی تمنا پیدا ہوتی ہے۔

سوال4: صالحین میں شمولیت کس طرح اختیار کی جاسکتی ہے؟

جواب: 《1》 صالحین کے بارے میں کھوج لگا کر۔《2》 صالحین کے کاموں میں دلچسپی لے کر۔《3》 صالحین کے ساتھ ان کے کاموں میں تعاون کر کے۔《4》 صالحین کے سامنے اپنی خدمات پیش کر کے، صالحین میں شمولیت کا راستہ استوار کیا جاسکتا ہے۔《5》 اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے یہ کام آسان ہو جاتا ہے۔

سوال5: صالح لوگوں میں شامل ہونے کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟

جواب:《1》فریضۂ شہادت حق ادا کرنا آسان ہوجاتا ہے۔《2》صالح لوگوں میں شامل ہوکر اپنی زندگی میں تبدیلی لانا اور نیکی پر جمے رہنا آسان ہوجاتا ہے۔《3》صالحین میں شامل ہوکر مخالفتیں برداشت کرنا آسان ہوجاتا ہے۔《4》صالحین میں شامل ہوکر خاندانی اور معاشرتی تبدیلیوں کا راستہ آسان ہوجاتا ہے۔

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ (85)

سو اللہ تعالیٰ انہیں اس بات کے بدلے میں جو انہوں نے کہا ایسے باغات دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ نیک عمل کرنے والوں کی جزا ہے۔(85)

سوال1: فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا'' سو اللہ تعالیٰ اُنہیں اس بات کے بدلے میں جو انہوں نے کہا ایسے باغات دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا'' سو اللہ تعالیٰ انہیں اس بات کے بدلے میں جو انہوں نے کہا ایسے باغات دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں' ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں' یہ ان کے ایمان میں اخلاص کی دلیل ہے اور ان کے قول کی سچائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا جواب دیا۔ اور ان کی طمع سچی ثابت ہوئی۔ اس طرح جس کا ایمان خالص ہوتا ہے اور یقین سچا ہوتا ہے اس کو جنت کا بدلہ ملتا ہے۔(تفسیر قرطبی:154/3)《2》بِمَا قَالُوْا جو انہوں نے اپنے عقیدے میں سے ظاہر کیا۔(تفسیر منیر:6/4)

سوال2: شہادت حق کا فریضہ کون ادا کر سکتا ہے؟

جواب:《1》جس کے دل میں اللہ کے کلام کی سچائی اتر جاتی ہے۔《2》جس کی زبان سچ کا اظہار کرنے لگتی ہے۔《3》جو صراط مستقیم پر چلنے کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے۔《4》جو دین کی سربلندی کے لیے شہادت حق کا فریضہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔《5》جو صالحین کے ساتھ مل کر کام کرنا اپنے لیے خوش نصیبی کا باعث سمجھتا ہے۔《6》جو شہادت حق کی گواہی کو اللہ کا احسان سمجھتا ہے۔《7》جو صرف اسلام کے راستے پر چلنا چاہتا ہے۔《8》جو آخرت میں بہترین جزا جنت کی صورت میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔

سوال3: اس آیت میں جنت کو قول کا بدل قرار دیا گیا ہے، اس قول کی ان کی زندگی میں کیا حیثیت تھی۔ وضاحت کریں؟

جواب: وہ قول ان کی پوری زندگی کا نمائندہ تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے کلام سے سچائی کو پالیا اور سچائی ان کے اندر اتر گئی۔ انہوں نے حق کو پالیا تو ان کی تمنا اور توجہ کا مرکز بدل گیا۔ انہوں نے حق کے ساتھ اپنے آپ کو اس طرح شامل کر لیا کہ ان کی الگ حیثیت باقی نہیں رہی اور وہ حق کے گواہ بن گئے۔ یہ حق کی گواہی ان کا قول تھا۔ قرآن ان کے لیے کتاب نہیں بلکہ رب

العالمین کی زندہ نشانی بن گیا۔قرآن ان کے سامنےلفظوں کی صورت میں آیا تھالیکن اس نے پوری ذات کو ہلا دیا۔انہوں نے اپنے ذاتی تجربے کولوگوں کے سامنے بیان کیا کہ ”ہم کیوں نہ اللہ پر ایمان لائیں جب کہ ہمارے پاس حق آ گیا ہےاورہمیں یہ امید بھی ہے کہ ہمارارب ہمیں صالحین میں شامل کردے گا“۔

سوال4: وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ”اور یہ نیک عمل کرنے والوں کی جزا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ بدلہ ہے نیکو کاروں کا ، یہ آیت کریمہ ان عیسائیوں کے بارے میں نازل ہوئی جو محمد ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔مثلاً نجاشی اور دیگر ایمان لانے والے عیسائی ۔اس طرح ان کے اندر ایسے لوگ پائے جاتے رہیں گے جو دین اسلام کواختیار کریں گے۔اوران پر اپنے دین کا بطلان واضح ہوتا رہے گا، یہ لوگ یہودیوں اور مشرکین سے اسلام کے زیادہ قریب ہیں۔(تفسیر سعدی:721/1)

سوال5: احسان کسے کہتے ہیں؟

جواب: اسلام اور ایمان کے اعلیٰ درجات کو احسان کہتے ہیں۔

سوال6: محسن کون ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو اللہ تعالیٰ کی خالص توحید کو مانتا ہے اور کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہراتا۔﴿2﴾ جو حق کو دل کی گہرائیوں سے قبول کرتا ہے۔﴿3﴾ جو حق کا اظہار کرتا ہے۔﴿4﴾ جو اسلام لانے میں تاخیر نہیں کرتا۔﴿5﴾ جو صالحین میں شامل ہونے کی دعائیں کرتا ہے۔﴿6﴾ جو صالحین کے ساتھ مل کر حق کی شہادت دیتا ہے۔﴿7﴾ جو صالحین سے محبت رکھتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (86)

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا، وہی لوگ دوزخ والے ہیں۔(86)

سوال1: وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ ”اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا“ حق کو ماننے سے کون انکار کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو سچائی کو سنتے ہیں مگر اس پر توجہ نہیں کرتے۔﴿2﴾ جو سچائی کو سنتے ہیں اور سرکشی اختیار کرتے ہیں۔﴿3﴾ جو صالحین میں شامل ہونا اپنے لیے توہین سمجھتے ہیں۔﴿4﴾ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔(جامع البیان:9/7)

سوال2: حق کو نہ ماننے کی وجہ کیا ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ حق کو نہ ماننے کی وجہ اپنی بڑائی کا احساس ہوتا ہے۔﴿2﴾ جن کے دلوں میں تکبر چھپا ہوتا ہے وہ حق کو نہیں

مانتے۔

سوال3:حق کو نہ ماننے کے بعد انسان کیا کرتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق کو نہ ماننے کے بعد انسان اللہ تعالیٰ کی آیات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔﴿2﴾ حق کے مقابلے میں زیادہ سخت ردعمل کا اظہار کرتا ہے۔﴿3﴾ حق کی مخالفت میں اتنا آگے نکل جاتا ہے کہ کسی حال میں اس کو قبول نہیں کرتا۔ ﴿4﴾ حق کی دعوت دینے والوں کا جانی دشمن بن جاتا ہے۔

سوال4:وَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ ’’اور ہماری آیات کو جھٹلایا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ انہوں نے اس کی کتاب کی آیات کو جھٹلایا۔(جامع البیان:9/7)

سوال5:اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ ’’وہی لوگ دوزخ والے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا، یہی لوگ جہنمی ہیں، کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور حق کو واضح کرنے والی آیات کی تکذیب کی۔(تفسیر سعدی:721/1)﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: تمہاری یہ (دنیا کی) آگ، جسے ابن آدم جلاتا ہے، یہ جہنم کی آگ سے سترواں حصہ ہے۔‘‘ صحابہ نے عرض کی، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! (انسانوں کو جلانے کے لیے تو دنیا کی) یہی آگ کافی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’لیکن وہ تو دنیا کی آگ سے انہتر درجے زیادہ گرم ہے اور اس کا ہر حصہ اس دنیا کی آگ کے برابر گرم ہے۔‘‘ (بخاری:3265)

رکوع نمبر 2

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَـكُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ(87)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں اور نہ ہی حد سے بڑھو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(87)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:امام ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں جس وقت گوشت کھاتا ہوں تو عورتوں کے لیے ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور شہوت کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس لیے میں نے اپنے اوپر گوشت کو حرام کرلیا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو چیزیں اس نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان میں سے لذیذ چیزیں اپنے اوپر حرام مت کرو۔(تفسیر ابن عباس:363/1) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت

ان صحابہ کے بارے میں اتری جنہوں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ہم اپنے اعضائے مخصوص کاٹ ڈالیں گے، دنیا کی لذتوں پر لات ماردیں گے اور عیسائی درویشوں کی طرح زندگی بسر کریں گے۔ جب نبی کریم ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے بلا کر پوچھا تو انہوں نے اقرار کر لیا۔ فرمایا: لیکن میں روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں، رات کو نماز پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنت پر عمل کیا وہ میرا ہے اور جس نے میری سنت چھوڑ دی وہ میرا نہیں۔ (ابن ابی حاتم)

سوال 2: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس آیت کے خصوصی مخاطبین صحابہ رضی اللہ عنہم اور عمومی طور پر سارے اہل ایمان ہیں۔

سوال 3: ایمان کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے غلام ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حقوق پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس سے بغاوت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے غلام ہوتے ہوئے اس کی پسند کے مطابق اپنا طرز عمل ڈالنا ہی ایمان کا تقاضا ہے۔ ﴿3﴾ ایمان کا تقاضا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔

سوال 4: لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکُمْ ''ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھہراؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ماکولات و مشروبات میں سے جو چیزیں حلال ٹھہرا رکھی ہیں، انہیں حرام نہ ٹھہراؤ کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں جو اس نے تمہیں عطا کی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو کیونکہ اس نے تمہارے لیے ان نعمتوں کو حلال ٹھہرایا اور اس کا شکر ادا کرو۔ کفران نعمت، عدم قبول اور ان کی تحریم کا اعتقاد رکھتے ہوئے ان نعمتوں کو نہ ٹھکراؤ۔ ورنہ تم کفران نعمت اور اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کے ساتھ حلال کو حرام اور ناپاک قرار دینے کے مرتکب بھی ٹھہرو گے اور یہ حد سے تجاوز ہے۔ (تفسیر سعدی: 721/1) ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔ (البقرہ: 172) ﴿3﴾ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ شہد پینے کے متعلق فرما دیا تھا اب ہرگز نہیں پیوں گا اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل نازل فرمائی: یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ اے نبی! آپ اس چیز کو حرام کیوں کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے؟ جس طرح حلال کو حرام کر لینا منع ہے اسی طرح حرام کو حلال کر لینا منع ہے۔ حرام و حلال مقرر فرمانے کا اختیار اللہ ہی کو ہے۔ سورۃ نحل میں ارشاد ہے: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ ھٰذَا

حَلٰلٌ وَّھٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اور جن کے متعلق تمہاری زبانیں جھوٹ گھڑتی ہیں، ان کے بارے میں مت کہا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو۔ (سورۃ النحل:116) (تفسیر انوار البیان:2/167) ﴿4﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے نبی ﷺ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہوا ہے۔ دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ حاضرین نے بتایا کہ یہ ابو اسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ کھڑا ہی رہے گا بیٹھے گا نہیں اور سایہ میں نہ جائے گا اور یہ کہ بولے گا نہیں اور روزہ دار رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ بات کرے اور سایہ میں جائے اور بیٹھ جائے اور روزہ پورا کرلے۔ (بخاری: 991/) ﴿5﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گناہ کی نذر ماننا درست نہیں اور اس کا کفارہ وہی ہے جو قسم کا کفارہ ہے۔ (ابوداؤد:2/111)

سوال5: اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو حرام کب ٹھہرایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب اللہ تعالیٰ اور بندے کے تعلق میں کمزوری آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور بندے کا تعلق زندہ تعلق ہے مگر جب یہ تعلق کمزور پڑتا ہے تو لوگ اس تعلق کو اندر سے مضبوط کرنے کی بجائے باہر سے سہارے تلاش کرنا شروع کردیتے ہیں ان ہی میں سے دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا بھی ہے جسے رہبانیت کہتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے حلال کردہ کو تب حرام ٹھہرایا جاتا ہے جب مادی چیزوں سے دوری کو اللہ کی قربت کا ذریعہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر گوشت نہ کھانا، راتوں کو نہ سونا، گھروں کو چھوڑ کر درویشی کی زندگی اختیار کرنا وغیرہ۔ ﴿3﴾ اسلام کے مطابق جس کو اپنے لیے حرام ٹھہرانا چاہیے وہ گناہ ہے۔

سوال6: اسلام میں حلال وحرام کا حق کسے حاصل ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام حلال وحرام ٹھہرانے کو اللہ تعالیٰ کے خصوصی حقوق میں سے ایک حق قرار دیتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ رازق ہے تو رزق میں سے حلال وحرام مقرر کرنا بھی اسی کا کام ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے اس لیے یہ اس کا حق ہے کہ اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام ٹھہرادے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ مالک ہے یہ اس کا حق ہے کہ اپنی ملکیت میں جس طرح چاہے استعمال کی آزادی دے۔ جو شخص بھی کسی کی ملکیت میں دست درازی کرتا ہے، ظلم کرتا ہے۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کسی کو حلال وحرام ٹھہرانے کا حق کیوں نہیں دیتا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے طیب چیزوں کو حلال قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس لیے پاکیزہ چیزیں حرام ٹھہرانے کا حق نہیں دیتا کہ یہ چیزیں حرام ٹھہرانے کی خواہش رکھنے والے کے لیے بھی مفید ہیں اور زمین پر زندگی کے تسلسل کے لیے بھی مفید ہیں۔ ﴿2﴾ حلال اور طیب کو حرام ٹھہراتے ہوئے زندگی کی نشوونما رکتی ہے، ترقی رکتی ہے، تسلسل ختم ہوجاتا ہے اور زندگی کی تجدید نہیں ہوتی۔ ﴿3﴾ اگر حلال کو حرام کرنے میں بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کو حلال ہی نہ کرتے۔ دین تو اللہ تعالیٰ نے

خیر، بھلائی اور بہتری کو بروئے کار لانے کے لیے بھیجا ہے۔﴿4﴾ اگر طیبات میں کوئی خرابی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خود ضرور بچاتا۔﴿5﴾ پاک چیزیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ہی تو پیدا کی ہیں پھر اسے حرام ٹھہرانے کا حق انسان کو کیسے دیا جا سکتا ہے؟

سوال 8: وَلَا تَعْتَدُوْا ’’اور نہ ہی حد سے بڑھو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اور حد اعتدال سے نہ بڑھو یعنی اپنے اوپر حد سے زیادہ تنگی کرنا کہ مباح چیزیں حرام کر لینا۔ حد سے بڑھنے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں ﴿1﴾ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے انہیں عقیدتاً حرام بنا لینا جیسے نکاح نہ کرنا کہ عبادت میں خلل آتا ہے۔﴿2﴾ حد سے بڑھنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ جسم کو جتنی غذا کی ضرورت ہے اس سے کم کھائیں یا جن چیزوں میں رغبت ہو ان کو کھانے سے پرہیز کریں اس وجہ سے کہ جتنا جسم کمزور ہوگا اتنی ہی روح کو تقویت ملے گی۔﴿3﴾ حد سے بڑھنے کی تیسری صورت زیادہ کھانا اور اپنی ذات پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ اور پیو اور تم حد سے نہ گزرو۔ (الاعراف:31) وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی نہیں کرتے۔ (الفرقان:67) ﴿4﴾ حد سے بڑھنے کی چوتھی صورت یہ ہے کہ چیز اصلاً حلال ہو لیکن کمائی کا ذریعہ حرام بنا لیا جائے مثلاً سود، خیانت، چوری، ڈاکہ اور ناجائز طریقے سے حاصل کیا گیا مال وغیرہ۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے عدل کا اصول مقرر کیا ہے نہ زیادتی کرو اور نہ تنگی۔

سوال 9: ظلم اور زیادتی سے کیا مراد ہے؟

جواب: کسی کے حق ملکیت میں ہاتھ ڈالنا ظلم وزیادتی ہے۔

سوال 10: اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ’’یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ رب العزت نے فرمایا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرتا ہے تو بلاشبہ اس نے خود پر ہی ظلم کیا ہے۔ (الطلاق:1) ﴿2﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں سو ان کے قریب نہ جاؤ۔ (البقرہ:187) ﴿3﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں چنانچہ ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ تعالیٰ کی حدود سے آگے بڑھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔ (البقرہ:229)

سوال 11: اللہ کی ناپسندیدگی مومن کو زیادتی کرنے سے کیسے روکتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مومن کو غصہ آتا ہے اور اس کا دل چاہتا ہے کہ ہر چیز برباد کردے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا خوف اسے تخریبی کاروائی سے روک لیتا ہے۔﴿2﴾ مومن کا دل چاہتا ہے کہ بے قید زندگی گزارے لیکن اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا خوف

اسے مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ کی مقرر کردہ حدود کا پابند بنالے ۔《3》مومن کو دنیا میں کوئی نعمت ملتی ہے مثلاً صحت، دولت، کوئی عہدہ اور کامیابی مگر وہ اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کے ڈر کی وجہ سے غرور میں مبتلا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف کرتا ہے۔

سوال 12: کون سے رویے ہیں جو انسان کو رب سے جوڑتے ہیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا اور اس کی پکڑ کا ڈر۔《2》اللہ تعالیٰ کے احسان کا اعتراف جو تواضع میں ڈھل جاتا ہے۔《3》اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے مومن کو رب کی قربت ملتی ہے۔

سوال 13: مادی چیزوں سے دوری پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پکڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ مادی چیزوں کے بارے میں انسان سے کیسا رویہ مطلوب ہے؟

جواب: مادی چیزوں سے ذہنی اور قلبی دوری مطلوب ہے۔ مادی چیزوں سے جسمانی دوری مطلوب نہیں ہے۔

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ(88)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حلال پاکیزہ چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان لانے والے ہو۔(88)

سوال 1: وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا '' اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حلال پاکیزہ چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》كُلُوْا کے امر واجازت کا دائرہ صرف کھانے کی چیزوں تک محدود نہیں، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے، سواری، مکان غرض برتنے کی ساری ہی چیزیں اس کے اطلاق میں داخل ہیں۔(تفسیر ماجدی:961/1)《2》'' اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو حلال پاکیزہ چیزیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ'' لیکن شرط یہ ہے کہ رزق حلال ہو اور پاک ہو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے طیب چیزوں کو حلال قرار دیا ہے حکمت واضح کریں؟

جواب:《1》طیب چیزیں انسان کی فطرت کے عین مطابق ہیں۔《2》طیبات زندگی کی ترقی کا باعث بنتی ہیں۔《3》طیبات کی وجہ سے زندگی میں تجدید ہوتی ہے۔《4》خبیث اور ناپاک چیزیں انسان کے لائق نہیں اس لیے اللہ تعالیٰ طیب چیزوں کو حلال قرار دیتے ہیں۔

سوال 3: وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ '' اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان لانے والے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ پر ایمان تقویٰ کو واجب کرتا ہے کیونکہ تقویٰ کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔《2》اللہ تعالیٰ کے

احکامات کی اطاعت اوراس کے نواہی سے اجتناب میں اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ۔

سوال4:تقویٰ سے مومن کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اطاعت کے کام کرنا اوراس کے عذاب کے خوف سے اس کے روکے ہوئے سے رکنا تقویٰ ہے۔تقویٰ کی وجہ سے مومن اللہ تعالیٰ کی ذات سے جڑا رہتا ہے،اس کے اندر خدا ترسی پیدا ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے لگ جاتا ہے،حرام سے رکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کا پابند رہتا ہے۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(89)

اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہو گا چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہیں۔یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو۔اوراپنی قسموں کی حفاظت کرو، اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو۔(89)

سوال1: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ’’ اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا‘‘لغو قسموں سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》بے معنی قسمیں۔《2》ایسی قسم جس میں دل کا پختہ ارادہ شامل نہ ہو۔《3》زبان پر اللہ کی قسم کا لفظ جاری ہو جائے۔《4》غیر شعوری طور پر قسم کھا لینا لغو عین ہے۔

سوال2:لغو قسموں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ اس پر کوئی مواخذہ نہیں کرتا۔

سوال3: وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ’’لیکن وہ ان قسموں پر تمہاری گرفت کرے گا جنہیں تم نے پختہ کیا ہو گا‘‘ اللہ تعالیٰ کس قسم پر مواخذہ کرتا ہے؟

جواب:《1》سچی قسم جو ارادتاً کھائی جائے۔《2》اس پر کفارہ واجب ہے۔

سوال4: فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ’’ چنانچہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے

پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے، چنانچہ جو یہ نہ پائے تو تین دن کے روزے رکھنا ہیں‘‘قسم کا کفارہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اِطۡعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيۡنَ ’’دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے‘‘ دس مسکینوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے خواہ وہ بقدر ضرورت کماتے ہوں یا بالکل غریب ہوں۔ مِنۡ اَوۡسَطِ مَا تُطۡعِمُوۡنَ اَهۡلِيۡكُمۡ ’’اوسط درجے کا جو تم اپنے اہل وعیال کو کھلاتے ہو‘‘ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا محتاجوں کو وہ کھانا دو جو تمہارے گھر کے کھانے میں درمیانے درجے کا ہے۔(مختصر ابن کثیر)﴿2﴾ اَوۡ كِسۡوَتُهُمۡ یعنی دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا۔﴿3﴾ اَوۡ تَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ یعنی ایک غلام آزاد کرنا۔﴿4﴾ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ یعنی استطاعت نہ رکھنے والے کے لیے تین روزے رکھنا۔

سوال5:قسموں پر کفارے کی کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾ قسموں کو ہلکا نہ سمجھا جائے۔﴿2﴾ قسم بھی عہد کی طرح ہے اور عہد کو پورا کرنا ضروری ہے۔

سوال6: ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيۡمَانِكُمۡ اِذَا حَلَفۡتُمۡ ’’یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا بیٹھو‘‘ سے کیا مراد ہے؟

جواب:اس سے مراد ہے کہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھالو۔ یہ ان کو مٹا دیتا ہے اور گناہ کو ختم کر دیتا ہے۔(ابن کثیر)

سوال7: وَاحۡفَظُوۡۤا اَيۡمَانَكُمۡ ’’اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے نام پر جھوٹے اور کثرت سے حلف اٹھانے سے اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔﴿2﴾ جب تم حلف اٹھا ہی لو پھر ٹوٹنے سے اس کو بچاؤ سوائے اس کے کہ قسم توڑنے میں کوئی بھلائی ہو۔﴿3﴾ قسم کی کامل حفاظت یہ ہے کہ انسان بھلائی پر عمل کرے اور اس کی قسم بھلائی کے راستے کی رکاوٹ نہ بنے۔(تفسیر سعدی:723/1)

سوال8: كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَـكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ’’اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے احکامات تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم شکر ادا کرو‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو کھول کھول کر بیان کرنے پر کیا مطالبہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حلال وحرام کو بیان کرنے والی اور احکامات کو کھول کھول کر بیان کرنے والی آیات پر اپنا شکر ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ میں نے تمہیں وہ کچھ سکھایا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ اس لیے شکر ادا کرنا واجب ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے شریعت کے احکامات کی معرفت اور وضاحت کی وجہ سے شکر ادا کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔

سوال9: تَشۡكُرُوۡنَ ’’تم شکر ادا کرو‘‘ شکر گزاری سے مومن کے اندر کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ شکر گزاری دراصل اللہ تعالیٰ کے انعامات کا اعتراف کرنے سے مومن کے اندر پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اعتراف کرنے سے مومن مغرور نہیں ہوتا۔﴿2﴾ مومن شکر گزاری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا احسان مند رہتا ہے اور اس

طرح اس کے اندر تواضع پیدا ہوتی ہے۔﴿3﴾ غرور تکبر سے بچنا، اللہ تعالیٰ کا احسان مند رہنا، تواضع اور شکر گزاری مومن کو رب سے جوڑ دیتی ہے۔﴿4﴾ مومن کو ان رویوں سے رب کی قربت ملتی ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ(90)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ شراب اور جوا، اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اور قسمت آزما تیر سب گندے شیطانی کام ہیں، چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔(90)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے تو لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں چیزوں کے بارے میں دریافت کیا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ الخ۔ تو لوگوں نے کہا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر ان چیزوں کو حرام نہیں کیا، بلکہ بڑے گناہ کو بیان کیا ہے، چنانچہ حسب سابق سب لوگ شراب پیتے رہے۔ اسی دوران مہاجرین میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی تو قرأت میں گڑبڑ کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس سے سخت حکم نازل فرمایا کہ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ سے مُّنْتَهُونَ تک۔ اس آیت کے نزول پر صحابہ کرام بولے، اے ہمارے پروردگار! ہم باز آ گئے۔ اس کے بعد کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حرمت سے پہلے بہت لوگ شہید ہو گئے اور اپنے بستروں پر انتقال فرما گئے اور وہ شراب بھی پیتے تھے اور جوئے کا مال بھی کھاتے تھے اور اب اس کو اللہ تعالیٰ نے گندی باتیں شیطانی کام فرما دیا ہے۔(تو اس کا معاملہ کیا ہوگا)۔(تفسیر ابن عباس:366/1)

سوال2: يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ'' اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اور قسمت آزما تیر سب گندے شیطانی کام ہیں، چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم فلاح پاؤ'' اللہ تعالیٰ نے گندے شیطانی کاموں سے روکنے کے لیے مومن کو کیسے تیار کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا '' اے لوگو جو ایمان لائے ہو'' اللہ تعالیٰ نے مومن کو اس کے ایمان کی یاد دلائی ہے۔ ایمان دل کے اندر اترا ہوا ہو تو کوئی گھٹن، کوئی خلجان باقی نہیں رہ جاتا۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے

لیے گندگی اور شیطانیت کے خلاف ابھارا ہے۔《3》اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کی کامیابی کے لیے گندگی کے چھوڑنے کو ضروری قرار دے کر مومن کو فیصلہ کن موڑ پر لا کھڑا کیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان دنیا میں ساری قربانیاں کامیابیوں کے لیے ہی تو دیتا ہے۔《4》اللہ تعالیٰ جب گندگی چھوڑنے کو ہی ایمان اور فلاح کے لیے ضروری قرار دے دیتا ہے تو مومن یہ سارے کام چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ فلاح اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک کہ ان چیزوں سے اجتناب نہ کیا جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

سوال3: اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ''بلاشبہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اور قسمت آزما تیر سب گندے شیطانی کام ہیں'' گندے اور شیطانی کام انسان کے اندر کیا تبدیلی پیدا کرتے ہیں؟

جواب:《1》اَلْخَمْرُ ''شراب'' ہر وہ چیز خمر ہے جو عقل کو ڈھانپ لے یعنی عقل پر نشے کا پردہ ڈال دے (الف) شراب انسان کے اندر سے لطیف انسانی احساسات کو ختم کر دیتی ہے۔(ب) اور انسان کے اندر حد سے بڑھی ہوئی بے حسی پیدا کر دیتی ہے۔(ج) شرابی دوسروں کے دکھ درد کو محسوس نہیں کرتا۔(د) جو لوگ بے حس ہو جاتے ہیں وہ دوسرے کی عزت کو عزت نہیں سمجھتے۔ایسے لوگ دوسروں کو ناحق ستانے میں، ظلم ڈھانے میں، بے انصافی کرنے میں آخری حد تک شیر ہو جاتے ہیں۔

《2》وَالْمَيْسِرُ ''جوا'' وہ تمام مقابلے جن میں دونوں پارٹیوں کی طرف سے جیتنے والے کے لیے عوض مقرر کیا گیا مثلاً گھوڑ دوڑ وغیرہ۔(الف) جوا انسان کی بے غرضی کو ختم کرتا ہے۔(ب) جوا انسان کے اندر بڑھی ہوئی خودغرضی پیدا کرتا ہے۔(ج) جوا باز دوسرے انسانوں کے لیے صرف استحصال چاہتا ہے۔(د) جوا باز بہت سارے انسانوں کو لوٹ کر اپنے لیے بڑی کامیابی حاصل کرنا چاہتا ہے۔《3》وَالْاَنْصَابُ ''آستانے'' اس سے مراد وہ بت وغیرہ ہیں جن کو نصب کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی بجائے ان کی عبادت کی جاتی ہے۔(الف) اللہ تعالیٰ سے بے وفائی اور غیر اللہ سے وفا کی نشانیاں ہیں۔(ب) انسان میں ذہنی انتشار پیدا کرتے ہیں۔(ج) انسان کو اس کے مقام سے گراتے ہیں کسی اور کے نام کی نذریں اور قربانیاں انسان کے اندر کھوٹ لے آتی ہیں۔(د) انسان کو غیروں کا غلام بناتے ہیں۔(و) انسانوں کے اندر خوف بھر دیتے ہیں۔《4》وَالْاَزْلَامُ ''پانسے'' جن کے ذریعے لوگ اپنی قسمت کا حال معلوم کرتے ہیں۔(الف) فال گیری اور قرعہ اندازی کے وہ طریقے جن میں غیر اللہ سے مدد طلب کرنے کا عقیدہ شامل ہوتا ہے۔(ب) پانسے انسان کو توہم پرست بناتے ہیں۔(ج) پانسے انسان کو حقیقت پسند نہیں رہنے دیتے۔بے حس، خودغرض، بے وفا اور توہم پرست انسان آپس کی بے اعتمادی کا شکار ہوتے ہیں۔ایک دوسرے سے شکایتیں کرتے ہیں۔ان کے اندر دشمنیاں پروان چڑھتی ہیں۔

سوال4: رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ''سب گندے شیطانی کام ہیں چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم

فلاح پاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان چار چیزوں سے روکا ہے، ان کے مفاسد سے آگاہ کیا ہے جن کی وجہ سے ان سے اجتناب کرنا ممکن ہے۔ ﴿1﴾ رِجْسٌ: یہ تمام کام گندے ہیں جن کی گندگی سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ ﴿2﴾ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ '' شیطانی کام ہیں'' یہ تمام کام شیطانی اعمال ہیں جن سے بچنا اس لیے واجب ہے کہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور دشمن کی سازشوں سے اور ان اعمال سے بچنے کی کوشش کی جاتی ہے جن میں ملوث کر کے دشمن ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ اپنے کھلے دشمن سے دور رہنے کے ساتھ ساتھ ان اعمال سے اور ان میں پڑنے سے بچنا چاہیے۔ ﴿3﴾ یہ اعمال بغض اور عداوت پیدا کرتے ہیں خاص طور پر شراب اور جوا۔ شراب سے ہوش وحواس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات شراب نوشی کرنے والے ایک دوسرے کو قتل تک کر ڈالتے ہیں اور جوئے میں بغیر کسی مقابلے کے جیتنے والا بہت سامال حاصل کر لیتا ہے جو بغض اور عدات کا سبب بنتا ہے۔ ﴿4﴾ فَاجْتَنِبُوْهُ ان اعمال سے اجتناب کیے بغیر فلاح ممکن نہیں۔ فلاح مطلوبہ چیز کے حصول میں کامیابی اور جس چیز سے انسان خوف کھاتا ہے اس سے نجات کا نام ہے اور شراب، جوا، آستانے اور پانسے فلاح کے راستے کی رکاوٹ ہیں۔ ﴿5﴾ یہ چاروں اعمال دل کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، اس کی یاد سے روک دیتے ہیں اور جسم کو نماز سے دور کر دیتے ہیں حالانکہ ذکر اور نماز کے لیے ہی انسان کو پیدا کیا گیا اور اسی سے فلاح اور سعادت ممکن ہے۔ ﴿6﴾ شراب اور جوا انسان کو غافل کر دیتے ہیں۔ انسان کا دل ان کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اسے ہوش نہیں رہتا کہ وہ کہاں ہے؟ کون سا گناہ اس سے بڑھ کر ہے جو انسان کو ناپاک کر دے اور اسے ناپاک لوگوں میں شامل کر دے۔ کون سا گناہ اس سے بڑھ کر ہے جو شیطانی کاموں اور اس کے مکروفریب کے جال میں پھنسا دے پھر اشرف المخلوقات یعنی انسان جس کو فرشتوں سے سجدہ کروایا گیا وہ شیطان کا اس طرح فرماں بردار بن جائے جیسے مویشی چرواہے کے فرماں بردار اور مطیع ہوتے ہیں۔ شیطان اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کی فلاح کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ شیطان اہل ایمان میں بغض اور دشمنی کے بیج بوتا ہے، انہیں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ '' تو کیا تم باز آنے والے ہو؟''

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ(91)

بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟ (91)

سوال1: شراب کب حرام ہوئی؟

جواب: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شراب تین بار حرام ہوئی۔ جب نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو لوگ شراب پیتے تھے اور جوئے کا مال کھاتے تھے۔ آپ ﷺ سے لوگوں نے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھا تو یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ الخ (البقرہ:219) نازل ہوئی تو لوگوں نے سمجھا کہ شراب اور جوا حرام نہیں ہوا کیونکہ آیت میں وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ان میں لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں چنانچہ یہ لوگ شراب پیتے رہے۔ ایک دن ایک مہاجر نے نماز پڑھائی اور قرأت میں گڑبڑ کی پھر یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو'' (النساء:43) نازل ہوئی۔ پھر بھی لوگ شراب پیتے رہے۔ بعض دفعہ نماز کا وقت ہوتا اور کوئی شخص نشے میں چور ہوتا۔ پھر اس سے بھی سخت آیت نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَیْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ شراب اور جوا، اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اور قسمت آزما تیر سب گندے شیطانی کام ہیں، چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آنے والے ہو؟'' (المائدہ:91، 90) نازل ہوئیں اور صاف طور پر شراب کی ممانعت آ گئی۔ (مختصر ابن کثیر:468/1) ﴿2﴾ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ شراب کے بارے میں وضاحت چاہتے تھے چنانچہ البقرہ والی آیت نازل ہوئی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سنائی گئی۔ ان کی تشفی نہ ہوئی تو دعا کی کہ اے اللہ اور وضاحت فرما چنانچہ سورۃ النساء والی آیت نازل ہوئی۔ پھر حیی علی الصلوٰۃ کے بعد موذن کہتا لا یقربن الصلاۃ سُکران نشے والا نماز میں حاضر نہ ہو۔ جب یہ آیت بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سنائی گئی تو پھر انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ! شراب کے بارے میں شفا بخش بیان نازل فرما دے۔ پھر المائدہ والی آیت نازل ہوئی اور انہیں بلا کر سنائی گئی۔ جب وہ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ پر پہنچے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بولے انتھینا انتھینا ہم باز آئے، ہم باز آئے۔ (ترمذی، نسائی، ابوداؤد) ﴿3﴾ انس بن مالک نے بیان کیا کہ (حرمت نازل ہونے کے بعد) جو شراب بہائی گئی تھی وہ ''فضیخ'' کی تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو النعمان نے اس زیادتی کے ساتھ بیان کیا کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا، میں صحابہ کی ایک جماعت کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر شراب پلا رہا تھا کہ شراب کی حرمت نازل ہوئی۔ نبی ﷺ نے منادی کو حکم دیا اور انہوں نے اعلان کرنا شروع کیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا باہر جا کے دیکھو یہ آواز کیسی ہے۔ بیان کیا کہ میں باہر آیا اور کہا کہ ایک منادی اعلان کر رہا ہے کہ ''خبردار ہو جاؤ شراب حرام ہو گئی ہے۔'' یہ سنتے ہی انھوں نے مجھ

سے کہا کہ جاؤ اور شراب بہادو۔راوی نے بیان کیا، مدینے کی گلیوں میں شراب بہنے لگی۔راوی نے بیان کیا ان دنوں ''فضیخ'' شراب استعمال ہوتی تھی۔بعض لوگوں نے شراب کو جو اس طرح بہتے دیکھا تو کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں نے شراب سے اپنا پیٹ بھر رکھا تھا اور اسی حالت میں انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ہے'' جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے رہتے ہیں، ان پر اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو انہوں نے کھالیا۔(صحیح بخاری:4620)

سوال 2: شراب کو کیوں حرام قرار دیا گیا۔دلائل دیں؟

جواب:《1》سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو مجھ پر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ نے شراب، جوئے، شطرنج اور عنبرا کو حرام فرمادیا اور ہر نشے والی چیز حرام ہے۔(مسند احمد)《2》سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر نشہ لانے والی چیز خمر یعنی شراب ہے اور ہر نشہ والی چیز حرام ہے اور جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا اور اس حال میں مر گیا کہ شراب پیتا رہا اور توبہ نہ کی تو آخرت میں شراب نہیں پیئے گا اور جنت کی شراب سے محروم ہوگا اگر جنت کا داخلہ نصیب ہوگیا۔(مسلم:168/3)《3》سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص یمن سے آیا اس نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارے علاقے میں ایک شراب ہے جو جوار سے بنائی جاتی ہے لوگ اسے پیتے ہیں۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا وہ نشہ لاتی ہے؟ سوال کرنے والے نے عرض کیا کہ ہاں وہ نشہ لاتی ہے آپ نے فرمایا: کل مسکر حرام کہ نشہ لانے والی ہر چیز حرام ہے پھر فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص نشہ لانے والے چیز پیئے گا اللہ اسے طینۃ الخبال سے پلائے گا۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخیوں کے جسموں کا نچوڑ ہے۔(ابوداؤد:162/2)《4》سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو چیز زیادہ مقدار میں نشہ لائے اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔(ابوداؤد:162/2)《5》سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لعنت کی شراب پر اور اس کے پینے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے بیچنے والے اور اس کے خریدنے والے پر اور شراب بنانے والے پر اور بنوانے والے پر اور جو شراب کو کسی کے پاس لے جائے اس پر اور جس کے پاس لے جائے اس پر بھی۔(رواہ ابوداود:161/2)《6》سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔(بیہقی)《7》ایک حدیث میں ارشاد ہے: اَلْخَمْرُ جُمَّاعُ الْاِثْمِ کہ شراب تمام گناہوں کو جمع کیے ہوئے ہے۔(مشکوۃ المصابیح:44)《8》شراب ہر برائی کی کنجی ہے۔سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ مجھے میرے دوست

سیدالانبیاء ﷺ نے وصیت فرمائی کہ کسی بھی چیز کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنا اگر چہ تیرے ٹکڑے کردیئے جائیں اور تجھے جلا دیا جائے اور قصداً نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے قصداً نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کا ذمہ بری ہو گیا اور شراب مت پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔(مشکوۃ المصابیح:51/1)﴿9﴾ جولوگ شراب نہ چھوڑیں ان سے قتال کیا جائے۔سیدنا دیلم حمیری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کہ ہم ٹھنڈی سرزمین میں رہتے ہیں اور سخت محنت کرتے ہیں اور صورت حال یہ ہے کہ ہم گیہوں کی شراب بنالیتے ہیں جسے استعمال کر کے ہم محنت کے کاموں پر اور اپنے شہروں کی ٹھنڈک پر قوت حاصل کرتے ہیں آپ نے سوال فرمایا کہ وہ نشہ لاتی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں وہ نشہ لاتی ہے۔آپ نے فرمایا اس سے پرہیز کرو۔میں نے عرض کیا کہ لوگ اسے چھوڑنے والے نہیں آپ نے فرمایا: اگر اسے نہ چھوڑیں تو تم ان سے قتال کرو یعنی جنگ کرو۔(ابوداؤد فی کتاب الاشربۃ)﴿10﴾ اللہ تعالیٰ کے خوف سے شراب چھوڑنے پر انعام۔سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالی نے مجھے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے اور جہانوں کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کے سامان کو اور بتوں کو اور صلیب کو(جس کی نصاری عبادت کرتے ہیں)اور جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں اور میرے رب عزوجل نے قسم کھائی کہ میرے بندوں میں سے جو بھی بندہ شراب کا کوئی گھونٹ پیئے گا تو میں اسے اسی قدر پیپ پلاؤں گا اور جو کوئی شخص بھی میرے ڈر سے شراب کو چھوڑ دے گا میں اسے ضرور مقدس حوضوں میں سے پلاؤں گا۔(احمد،مشکوۃ:318)﴿11﴾ جواری اور شرابی کی جنت سے محرومی۔سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماں باپ کو تکلیف دینے والا اور جوا کھیلنے والا اور احسان جتانے والا اور جو شخص شراب پیا کرتا ہے یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے۔(دارمی:31/2)﴿12﴾ شراب، خنزیر اور بتوں کی بیع کی حرمت۔جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے موقع پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک اللہ تعالی اور اس کے رسول نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام قرار دیا ہے۔(بخاری:298/1)

سوال3: شراب کے نقصانات کیا ہیں؟

جواب: شراب کے کثیر نقصانات میں(الف) شخصی نقصان یہ ہے کہ انسان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔(ب) اجتماعی نقصان یہ ہے کہ بغض اور عداوت کے بیج بوئے جاتے ہیں۔(ج) دینی نقصان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے روک دیتی ہے۔(د) مالی نقصان یہ ہے کہ مال نفع کے لیے نہیں نقصان کے لیے خرچ ہوتا ہے۔

سوال4: اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ ”بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے“ وضاحت کریں؟

جواب: ”بلاشبہ شیطان یہی ارادہ رکھتا ہے“ یعنی﴿1﴾ اہل اسلام میں بغض اور عداوت پھیل جائے۔﴿2﴾ اہل اسلام اللہ کی

یاداورنماز سے رک جائیں۔

سوال5: اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ کہ شراب اور جُوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دے'' شیطان شراب اور جوئے سے اپنے منصوبے میں کیسے کامیاب ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ الۡخَمۡرِ ''شراب'' (الف) شراب سے انسان کا فہم ختم ہوجاتا ہے۔ (ب) شراب سے گوشت اور خون کا نقصان ہوتا ہے۔ (ج) شراب سے انسانی جذبات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ (د) شراب سے انسان کے میلانات میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ (و) شراب کی وجہ سے انسان کو جو مالی نقصان ہوتا ہے اس کی وجہ سے دلی بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ وَ الۡمَیۡسِرِ ''جُوے کے ذریعے'' (الف) جوئے کی وجہ سے انسان کی عقل ماری جاتی ہے۔ (ب) جوئے میں جو ہارتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ اس کی دولت دوسرا اڑا رہا ہے جب کہ وہ دولت سے محروم ہے، شکست خوردگی کا یہ احساس اس کے دل میں بغض اور عداوت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ (ج) اگرچہ جوئے باز بظاہر دوست نظر آتے ہیں مگر ان کے دل نفرت سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔

سوال6: انسان شراب کیوں پیتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کچھ وقت کے لیے حقیقی دنیا سے اپنے آپ کو الگ کرنے کے لیے۔ ﴿2﴾ خیالی دنیا اور تصورات میں گھومنے کے لیے۔ ﴿3﴾ حقیقی زندگی سے فرار کا راستہ اختیار کرنے کے لیے۔

سوال7: اسلام حقیقی زندگی سے فرار کی اجازت کیوں نہیں دیتا؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام چاہتا ہے کہ انسان حقائق کا سامنا کریں، حقائق کا مقابلہ کریں اور حقائق میں زندہ رہیں۔ ﴿2﴾ اسلام چاہتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کی بنیاد حقائق پر رکھیں۔ ﴿3﴾ اسلام چاہتا ہے کہ انسان کی زندگی محض خیالی دنیا اور تصورات پر قائم نہ ہو یہ بیمار طرز زندگی ہے۔ ﴿4﴾ اسلام چاہتا ہے کہ انسان کا ارادہ کمزور نہ پڑے انسان کا ارادہ آزاد ہو اس کے لیے وہ دل کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے کہ دیکھو کہیں ارادہ کمزور نہ ہو جائے یہی عزم کی کمزوری تو تمہارے باپ میں آئی تھی اور وہ عہد کو بھول گئے تھے اب تم نہ بھولنا۔ ﴿5﴾ اسلام ارادے کو اہمیت دیتا ہے اس کے ارادے پر کوئی قوت اثر انداز نہیں ہونے دینا چاہتا۔ ﴿6﴾ شراب سے انسان کے ارادے میں کمزوری آتی ہے۔ انسان حقیقی دنیا سے فرار چاہتا ہے اس لیے اسلام شراب پر پابندی عائد کرتا ہے۔

سوال8: اسلام نشہ آور چیزوں پر کیوں پابندی عائد کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان بیدار رہے، ہر لمحے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتا رہے، اللہ تعالیٰ سے رابطہ مضبوط رکھے

اوراس کے لیے اسلام دل کے اندر اترتا ہے، بند دروازے کھولتا ہے اور بتاتا ہے کہ نشہ آور چیزوں سے انسان کی ہوش غائب ہو جاتی ہے۔﴿2﴾ اسلام انسان پر فرائض عائد کرتا ہے جس کی ادائیگی کے لیے ہوش مند ہونا ضروری ہے جبکہ شراب ہوش غائب کر دیتی ہے۔﴿3﴾ اسلام انسان کو صرف اپنی ذات اور اپنی لذتوں کے اندر غرق رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان اپنے نفس کے حقوق ادا کرے۔ اہل وعیال کے حقوق ادا کرے۔ اپنے معاشرے کے حقوق ادا کرے اور پوری انسانیت کے حقوق ادا کرے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے، ہدایت سکھائے۔ اس وجہ سے اسلام چاہتا ہے کہ انسان ہوش مند رہے، ہر وقت بیدار رہے۔ لذت اور شہوت کا غلام نہ بن جائے۔ جب کہ شراب انسان کو مدہوشی میں نہادیتی ہے اور وہ کوئی فرض ادا کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اس لیے اسلام ہر نشہ آور چیز پر پابندی عائد کرتا ہے کہ یہ انسان کو انسان نہیں رہنے دیتیں۔

سوال 9: شیطان کے مقاصد بتانے کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جب انسان یہ جان لیتا ہے کہ شیطان بغض اور دشمنی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکنا چاہتا ہے تو مومن کا دل جاگ اٹھتا ہے۔ اس کا احساس تیز ہو جاتا ہے وہ فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔﴿2﴾ جب اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں کہ کیا تم باز آنے والے ہو؟ تو مومن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ والا جواب دیتا ہے کہ ہم باز آ گئے، ہم باز آ گئے۔

سوال 10: وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ''اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد سے روک دے اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: شراب اور جوا اللہ تعالیٰ کی یاد اور نماز سے روکتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے لیے تخلیق کیا ہے اور ہماری زندگی کا مقصد عبادت ہے تاکہ ہمارے دل اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔ شراب اور جوا دلوں کو غافل کرتے ہیں۔ دل اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کی یاد سے اور دل اور بدن نماز سے دور ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ کیا تم باز آتے ہو؟

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (92)

اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور ان کی نافرمانی سے بچو، پھر اگر تم نے منہ موڑا تو جان لو کہ بلاشبہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔(92)

سوال 1: وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو'' اسلام میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ایک ہی چیز کا نام ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے وہ رسول ﷺ کی

اطاعت کرتا ہے اور جو رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:726/1)﴿2﴾اسلام اللہ تعالیٰ اوراس کی رسول کی اطاعت کا نام ہے۔﴿3﴾اسلام میں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کی طرف ہر چیز لوٹتی ہے۔﴿4﴾اسلام میں اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی بے قید اطاعت کے علاوہ کسی چیز کی گنجائش نہیں۔﴿5﴾جو اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت سے نکلتا ہے وہ دراصل اسلام کی ہر ذمہ داری سے نکل جاتا ہے۔

سوال2:وَاحۡذَرُوۡا ''اوران کی نافرمانی سے بچو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:''اوران کی نافرمانی سے بچو''یعنی اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی نافرمانی سے ڈرو کیونکہ یہ نافرمانی خسارے کا باعث ہے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کا تقاضا کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کے سارے احکامات کی تعمیل کی جائے۔﴿2﴾یعنی ظاہری اور باطنی اعمال واقوال،حقوق اللہ اور حقوق مخلوق سے متعلق واجب اور مستحب اعمال بجالائے جائیں اوراس امر کو متضمن ہے کہ ان امور سے اجتناب کیا جائے جن سے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے۔(تفسیر سعدی:726/1)

سوال4:فَاِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ''پھراگرتم نے منہ موڑا تو جان لو کہ بلاشبہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے''اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑنے والوں کو کیا دھمکی دی گئی ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑنے والوں کو یہ دھمکی دی گئی ہے کہ جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اور جس چیز سے تمہیں روکا گیا ہے اگرتم اس کی تعمیل سے منہ موڑو گے تو رسول اللہ ﷺ نے تو تبلیغ کردی ،فرض ادا کردیا اور آپ کے معاملے سے فارغ ہوگئے ہیں اب اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب نے گھیر لیا تو رسول اللہ ﷺ عذاب کو دور نہیں کرسکتے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول کی اطاعت نہ کرکے اپنا نقصان کرو گے کہ اللہ تعالیٰ تو سرکشوں کو سزا دینے والا ہے۔﴿3﴾رسول ﷺ نے پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کردیا اب اگرتم سیدھے راستے پر چلو گے تو تمہارا فائدہ ہے اوراگرتم برائیاں کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارا محاسبہ کرے گا۔

لَيۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحۡسَنُوۡا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (93)

جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان پر اس میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر گئے اور وہ ایمان

لائے اورانہوں نے نیکیاں کیں پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اوروہ ایمان لائے پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہی رہے اورانہوں نے نیکیاں کیں اوراللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(93)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:اس آیت کے بارے میں اہل ایمان کی خواہش تھی کہ وہ اپنے مومن بھائیوں کے بارے میں جانیں جوحالت اسلام میں فوت ہوئے اورشراب کی تحریم سے قبل وہ شراب پیا کرتے تھے چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ ’’جوایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان پراس میں کوئی گناہ نہیں‘‘ (تفسیر سعدی:727/1)

سوال2: لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا ’’جوایمان لائے اور جنہوں نے نیکیاں کیں ان پراس میں کوئی گناہ نہیں جووہ کھا چکے‘‘ حلال وحرام کے احکامات آنے سے قبل جن مسلمانوں نے کوئی حرام چیز استعمال کی اس کے بارے میں اسلام کا مؤقف کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾جب تک کسی چیزکوحرام نہ کیا گیاہووہ حرام نہیں ہوتی۔﴿2﴾حلال وحرام کے احکامات کااطلاق ماضی پرنہیں ہوتا۔﴿3﴾احکامات کے آنے سے پہلے سزانہیں ہوتی نہ دنیا کی نہ آخرت کی۔﴿4﴾جولوگ احکامات آنے سے پہلے وفات پاگئے توان پرکسی قسم کامؤاخذہ نہ ہوگا۔اس لیے کہ انہوں نے حرام چیزاستعمال نہیں کی۔وہ تواللہ سے ڈرتے رہے۔ گناہوں سے بچتے رہے،نیک کام کرتے رہے۔اس لیےان کوسزانہیں ملے گی۔

سوال3:فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ’’جووہ کھا چکے جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرگئے اوروہ ایمان لائے اور انہوں نے نیکیاں کیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾فِيْمَا طَعِمُوْٓا ’’جووہ کھا چکے‘‘یعنی شراب اور جوئے کے حرام ہونے سے پہلے جووہ کھاتے پیتے تھے۔﴿2﴾اِذَا مَا اتَّقَوْا ’’جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرگئے‘‘جب وہ حرام سے بچے۔﴿3﴾اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ’’جب وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرگئے اوروہ ایمان لائے اورانہوں نے نیکیاں کیں‘‘یعنی اس شرط کے ساتھ وہ گناہوں کوچھوڑیں اوراللہ تعالیٰ پرایسا پختہ اورصحیح ایمان رکھیں جس کی وجہ سے اعمال صالح کاصدورممکن ہوتا ہے پھراس پرہمیشہ قائم رہیں۔ایمان اس وقت تک کافی نہیں جب تک اس پرمستقل مزاجی سے ہمیشہ قائم نہ رہیں۔ایمان پردوام اورنیک اعمال پرموت آئے مومن سے یہی مطلوب ہے۔

سوال4:اس آیت میں تقویٰ کی تین بارتکرارکی گئی ہے۔حکمت واضح کریں؟

جواب:《1》پہلے مقام پر ایمان، عمل صالح اور تقویٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اعمال کی اصل قدر و قیمت انسان کے اندر کے شعور کی وجہ سے ہوتی ہے۔یہاں تقویٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کے حکم کو قبول کرنا اس کی تصدیق کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔《2》دوسرے مقام پر تقویٰ اور ایمان کا ذکر کیا گیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ اندر کے شعور کی وجہ سے انسان اللہ کے ساتھ ہر وقت جڑا رہتا ہے۔اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تصدیق اندر کے چھپے ہوئے شعور کا ترجمان ہوتے ہیں۔یہاں تقویٰ سے مراد تصدیق پر ثبات ہے اور احکامات کو تبدیل کرنے کو چھوڑ دینا ہے۔《3》تیسرے مقام پر تقویٰ اور احسان کا ذکر کیا گیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اعمال میں حسن اور اندر کے شعور کے درمیان ایک رابطہ ہوتا ہے۔اعمال کی ظاہری صورت پر اس کے اجر کا دارومدار نہیں اس کی نیت پر ہے اور نیت کا تعلق باطنی شعور سے ہے، اسی شعور کا نام تقویٰ ہے۔یہاں پر تقویٰ سے مراد احسان اور نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے۔(جامع البیان:39/7) حقیقت یہ ہے کہ تقویٰ پر ہی سارے اعمال کا دارومدار ہے۔تقویٰ سے ہی نیت درست ہوتی ہے۔تقویٰ سے ہی ثابت قدمی آتی ہے۔تقویٰ سے ہی اللہ کی قربت ملتی ہے۔تقویٰ سے ہی اعمال میں حسن پیدا ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے۔

سوال5: ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ''پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور وہ ایمان لائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اس سے بچتے رہیں۔《2》ایمان اور تقویٰ پر ثابت قدم رہے۔

سوال6: ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ''پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہی رہے اور انہوں نے نیکیاں کیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: پھر وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور یہ خوف انہیں احسان کے درجے تک لے گیا اور یہ احسان وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض نہیں کیا۔

سوال7: وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ''اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نوافل کے ذریعے قرب چاہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ان اعمال کو وہ پسند کرتا ہے۔(جامع البیان:39/7)

رکوع نمبر 3

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (94)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ تمہیں شکار میں سے کسی چیز سے ضرور آزمائے گا کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے اس تک پہنچتے ہوں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے؟ پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی تو اس کے

لیے دردناک عذاب ہے۔(94)

سوال 1: يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ تمہیں شکار میں سے کسی چیز سے ضرور آزمائے گا'' کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے اس تک پہنچتے ہوں گے، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔(جامع البیان:42/7) ایمان والوں کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کا امتحان لے۔﴿2﴾ لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ ''اللہ تعالیٰ تمہیں شکار میں سے کسی چیز سے ضرور آزمائے گا'' اللہ تعالیٰ تمہارا شکار کے ذریعے امتحان لے گا جو بڑا امتحان نہیں ہے۔﴿3﴾ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ ''کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے اس تک پہنچتے ہوں گے'' یعنی شکار تمہارے ہاتھ اور نیزوں کے اختیار میں ہے۔ مجاہد نے کہا: ہاتھ کے اختیار میں چھوٹا شکار ہے اور نیزے کے اختیار میں بڑا شکار۔(جامع البیان:42/7) اگر اختیار نہ ہوتا تو آزمائش نہ ہوتی۔﴿4﴾ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ ''تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے'' یعنی اس طرح جان لے جو سب پر ظاہر بھی ہو جائے اور جس پر ثواب یا عذاب بھی ہو۔﴿5﴾ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ''کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے'' اللہ تعالیٰ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کون ہے جو بن دیکھے اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانی سے رک جاتا ہے اور کون ہے جو شکار سامنے آنے پر شکار کر لیتا ہے۔

سوال 2: مسلمانوں کو شکار کے ذریعے کیسے آزمائش میں ڈالا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ تمہارے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہوگا یعنی سہولت سے مارا جاسکتا ہے۔ آزمائش تو وہیں ہوتی ہے جہاں انسان اپنے پاؤں پر کھڑا نہ رہ سکے۔﴿2﴾ شکار اہل عرب کی تفریح اور معاش کا سامان تھا اس لئے ان کی آزمائش شکار سے کی گئی ہے۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حدیبیہ کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے (جلدی سے) احرام باندھ لیا اور میں نے (اس وقت تک) احرام نہیں باندھا تھا پھر ہمیں خبر دی گئی کہ (مقام) غیقہ میں دشمن ہے جو کہ لڑنا چاہتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور میں (ابو قتادہ) بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے ساتھ تھا، پھر میرے ساتھیوں نے ایک گورخر (جنگلی گدھا) دیکھا تو وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے (میں سمجھ گیا کہ کسی شکار کو دیکھ کر ہنس رہے ہیں) پھر میں نے بھی نظر اٹھائی تو گورخر کو دیکھ لیا، میں نے گھوڑا اس کے پیچھے دوڑا دیا، اسے تیر مار کر گرا دیا پھر میں نے ان لوگوں سے مدد چاہی تو انھوں نے میری مدد کرنے سے انکار کر دیا (بالآخر میں نے ہی اس کو ذبح کیا) پھر ہم سب نے اس کا گوشت کھایا اس کے بعد میں اپنا گھوڑا سرپٹ دوڑا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے لگا۔ ہمیں یہ خوف ہو گیا تھا کہ ہم نبی

ﷺ سے چھوٹ جائیں گے پھر (راستہ میں) بنی غفار کے ایک شخص سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کو کہاں چھوڑا ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو تعھن نامی چشمہ پر چھوڑا تھا اور آپ ﷺ کا ارادہ تھا کہ مقام سقیا میں قیلولہ کریں (یہ پوچھ کر میں چل دیا) اور رسول اللہ ﷺ سے جاملا، جب میں آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! صحابہ نے مجھے بھیجا ہے، انھوں نے آپ ﷺ پر سلام اور اللہ کی رحمت عرض کی ہے اور انھیں یہ خوف ہے کہ دشمن انھیں آپ سے جدا کردے گا پس آپ ان کا انتظار کیجیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے (ایسا ہی) کیا پھر میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! ہم نے ایک گورخر کو شکار کیا ہے اور ہمارے پاس اس کا کچھ بچا ہوا گوشت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا: کھاؤ۔ حالانکہ وہ سب احرام میں تھے۔ (صحیح بخاری ابواب العمرہ)

سوال3: لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ''تاکہ اللہ تعالیٰ جان لے کہ اس سے بن دیکھے کون ڈرتا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کون غائبانہ اللہ سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون پوشیدہ اور ظاہر میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے رب العزت کا فرمان ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں یقیناً ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔ (الملک: 12) ﴿1﴾ یہ مسلمانوں کے ضمیر کے اندر رکھے گئے اصولوں کی پرکھ ہے، یہ ایک مضبوط بنیاد ہے جس پر اسلام کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا لیکن جب وہ ایمان لاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا یقین اس کے اندر موجود ہوتا ہے۔ اسی یقین کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ انسان کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے، وہ دیکھتا ہے، وہ باخبر ہے اور وہ ہر چیز پر نگران ہے یہ یقین اس کے اندر بڑی تبدیلی پیدا کردیتا ہے۔

﴿2﴾ مومن کے اندر اللہ تعالیٰ کے غائبانہ یقین کی حقیقت جتنی گہری جم جاتی ہے وہ اتنا ہی بلند ہوجاتا ہے اس طرح اس کی فطری قوتیں آزاد ہوجاتی ہیں۔ ﴿3﴾ ایک انسان اگر ہر چیز کو اپنے حواس سے سمجھنا چاہتا ہے تو اس کی سمجھ کا دائرہ سکڑ جاتا ہے وہ اپنے آپ کو حیوانی سطح پر لے آتا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اہل ایمان دل کا یقین حاصل کریں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ہے لیکن وہ علم پر نہیں پکڑتا اس کی پکڑ اور گرفت ان باتوں پر ہوتی ہے جو واقع ہوجائیں۔ اس لیے ایسے شکار سے مسلمانوں کو آزمایا گیا جو ان کے ہاتھوں اور نیزوں کی زد میں ہو لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتے ہوئے شکار سے رک جائیں۔

سوال4: فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ''پھر اس کے بعد جس نے زیادتی کی تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے'' وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَمَنِ اعْتَدٰى ''پھر جس نے زیادتی کی'' جو تم میں سے اللہ تعالیٰ کی حد سے تجاوز کرے اور اسے اپنے لیے حلال

کر لے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرادیا۔《2》بَعْدَ ذٰلِكَ اس کے بعد کہ دلائل سے حق اور باطل کو واضح کردیا ہے۔《3》فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس اس کے لیے انتہائی دردناک عذاب ہے۔جس کا وصف اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بیان نہیں کرسکتا، کیونکہ حد سے تجاوز کرنے والے اس شخص کے لئے کوئی عذر نہیں۔اعتبار اس شخص کا ہے جو لوگوں کی عدم موجودگی میں غائبانہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، رہا لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے خوف کا اظہار کرنا تو یہ کبھی کبھی لوگوں کے خوف کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔تب اس پر کوئی ثواب نہیں۔《4》اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شکار سے روکا ہے اور کامیابی کے لئے سارے مواقع دیے ہیں اب کوئی سزا کا راستہ اختیار کرے تو اس کا انجام دردناک سزا کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر:16/2)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ (95)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم حالت احرام میں ہو تو شکار کو نہ مار ڈالو اور تم میں سے جو بھی جان بوجھ کر اسے مار ڈالے تو اس کا بدلہ اس کی مانند جانور ہے جو اس نے مارا ہے، اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے، یہ کعبہ پہنچنے والی قربانی ہے یا کفارے میں مسکینوں کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے ہیں تاکہ وہ اپنے کام کا مزہ چکھے جو کچھ گزر چکا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کردیا اور جس نے دوبارہ یہی کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بڑے انتقام والا ہے۔(95)

سوال1: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شکار کو نہ مار ڈالو' جب تم حالت احرام میں ہو' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی جب حج یا عمرے کے لیے احرام باندھ لو تو شکار نہ کرو۔《2》اس حکم میں شکار سے پہلے کے امور بھی شامل ہیں مثلاً شکار کی نشاندہی کرنا اور شکار میں تعاون کرنا۔《3》اس حکم میں شکار کھانا بھی شامل ہے یعنی احرام کی حالت میں محرم شکار نہیں کھاسکتا۔《4》شکار پر پابندی عام حالت میں نہیں ہے۔《5》شکار کی پابندی عظیم عبادت کی تعظیم کے لیے ہے۔

سوال2: اگر غلطی سے کسی محرم کے ہاتھوں کوئی شکار ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

جواب:《1》غلطی سے شکار کرنے والا گناہ گار نہیں ہے۔《2》غلطی سے شکار کرنے والے پر کفارہ نہیں ہے۔

سوال3: اگر کوئی عملاً یعنی جان بوجھ کر شکار کرے تو کیا حکم ہے؟

جواب:﴿1﴾اس پر جانور ذبح کرنا فرض ہے اور یہ شکار کی قیمت کے اعتبار سے ہوگا۔﴿2﴾اگر منصف فیصلہ کر دیں گے تو اس جانور کو چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کعبہ تک پہنچے اور وہاں کے مساکین کو کھلایا جائے۔

سوال4: وَمَنۡ قَتَلَهٗ مِنۡكُمۡ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثۡلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ''اور تم میں سے جو بھی جان بوجھ کر اسے مار ڈالے تو اس کا بدلہ اس کی مانند جانور ہے جو اس نے مارا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَمَنۡ قَتَلَهٗ مِنۡكُمۡ مُّتَعَمِّدًا جو جان بوجھ کر حالت احرام میں شکار کر لے تو اس پر بدلہ ہے۔﴿2﴾ فَجَزَآءٌ مِّثۡلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ''تو اس کا بدلہ اس کی مانند جانور ہے جو اس نے مارا ہے'' یعنی اس پر مارے ہوئے مویشی کے مطابق بدلہ ہے۔شکار کے بارے میں یہ دیکھ کر کہ کس جانور سے مشابہت رکھتا ہے اونٹ سے، گائے سے، بکری سے، اسی کے مطابق مویشی صدقہ کیا جائے گا۔صحابہ اکرام نے کبوتر کے شکار پر بکری، شتر مرغ کے شکار پر اونٹنی اور نیل گائے پر گائے ذبح کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

سوال5: يَحۡكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ هَدۡيًاۢ بٰلِغَ الۡكَعۡبَةِ اَوۡ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيۡنَ اَوۡ عَدۡلُ ذٰ لِكَ صِيَامًا لِّيَذُوۡقَ وَبَالَ اَمۡرِهٖ ''اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے کہ کعبہ پہنچنے والی قربانی ہے کفارے میں مسکینوں کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے ہیں تا کہ وہ اپنے کام کا مزہ چکھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ يَحۡكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ ''اس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں گے'' وہ لوگ فیصلہ کریں گے جو عادل ہوں اور جانوروں کی مشابہت کی بھی سمجھ رکھتے ہوں۔﴿2﴾ هَدۡيًاۢ بٰلِغَ الۡكَعۡبَةِ ''کعبہ پہنچنے والی قربانی ہے'' شکار کے بدلے کا جانور کعبے تک پہنچایا جائے گا اور اسے حرم میں ذبح کیا جائے گا۔﴿3﴾ اَوۡ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيۡنَ ''یا کفارے میں مسکینوں کا کھانا ہے'' مویشیوں میں سے جو بھی مشابہت رکھنے والا جانور ہوگا اس کے مطابق مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا۔کوئی جانور نہ ملنے کی صورت میں دو منصف مساکین کے کھانے کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔یہ کھانا شکار کی قیمت کے برابر ہونا چاہیے۔علماء کہتے ہیں کہ جزا یوں پوری ہوگی کہ اس مشابہت رکھنے والے جانور کی قیمت کے برابر غلہ خریدا جائے گا اور ہر مسکین کو گیہوں یا کسی دوسری جنس میں سے ایک مد یا نصف صاع دیا جائے گا روایت میں ہے جب محرم نے ہرن کو مار ڈالا تو اس پر ایک بکری ہے جو مکے میں ذبح کی جائے گی۔اگر نہ پائے تو چھ مسکین کا کھانا ہے اگر نہ پائے تو تین روزے ہیں۔اگر کسی نے اونٹ کو قتل کیا تو اس کے ذمہ ایک گائے ہے اگر نہ پائے تو بیس مسکینوں کا کھانا دینا اگر یہ بھی نہ پائے تو بیس روزے۔اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ مارا ہے تو اس پر ایک اونٹنی ہے اگر نہ ملے تو تیس مسکینوں کا کھانا ہے اگر نہ پائے تو تیس دن کے روزے۔(تفسیر ابن کثیر:19/2:2)﴿4﴾ اَوۡ عَدۡلُ ذٰ لِكَ صِيَامًا ''یا اس کے برابر روزے ہیں'' یا ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے بدلے میں

ایک روزہ رکھے۔﴿5﴾لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ”تا کہ وہ اپنے کام کا مزہ چکھے“تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی پر جزا کے وجوب کے ذریعے اپنے کام کی سزا کو بھگتے۔لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تا کہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے۔حرمت کی توہین کے بارے میں اسلام کا رویہ سخت ہے۔کفارے سے ہی معافی کی صورت نکل سکتی ہے۔کفارے کے وجوب کا حکم اللہ تعالیٰ کی مخالفت کی سزا ہے۔(مختصر ابن کثیر:47/1)

سوال6:عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ وَ مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ”جو کچھ گزر چکا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا اور جس نے دوبارہ یہی کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ”جو کچھ گزر چکا اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا“ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے گناہ جو گزر چکے انہیں معاف فرما دیا۔لیکن انہیں معاف ہیں جو اسلام میں خلوص سے عمل کرتے ہیں،شریعت کے پابند ہیں اور گناہ نہیں کرتے۔(مختصر ابن کثیر:471/1)﴿2﴾وَ مَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ”اور جس نے دوبارہ یہی کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا“ جو اسلام لانے کے بعد جاہلیت جیسا کام کرے گا یعنی دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔

سوال7: شکار کا اعادہ کرنے والے کے بارے میں رب العزت نے کیا فرمایا ہے؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ اعادہ کرنے والے سے بدلہ لے گا۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ سب پر غالب ہے اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہے۔﴿3﴾اعادہ کے بارے میں واضح کر دیا کہ پھر اللہ تعالیٰ سے مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

سوال8:وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ”اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب بڑے انتقام والا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ عزیز ہے یعنی اپنے کام پر پوری طرح غالب ہے اس پر نافرمان غالب نہیں آ سکتا۔ذُو انْتِقَامٍ ہے وہ اپنے روکنے کے بعد گناہ کرنے والے کو سزا دیتا ہے۔(تفسیر منیر:58/4)﴿2﴾محمد بن اسحاق نے کہا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لینے والا ہے جو کفر کرے علم اور اس میں معرفت کے بعد جو کچھ اس کے پاس آیا ہے۔(ابن ابی حاتم:1210/4)

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ ۚ وَ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ(96)

تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے، جو تمہارے لیے اور قافلوں کے لیے سامان زندگی ہے اور جب تک تم حالتِ احرام میں ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جس کی طرف تم سب کو اکٹھا کیا جائے

گا۔(96)

سوال1: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهُ ''تمہارے لیے سمندر کا شکاراوراس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》صَيْدُ الْبَحْرِ :سمندر کے شکار سے مراداس کے زندہ جانور ہیں۔《2》وَطَعَامُهُ اوراس کے کھانے سے مراد سمندر میں مرنے والے سمندری جانور ہیں۔《3》یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مرے ہوئے بحری جانور بھی حلال ہیں۔ (تفسیر سعدی:730/1)

سوال2: سمندر کا شکاراوراس کا کھانا کیوں حلال کیا گیا؟

جواب:《1》سمندر میں بعض اوقات زادراہ ختم ہو جاتا ہے۔《2》سمندر میں غذا کی فراہمی کے لئے پانی کے جانوروں کے شکار کے علاوہ کوئی تدبیر ممکن نہیں ہوتی۔

سوال3: أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ ''تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا ہے''سمندری شکار کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب:《1》حالت احرام اور حالت غیر احرام دونوں میں جائز ہے، شکار بھی کیا جاسکتا ہے اور سٹاک بھی کیا جاسکتا ہے۔《2》ایک شخص نے رسول ﷺ سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ ہم سمندر کے سفر کو جاتے ہیں اور ہمارے ساتھ پانی بہت کم ہوتا ہے اگراسی سے وضوکرتے ہیں تو پیاسے رہ جائیں تو کیا ہمیں سمندر کے پانی سے وضو کرلینے کی اجازت ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا: سمندر کا پانی پاک ہے اوراس کا مردہ حلال ہے۔ابوداؤد میں ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ حج یا عمرے میں تھے اتفاق سے ٹڈیوں کا دل آپہنچا ہم نے انہیں مارنا اور پکڑنا شروع کیا لیکن پھر خیال آیا کہ ہم تو احرام کی حالت میں ہیں انہیں کیا کریں گے؟ چنانچہ ہم نے جاکر نبی ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دریائی جانوروں کے شکار میں کوئی حرج نہیں۔(تفسیر ابن کثیر:21،22/2)

سوال4: مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ''تمہارے لیے اور قافلوں کے لیے سامان زندگی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مَتَاعًا لَّكُمْ تمہارے لیے یعنی بستی والوں کے لیے، اس سے مراد مقیم لوگ ہیں۔وَلِلسَّيَّارَةِ اور قافلوں کے لیے یعنی مختلف شہروں اور جنسوں کے لوگوں کے لیے جو مسافر ہوں۔(جامع البیان:75/7)《2》مَتَاعًا سامان زندگی یعنی فائدہ ہے، اللہ تعالیٰ نے سمندری جانوروں کے مردار کو حلال کر کے اسے متاع قرار دیا ہے۔

سوال5: وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ ''اور جب تک تم حالت احرام میں ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کر دیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》شکار سے یہ مسئلہ اخذ کیا جاتا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ شکار کیا ہوا جانور جنگلی ہو کیونکہ پالتو اور گھریلو جانور پر شکار کا اطلاق نہیں ہوتا۔نیز یہ ایسا جانور ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہو کیونکہ جس جانور کا گوشت نہ کھایا جاتا ہو اس کا شکار نہیں

کیا جاتا نہ اس پر شکار کا اطلاق کیا جاتا ہے۔(تفسیر سعدی:730/1)

سوال6: حالت احرام میں بری شکار کے بارے میں دوبارہ حرام ہونے کی تاکید کرنے کی کیا حکمت ہے؟

جواب: سمندری حیوانات کے شکار اوران کے استعمال کی اجازت دی گئی تو دوبارہ تاکید کی گئی تاکہ ذہنوں سے بات محو نہ ہو۔

سوال7: حرم کے اندر اور حالت احرام میں پابندیاں کیوں لگائی گئی ہیں؟

جواب:《1》دنیا انسانوں کی لئے کشمکش کا میدان ہے۔انسان ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے کوششیں کرتے ہیں، ایک دوسرے سے لڑتے ہیں۔تمام زندہ مخلوق میں یہ جنگ جاری رہتی ہے اسلام انسانوں کو امن کے دن، امن کا خطہ اور امن کی حالت فراہم کرتا ہے۔امن کے دن حرام مہینے ہیں امن کا خطہ ''حرم'' ہے اور امن کی حالت، حالت احرام ہے۔《2》اس کی وجہ سے انسانوں کو خوف کی بجائے اطمینان ملتا ہے۔تمام لوگ امن، اطمینان اور سلامتی کے ساتھ رہیں۔《3》انسان کو محض امن کا ذہنی تصور نہیں دیا عملی طور پر اس کا نمونہ دکھا کر یہ ثابت کیا کہ اسلام ہی دنیا کو امن دے سکتا ہے۔اسلام کے سائے تلے ہی انسان اطمینان کی زندگی بسر کرسکتے ہیں۔

سوال8: حالت احرام کی پابندیوں سے کیا سکھانا مطلوب ہے؟

جواب: جو حکم احرام کی حالت میں جانوروں کے بارے میں دیا گیا ہے۔وہی روزمرہ کی زندگی میں عام انسانوں سے مطلوب ہے۔

سوال9: وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ جس کی طرف تم سب کو اکٹھا کیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

《1》وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ یعنی جس چیز کا اس نے حکم دیا ہے اس پر عمل کر کے اور جس چیز سے اس نے روکا ہے اس سے رک کر ڈر جاؤ یعنی تقویٰ اختیار کرو۔《2》الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ''جس کی طرف تم سب کو اکٹھا کیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سب انسانوں کے اکٹھے ہونے کا علم دیا ہے اور اس علم کی مدد سے تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔تاکہ مومن تقوی اختیار کرنے کی جزا کو ذہن میں حاضر رکھے اور دنیا میں صحیح روش اختیار کرے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہی تمام نیک کاموں کی بنیاد بنتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خدا خوفی کے جذبات کو ابھارا ہے۔《3》انسانی زندگی میں تبدیلی لانے والی دوسری بڑی چیز انجام سے لوٹ جانے کا احساس۔اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے احکامات کی پابندی کے لئے لوٹ جانے کو اور حساب کتاب کو یاد کروا کر توجہ اس جانب دلائی ہے کہ اس معاملے کو ہلکا نہ سمجھو۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَاۗىِٕدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (97)

اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کولوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور حرمت والے مہینوں کو بھی اور قربانی کے جانوروں کو بھی اور پٹے ڈالے گئے جانوروں کو بھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ تم جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔(97)

سوال 1: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ''اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کولوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے'' اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو کیا خاص مقام دیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کعبہ (جس کے حروف اصلی ک، ع، ب ہیں) عربی زبان میں اوپر کو اٹھے ہوئے چوکور گھر کو کہتے ہیں۔ کعبہ کی جگہ نشیب میں ہے اور کعبہ دور سے اٹھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ جب کعبہ بنایا گیا تھا اس وقت اس کے چاروں طرف مسجد حرام بنی ہوئی نہیں تھی اس لیے دور سے اٹھا ہوا اور زمین سے ابھرا ہوا نظر آتا تھا اس ارتفاع کی وجہ سے اس کا نام ''کعبہ'' رکھا گیا۔ (تفسیر انوار البیان: 186/2:2) ﴿2﴾ ''اللہ تعالیٰ نے حرمت والے گھر کعبہ کولوگوں کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے'' یعنی اس کی تعظیم کے قیام کے ساتھ ان کا دین اور دنیا قائم ہیں۔ کعبہ کے ساتھ ان کے اسلام کی تکمیل ہوتی ہے۔ ان کے بوجھ ہلکے ہوتے ہیں۔ اس گھر کا قصد کرنے سے زیادہ نوازشیں اور احسانات حاصل ہوتے ہیں۔ اسی کعبہ کے سبب سے اموال خرچ کیے جاتے ہیں اور اس کی خاطر بڑے بڑے اہوال میں گھسا جاتا ہے۔ اسی محترم گھر میں دور دور سے مختلف رنگ و نسل کے مسلمان اکٹھے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے مدد لیتے ہیں۔ مصالح عام میں ایک دوسرے سے مشورہ کرتے ہیں۔ ان کے درمیان ان کے دینی اور دنیاوی مفادات کے ضمن میں روابط استوار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَاۗىِٕسَ الْفَقِيْرَ تاکہ وہ اپنے منافع کے لئے حاضر ہوں اور چند معلوم دنوں میں چوپائے مویشیوں پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کریں جو اس نے انہیں عطا فرمائے سو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ۔ (الحج: 28) اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس محترم گھر کولوگوں کے لیے اجتماعی زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا، بعض علماء کہتے ہیں کہ ہر سال بیت اللہ کا حج کرنا فرض کنایہ ہے۔ اگر تمام لوگ حج چھوڑ دیں تو تمام وہ لوگ گناہ گار ٹھہریں گے جو حج کرنے کی قدرت رکھتے ہیں بلکہ اگر تمام لوگ حج چھوڑ دیں تو ان کی اجتماعی زندگی کا سہارا ختم ہو جائے گا اور قیامت قائم ہو جائے گی۔ (تفسیر سعدی: 731/1:1)

سوال 2: امن وسلامتی کے اور کیا اقدامات کیے گئے؟

جواب: ﴿1﴾ کعبہ کو ''مقام امن'' قرار دیا گیا۔ ﴿2﴾ حرام مہینوں کو ''زمانہ امن'' قرار دیا گیا۔ ﴿3﴾ ہدی کے جانوروں کو

مامون اور محفوظ قرار دیا گیا۔﴿4﴾ حرم کی طرف رخ کرنے والوں کو مامون قرار دیا گیا۔﴿5﴾ امن و امان کے دائرے کو انسانی ضمیر تک وسعت دی گئی۔

سوال3: امن و سلامتی کے اقدامات سے کیا مطلوب ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کی تربیت کہ انسان بلند ہو کر ملاء اعلیٰ سے معاملہ کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔﴿2﴾ پسی ہوئی، خوف زدہ اور مصیبت زدہ انسانیت جان لے کہ امن کے لیے ایمان لانا ضروری ہے۔

سوال4: وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ ''اور حرمت والے مہینوں کو بھی'' حرام مہینے کون سے ہیں؟

جواب: ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے حرام مہینوں کی حرمت دلوں میں بٹھائی تھی، اس کے ان پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عربوں کے دلوں میں چار مہینوں کا احترام بٹھایا تھا۔ اس کے ان پر گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ ﴿1﴾ وہ جاہلی دور میں بھی ان کا احترام کرتے تھے۔﴿2﴾ ان مہینوں میں وہ کسی کو ڈراتے نہیں تھے۔﴿3﴾ ان مہینوں میں وہ خون کا بدلہ بھی نہیں لیتے تھے۔﴿4﴾ ان مہینوں میں اپنے باپ، بھائی اور بیٹے کے قاتل کو بھی پاتے تو اذیت نہ دیتے۔ ﴿5﴾ ان مہینوں میں لوگ تجارتی سفر کرتے اور رزق حلال تلاش کرتے۔﴿5﴾ ان مہینوں میں لوگ آزادی سے کھلے پھرتے تھے۔

سوال6: وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ''اور قربانی کے جانوروں کو بھی اور پٹے ڈالے گئے جانوروں کو بھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قربانی کے جانور اور پٹہ ڈالے گئے جانوروں کو لوگوں کی گزر اوقات کا ذریعہ بنایا۔ لوگ ان جانوروں سے فائدے بھی اٹھاتے ہیں اور ثواب بھی حاصل کرتے ہیں۔

سوال7: ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ تم جان لو یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کعبہ کے حرم اور زندگی کے قیام کا ذریعہ بنانے سے، ماہ حرام، قربانی کے جانور اور قلادوں کی معاونت سے اللہ تعالیٰ دراصل یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے جس نے تمہاری دینی اور دنیاوی مصلحتوں کا لحاظ رکھا اور یہ گھر بنایا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ ''جائے امن'' قرار دینے والا انسانوں کے حالات سے بھی باخبر ہے اور اسے آسمانوں اور زمین کے اندر کی ہر چیز کا علم ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے مزاج سے اس کی

نفسیات سے آگاہ ہے۔وہ ان کی زندگیوں کو جانتا ہے انہیں ایسا قانون دیتا ہے جو ان کے نفسیاتی اور مزاجی تقاضوں،ان کی ضروریات اور ان کے میلانات کے مطابق کہے۔《3》اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ وہ انسانوں کی تمام ضروریات کا لحاظ رکھتا ہے۔《4》اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان جان لیں کہ اس نے شریعت کو انسانی فطرت کے عین مطابق رکھا ہے تاکہ شریعت اور فطرت میں مکمل ہم آہنگی ہوجائے۔《5》اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسانوں کو شریعت کے بارے میں شرح صدر حاصل ہوجائے تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کا کمال اور جمال محسوس ہوتا کہ وہ سکون میں آجائیں۔

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ(98)

جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے۔(98)

سوال1:اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ’’جان لو کہ اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اِعۡلَمُوۡۤا جان لو۔یعنی اس علم کو ہمیشہ اپنے دلوں میں بٹھائے رکھو اَنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ’’اللہ تعالیٰ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نافرمانی کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں یقیناً سخت سزا دینے والا ہے۔《1》ہر انسان اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے۔《2》دنیا میں بظاہر آزاد ہونے سے اپنے آپ کو آزاد نہ سمجھو،اللہ تعالیٰ کی پکڑ سخت ہے۔《3》اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع کر دیں۔

سوال2:وَ اَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ’’اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》تمہارے دلوں میں یہ حقیقت ہمیشہ بیٹھی رہے،تمہیں ہمیشہ یہ معلوم رہے،کبھی یہ علم معدوم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بخش دینے والا ہے،ان پر رحم فرمانے والا ہے جو گناہوں کی بخشش کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔《2》اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف اور اس سے بخشش اور ثواب کی امید اس علم کے ثمرات ہیں اور تم خوف اور امید کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتے رہو۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے سزا کے ڈراوے کے ساتھ اپنی مغفرت اور رحمت کا شعور دلایا ہے۔حکمت واضح کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ جو مومن اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرتے ہیں وہ مطمئن ہوجائیں کہ اللہ تعالیٰ بہترین جزا دینے والا منصف ہے۔《2》اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ مومن یہ جان لیں کہ اپنے اعمال ہی کام آنے والے ہیں۔《3》اللہ تعالیٰ مومن کے ذہن میں اس حقیقت کو تازہ کرتے ہیں کہ اگرچہ وہ بظاہر دکھائی نہیں دیتا مگر وہ زندہ ہے،موجود ہے،حکم دیتا ہے،مومنوں کی نگرانی کرتا ہے،ان کے اعمال کا حساب رکھتا ہے ان کو جزا دیتا ہے اور ان کو سزا دیتا ہے۔یہ شعور انسان کو اس قابل بناتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا سچا بندہ بن کر رہ سکے۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ (99)

رسول پر پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم ظاہر کرتے ہو اور جو بھی تم چھپاتے ہو۔(99)

سوال 1: مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ''رسول پر پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں'' رسول کی ذمہ داری کیا ہے؟

جواب: رسول کا کام اللہ تعالیٰ کے پیغام کو آگے پہنچانا ہے۔ نبی ﷺ نے اپنی ذمہ داری پوری کی۔ اس کے سوا دیگر معاملات میں آپ ﷺ کو کوئی اختیار نہیں۔ (تفسیر سعدی: 712/1)

سوال 2: پیغام پہنچ جانے کے بعد اگلا معاملہ کس کا ہے؟

جواب: پیغام پہنچ جانے کے بعد اگلا معاملہ اللہ تعالیٰ اور بندے کا ہے۔

سوال 3: وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ''اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بھی تم ظاہر کرتے ہو اور جو بھی تم چھپاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے علم کا شعور دلایا ہے کہ تم انسانوں سے چھپا سکتے ہو مجھ سے نہیں چھپا سکتے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے علم کے مطابق تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (100)

آپ کہہ دیں ناپاک اور پاک برابر نہیں اور اگرچہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی لگے، چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اے عقل والو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔(100)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے شراب کی حرمت کا ذکر کیا تو ایک بدو کھڑا ہوا اس نے کہا میں تو اس کی تجارت کرتا ہوں میں نے اس پر سے مال حاصل کیا ہے۔ اگر میں وہ مال اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے لگاؤں تو کیا مجھے وہ نفع دے گا؟ اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ پاک کے سوا قبول نہیں کرتا۔ اپنے رسول کی تصدیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ۔۔۔ (تفسیر منیر: 76/4)

سوال 2: قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ ''آپ کہہ دیں ناپاک اور پاک برابر نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: 《1》 ہر چیز میں اچھے اور برے برابر نہیں ہو سکتے، اعمال اور اموال میں ردی اور عمدہ برابر نہیں ہو سکتے۔ نفع اور نقصان، بناؤ اور بگاڑ ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح حرام و حلال اور ظالم و عادل برابر نہیں ہو سکتے۔ (تفسیر مراغی: 32/3) 《2》 رب

العزت نے فرمایا: اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ اجۡتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡیَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ ؕ سَآءَ مَا یَحۡكُمُوۡنَ کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انہیں ان لوگوں کی مانند بنادیں گے جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے کہ ان کا جینا اور مرنا برابر ہو جائے؟ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کررہے ہیں۔(الجاثیہ:21)《3》سیدنا عبداللہ ابن مسعودرضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی بندہ حرام مال کمائے گا پھر اس میں سے صدقہ کرے گا تو قبول نہ کیا جائے گا اور اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی اور اپنے پیچھے چھوڑ جائے گا تو یہ اس کے لیے دوزخ میں جانے کا توشہ ہوگا۔بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا (یعنی مال خبیث کما کر اس میں سے صدقہ کردے تو اس صدقہ سے حرام مال پاک نہ ہو جائے گا اور حرام کمانے کا گناہ معاف نہ ہوگا)(مشکوۃ المصابیح:242)

سوال3:اس مقام پر پاک اور ناپاک کے ذکر کی کیا مناسبت ہے؟

جواب:اس سے پہلے حلال وحرام اور جائز ناجائز کی بات چل رہی تھی۔حلال طیب ہوتا ہے اور حرام ناپاک خبیث ہوتا ہے اس لحاظ سے موضوع ایک ہی ہے۔

سوال4: پاک اور ناپاک برابر نہیں ہوسکتے۔واضح کریں؟

جواب:

طیب(پاک)	خبیث(ناپاک)
1۔پاک حلال ہوتا ہے	1۔ناپاک حرام ہوتا ہے
2۔نہایت خوشگوار ہوتا ہے	2۔ناخوشگوار ہوتا ہے
3۔دنیا اور آخرت میں نتائج اچھے نکلتے ہیں۔	3۔دنیا اور آخرت میں نتائج اچھے نہیں نکلتے ہیں۔
4۔بیماریوں اور دکھوں سے نجات ملتی ہے۔	4۔بیماریوں اور دکھوں میں مبتلا کرتا ہے۔
5۔طیب کا استعمال اعتدال سے کیا جائے تو اس میں زیادہ لذت ہوتی ہے۔	5۔لذت ہوتی ہے۔
6۔انجام دنیا اور آخرت میں اچھا ہوتا ہے۔	6۔انجام بربادی اور ہلاکت ہے۔

سوال5:انسان کب ناپاک کے مقابلے میں پاک کو اختیار کرتا ہے؟

جواب: جب انسان کے دل پر اللہ تعالیٰ کا خوف اور نگرانی قائم ہو جاتی ہے تو وہ ناپاک کے مقابلے میں پاک کو اختیار کرتا ہے۔

سوال6: وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ''گرچہ ناپاک کی کثرت تمہیں اچھی لگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ناپاک چیز کی کثرت اپنے مالک کو کوئی فائدہ نہیں دیتی بلکہ دین و دنیا میں اسے نقصان دیتی ہے۔

سوال7: انسان ہمیشہ کثرت کی طرف کیوں لپکتا ہے؟

جواب: انسان ظاہری ساز و سامان کی کثرت کو اہمیت کا حامل سمجھتا ہے۔

سوال8: فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اے عقل والو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پوری عقل اور کامل رائے کے حامل لوگوں کو حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کے خطاب کا رخ ان لوگوں کی طرف ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی پرواہ کی جاتی ہے۔ اور ان ہی میں خیر کی امید ہوتی ہے۔ اور ان کو آگاہ فرمایا کہ فلاح تقویٰ پر موقوف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اس کی موافقت کا نام ہے جس نے تقوی اختیار کیا۔ اس نے پوری فلاح پالی۔ جس نے تقوی کو ترک کر دیا اس کے نصیب میں ذرہ آیا وہ محروم رہا۔ (تفسیر سعدی: 734/1)

سوال9: کامیاب کون ہے؟

جواب: جو اللہ کے خوف کے تحت زندگی کا رویہ متعین کرے نہ کہ مادی مصلحتوں اور دنیاوی اندیشوں کے تحت۔

سوال10: اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ تقویٰ ہی امت کے لئے کامیابی کی کلید ہے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو خیر امت قرار دیا تاکہ وہ اسلامی نظام کی امانت کو انسانوں کی زندگیوں میں قائم کرے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو جاہلیت کے اثرات سے پاک کر کے اسلام کی سربلندی تک پہنچانے کے لئے عقائد اور تصورات درست کرنا چاہے، عادات درست کرنی چاہیں، سچائی قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی چاہی تاکہ پوری زندگی کو اسلامی اقتدار کے مطابق درست کریں۔ ﴿3﴾ اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا غائبانہ شعور دیا ہے۔ یہ یقین کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے، موجود ہے، وہ بندوں کی نگرانی کرتا ہے، ہماری تمام حرکات سے باخبر ہے۔ یہ احساسات انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتے ہیں اور یہ احساسات انسان کو سیدھے راستے پر گامزن کرتے ہیں امت نے جو کردار ادا کرنا ہے، ساری انسانیت کی جو اصلاح کرنی ہے اور اصلاح کا جو سسٹم رائج کرنا ہے اس کے لئے یہ زندہ یقین ضروری ہے اسی سے کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔

رکوع نمبر4:

ع يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (101)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہارے لیے ناگوار گزریں اور اگر تم ان کے بارے میں سوال کرو جب قرآن نازل کیا جارہا ہو تو وہ تمہارے لیے ظاہر کردی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت بردبار ہے۔ (101)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: بعض روایات میں ہے کہ جب آیت وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران: 97) نازل ہوئی تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا حج ہر سال فرض ہے؟ اس نے یہ سوال دو تین مرتبہ کیا لیکن نبی ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا پھر جواب دیا کہ اگر میں نعم (ہاں) کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا اور تم بجا نہ لاتے تو کافر ہو جاتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا (ابن کثیر) (اشرف الحواشی: 150/1)

سوال 2: يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہارے لیے ناگوار گزریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھایا ہے کہ بے فائدہ سوالات نہ کرو، اس لیے انہیں ایمانی معاہدہ یاد دلایا ہے۔ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا: اے لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔ (تفسیر مراغی: 34/3) ﴿2﴾ لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ''ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہارے لیے ناگوار گزریں'' اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ایسے سوالات کرنے سے روکا ہے جن کو اگر بیان کردیا جائے تو وہ ان کو برے لگیں مثلاً رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے اپنے آباء کے جنت یا جہنم میں ہونے کے بارے میں سوال کیے اگر آپ ﷺ جواب دیتے تو انہیں تکلیف ہوتی اور ایسے امور کے بارے میں سوال کیے جن سے کوئی شرعی شدت ظاہر ہوتی اور امت حرج میں مبتلا ہو جاتی۔ اس لیے لایعنی سوالات کرنے سے منع کیا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے سوالات کرنے سے اس لیے روکا ہے کہ ہوسکتا ہے کوئی حرج واقع ہو، جواب کے ذریعے ایسے فرائض عائد ہو جائیں جن پر عمل کرنا ممکن نہ ہو، ایسا جواب آجائے جو آپ کو پسند نہ ہو یا کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو اور سوال کی وجہ سے تنگی ہو جائے۔ ﴿4﴾ نبی ﷺ نے کثرت سوال سے منع فرمایا ہے ایک موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ

ہے جس کے سوال کے سبب کوئی ایسی چیز حرام ہوگئی ہو جو حرام نہ تھی۔ سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ اَمۡ تُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ تَسۡـئَلُوۡا رَسُوۡلَکُمۡ کَمَا سُئِلَ مُوۡسٰی مِنۡ قَبۡلُ ؕ وَمَنۡ يَّتَبَدَّلِ الۡکُفۡرَ بِالۡاِيۡمَانِ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ کیا تم چاہتے ہو کہ تم اپنے رسول سے ویسے ہی سوالات کرو جس طرح اس سے پہلے موسیٰ سے سوال کیے گئے؟ اور جو کوئی کفر کو ایمان کے بدلے میں لے لے تو یقیناً وہ سیدھے راستے سے بھٹک گیا۔ (البقرہ:108) (ابن کثیر) ﴿5﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض تم پر عائد کیے ہیں انہیں ضائع نہ کرو (ٹھیک طرح سے بجالاؤ) اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں ان کے پاس نہ پھٹکو، کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے بغیر اس کے کہ اس کو لاحق ہو لہٰذا ان کی کرید نہ کرو۔ (بیہقی بحوالہ الموافقات للشاطبی) ﴿6﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تک میں تم سے یکسو رہوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (اور سوالات وغیرہ نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے کی امتیں اپنے (غیر ضروری) سوال اور انبیاء علیہم السلام کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہوگئیں۔ پس جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے پرہیز کرو اور جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو بجالاؤ جس حد تک تم میں طاقت ہو۔'' (صحیح بخاری:7288)

سوال 3: وَاِنۡ تَسۡـئَلُوۡا عَنۡهَا حِيۡنَ يُنَزَّلُ الۡقُرۡاٰنُ تُبۡدَ لَـكُمۡ ''اور اگر تم ان کے بارے میں سوال کرو جب قرآن نازل کیا جا رہا ہو تو وہ تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ایسے وقت پر سوال کرنا جب وحی کے نزول کا امکان ہو، کسی ایسی چیز کو ظاہر کرنے کا سبب بن سکتا ہے جس کے بارے میں وحی خاموش ہو تو جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ خاموش ہے آپ بھی خاموش رہو۔ اگر سوال کے ساتھ ان چیزوں کا تعلق نہ ہو تو سوال پسندیدہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَسۡـئَلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ سو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔ (النحل:43)

سوال 4: قرآن حکیم نے سوال کرنے کے کیا آداب بتائے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ شریعت کی تفصیلات نہ پوچھی جائیں۔ ﴿2﴾ غیبی امور کو غیب ہی رہنے دیا جائے جس قدر علیم وخبیر رب خبر دے وہیں تک بات رہنے دی جائے۔ ﴿3﴾ فرضی مسائل نہ پوچھے جائیں۔ غیر ضروری سوالات سے حدود وقیود کو نہ بڑھایا جائے۔ جب کوئی مسئلہ درپیش ہو اس وقت سوال کیا جائے۔ ﴿4﴾ نئی نئی باتیں دریافت کر کے اپنے اوپر مزید مشکلات نہ ڈالی جائیں۔ ان امور کے بارے میں نہ پوچھا جائے جن کو اللہ نے معاف کر دیا۔ ﴿5﴾ لایعنی سوالات نہ پوچھے جائیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: مِنۡ حُسۡنِ الاسلام المرء ترکه ما لا یعنه ''آدمی کے حسن اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی چیزوں کو چھوڑ دے''۔

سوال5:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس آیت پر کیسے عمل کیا؟

جواب:《1》سیدنا عمر رضی اللہ عنہ حقیقی واقعہ کے بغیر سوال کرنے والے پر لعنت بھیجتے۔《2》زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ پہلے دریافت کرتے کہ کیا ایسا واقعہ ہو چکا اگر ہو چکا ہوتا تو اپنے علم کے مطابق بات کرتے اور اگر نہ ہوا ہوتا تو کہتے کہ تب بات کریں گے جب واقعہ ہوگا۔(زھری،مسند دارمی)《3》ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے اصحاب رسول سے زیادہ اچھے لوگ نہیں دیکھے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال تک صرف 31 مسئلے پوچھے اور یہ قرآن مجید میں موجود ہیں۔

سوال6:رسول اللہ ﷺ بے فائدہ علم سے بچنے کے لئے کیا دعا کیا کرتے تھے؟

جواب:اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اعوذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَا یَنْفَعُ اے اللہ! میں ایسے علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع نہ دے۔

سوال7:عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا ''اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے درگزر کرتے ہوئے خاموشی اختیار فرمائی ہے۔جس معاملے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاموشی اختیار کی ہے وہ معاف ہے اور مباحات کے زمرے میں آتا ہے۔

سوال8:وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت بردبار ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ:اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے جس کے لیے اس سے توبہ کی جائے۔《2》اللہ تعالیٰ حلیم ہے وہ توبہ کرنے والے کو اپنے عفو وکرم اور رحمت سے معاف کر دیتا ہے اور سزا نہیں دیتا۔(جامع البیان:93/7)《3》اللہ تعالیٰ غفور ہے اس سے اس کی مغفرت طلب کرنی ہے۔وہ رحیم ہے اس سے اس کی رحمت اور رضا طلب کرنی ہے۔ان شاء اللہ

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ(102)

بے شک تم سے پہلے کچھ لوگوں نے ان کے بارے میں سوال کیا، پھر وہ ان سے کفر کرنے والے ہو گئے۔(102)

سوال1:قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ''بے شک تم سے پہلے کچھ لوگوں نے ان کے بارے میں سوال کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》تم سے پہلے لوگوں نے بھی ایسے سوالات کیے تھے جن کا مقصد ہدایت حاصل کرنا نہیں تھا۔《2》یہ بنی اسرائیل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان کا حال یہ تھا کہ اپنے انبیاء سے ایک چیز خواہ مخواہ کرید کرید کر دریافت کرتے اور جب وہ حرام قرار دی جاتی تو اس سے باز نہ آتے اور فرض قرار دی جاتی تو اس کو بجا نہ لاتے اس طرح دونوں حالتوں میں نافرمان ٹھہرتے، یہ ساری آفت بلاضرورت کثرت سوال سے آتی۔ان کی اس روش کی متعدد مثالیں سورہ البقرہ میں گزر چکی ہیں۔(ابن کثیر)

سوال 2: ثُمَّ اَصۡبَحُوۡا بِهَا كٰفِرِيۡنَ ''پھر وہ اُن سے کفر کرنے والے ہو گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی پہلے لوگوں نے جب حرام چیزوں کے بارے میں سوال کیا اور انہیں جواب دیا گیا تو وہ ان پر ایمان نہیں لائے اس کی وجہ سے وہ کافر بن گئے۔

سوال 3: پہلے لوگ سوالات سے کفر تک کیسے پہنچے؟

جواب: ﴿1﴾ پہلے اہل کتاب نے عقائد اور احکامات کے متعلق سوال کر کر کے اپنے لیے مشکلات پیدا کر لیں۔ ﴿2﴾ احکامات کی جزویات پر عمل کرنا جب ممکن نہ رہا تو عملاً نافرمانیاں کیں۔ ﴿3﴾ اعتقادی گمراہیوں میں مبتلا ہوئے اور دین کے دائرے سے ہی نکل گئے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰـكِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ ؕ وَ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ (103)

اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ (کان پھٹی اونٹنی) اور نہ ہی سائبہ (سانڈ چھٹی ہوئی) اور نہ ہی وصیلہ (اوپر تلے بچے دینے والی) اور نہ ہی حام (بچوں کا باپ اونٹ) مقرر کیا ہے، بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔ (103)

سوال 1: مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ ''اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی بحیرہ (کان پھٹی اونٹنی)، اور نہ ہی سائبہ (سانڈ چھٹی ہوئی) اور نہ ہی وصیلہ (اوپر تلے بچے دینے والی) اور نہ ہی (بچوں کا باپ اونٹ) مقرر کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی مذمت کی ہے جنہوں نے دین میں کئی نئی باتیں گھڑ لی تھیں اور انہوں نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا جن کو اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرایا تھا۔ انہوں نے اپنی رائے سے کچھ مویشی جانور حرام کر لیے تھے ان ہی کا تذکرہ اس آیت میں ہے۔ ﴿1﴾ بحیرہ وہ اونٹنی جس کے کان پھاڑ دیئے جاتے، اس پر سواری کرنا حرام سمجھتے اور اسے مقدس سمجھتے تھے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ اونٹنی کے جب پانچ بچے ہوتے تو پانچواں اگر نر ہوتا تو اسے ذبح کر ڈالتے اور اس کا گوشت صرف مرد کھاتے، عورتوں پر حرام جانتے اور اگر مادہ ہوتی تو اس کے کان کاٹ کر اس کا نام بحیرہ رکھتے۔ (تفسیر ابن کثیر: 27,28/2:2) ﴿2﴾ سائبہ: (الف) اونٹنی، گائے یا بکری بوڑھی ہو جاتی تو اسے سائبہ کہا جاتا تھا۔ اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا نہ اس پر بوجھ لادا جاتا تھا، نہ اس پر سواری کی جاتی تھی اور نہ اس کا گوشت کھایا جاتا تھا۔ بعض لوگ نذر مان کر بھی اسے سائبہ

بنا کر چھوڑ دیتے تھے۔(ب) محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ جس اونٹنی کے پے در پے دس اونٹیناں پیدا ہوتیں اسے چھوڑ دیتے نہ سواری لیتے، نہ بال کاٹتے، نہ دودھ دوہتے، اوراسی کا نام سائبہ ہے۔صرف مہمان کے لئے تو دودھ نکال لیتے ورنہ اس کا دودھ یونہی رکا رہتا۔(تفسیر ابن کثیر:27،28/2/2)《3》وصیلہ:(الف) ایسی بکری کو کہتے تھے جس کا پہلا بچہ مادہ ہوا اور دوسری بار بھی مادہ ہو یعنی دونوں کے درمیان اتصال ہو گیا ہو ایسی اونٹنی کو وہ بتوں کے نام پر ذبح کر دیتے تھے۔(ب) وصیلہ وہ اونٹنی ہے جس کے پلوٹھے دو بچے اوپر تلے کے مادہ ہوں ان دونوں کے درمیان کوئی نر اونٹ پیدا نہ ہوا ہو اسے بھی وہ اپنے بتوں کے نام وقف کر دیتے تھے۔《4》حام:(الف) حام اس اونٹ کو کہتے تھے جس کے نطفے سے دس بچے پیدا ہوں۔اس کے لیے وہ کہتے تھے کہ اس نے اپنی پیٹھ کو بچالیا ہے۔اس لیے وہ اسے چراگاہ اور پانی سے نہیں روکتے تھے۔(احکام القرآن،جصاص)(ب) حام: جس وقت اونٹ اپنی پوتی پر سوار ہوتا تو کہتے کہ اس کی پشت محفوظ ہوگئی ہے تو اسے ویسے ہی چھوڑ دیتے، نہ اس پر سواری کرتے اور نہ کچھ بوجھ لادتے تھے اور اسے پانی پینے اور چرنے سے نہیں روکتے تھے اور جو بھی اونٹ اس کے پاس آتا تو اسے بھگا دیتے تھے، پھر جس وقت وہ بوڑھا ہو جاتا تو اس کے کھانے میں مرد و عورت سب شریک ہو جاتے تھے۔اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے ان میں سے کسی چیز کو حرام نہیں کیا ہے مگر عمرو بن لحی (مکہ کا ایک بڑا مشرک تھا) اور اس کے ساتھی اس کو اپنے اوپر حرام کرنے میں اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کرتے ہیں اور یہ سب احکام خداوندی اور حلال وحرام سے ناواقف ہیں۔(تفسیر ابن عباس:371،372/1) حام اس نر اونٹ کا نام تھا جس کی نسل سے کئی بچے ہو گئے ہوں پھر اسے بھی اپنے بزرگوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور کسی کام میں نہ لیتے تھے۔(ابن کثیر:27/2)

سوال 2: وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ’’بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں‘‘ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت کیسے لگاتے تھے؟

جواب:《1》مشرکوں نے بغیر کسی دلیل کے ان جانوروں کو حرام قرار دیا تھا جو کہ اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان تھا۔《2》مشرکین عرب کا یہ دعوٰی تھا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں، وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات کے منکر نہ تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اعتراف بھی کرتے تھے، وہ اپنے لیے خود قوانین بنا کر یہ یقین رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں یہ ان کی جھوٹی تہمت تھی۔《3》قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ آپ کہہ دیں کہ تمہارا کیا خیال ہے جو رزق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اتارا ہے تم نے اس میں سے خود ہی کچھ حرام اور کچھ حلال بنالیا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اس کی اجازت دی ہے؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو؟(یونس:59)

سوال3: وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ''اوران میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے'' اللہ تعالیٰ جھوٹی تہمت لگانے والوں کو بے عقل کیوں قرار دیتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اس لیے کہ اگر عقل مند ہوتے تو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ نہ باندھتے۔ ﴿2﴾ اگر عقل مند ہوتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ ان کی یہ جھوٹی تہمت چل نہیں سکے گی۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (104)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے، اور کیا اگر چہ ان کے آباء واجداد کچھ بھی نہ جانتے ہوں؟ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں؟ (104)

سوال1: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ ''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ'' اللہ تعالیٰ رسول اللہ اور وحی کی طرف کیوں بلاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے جو شریعت نازل کی ہے وہ قرآن کریم اور حدیث رسول کی صورت میں محفوظ ہے۔ ﴿2﴾ کتاب الٰہی اور سنت رسول ہی وہ معیار ہے جس سے اسلام اور جاہلیت کے راستے الگ ہوتے ہیں۔

سوال2: جب لوگوں کو تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ ''جو اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ'' کی دعوت دی جاتی ہے تو اس سے کیا فیصلہ ہو جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ اس دعوت کو قبول کر لیتے ہیں وہ مسلمان کہلاتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگ اس دعوت کو قبول نہیں کرتے وہ کافر ہوتے ہیں۔ ﴿3﴾ قرآن وحدیث کی دعوت قبول کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کے درمیان کی کوئی صورت نہیں ہے۔

سوال3: جب لوگوں کو قرآن وحدیث کی دعوت دی جاتی ہے تو کیا جواب آتا ہے؟

جواب: جب لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف یعنی قرآن وسنت کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہمارے لیے وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ اس طرح لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے، اس کے طریقے کو چھوڑ کر انسانوں کی غلامی اختیار کر لیتے ہیں۔

سوال4: قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا' تو وہ کہتے ہیں ہمیں وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب انہیں دین اور شریعت کی دعوت دی جاتی ہے، جب کبھی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات اور ممنوعات پر عمل کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہمارے لیے آباؤاجداد کا دین ہی کافی ہے۔ اگرچہ وہ دین باطل ہی کیوں نہ ہو، اگرچہ وہ دنیا میں بھی بے فائدہ ہو اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکتا ہو۔

سوال5: اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ '' اور کیا اگرچہ ان کے آباء واجداد کچھ بھی نہ جانتے ہوں؟ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہوں'' اللہ تعالیٰ نے آباؤاجداد کی غلامی ترک کروانے کے لیے انسان کے ضمیر کو کیسے جھنجوڑا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے آباؤاجداد کی غلامی ترک کروانے کے لیے انسانوں کے ضمیر کو جھنجھوڑا ہے کہ کیا باپ دادا ہی کی تقلید کریں گے اگرچہ ﴿1﴾ وہ کچھ نہ جانتے ہوں یعنی صحیح علم نہ رکھتے ہوں۔ ﴿2﴾ صحیح راستے کی انہیں خبر نہ ہو یعنی ہدایت کے راستے صراط مستقیم کو نہ جانتے ہوں اور نہ اس پر چلتے ہوں۔ ﴿3﴾ ایسے شخص کے لیے ہلاکت اور بربادی ہے جو قرآن وسنت کے علم کے بغیر ہدایت کے راستے کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ علم جو دل کو یقین سے بھر دینے والا تھا اسے چھوڑ کر شک اور گمراہی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے؟

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (105)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کی حفاظت لازم ہے، جب تم ہدایت پا جاؤ تو جو گمراہ ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا، تم سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے، چنانچہ وہ تمہیں بتا دے گا جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے۔ (105)

سوال1: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ '' اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر اپنی جانوں کی حفاظت لازم ہے'' امت اپنے نفس کی ذمہ دار ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرتے رہیں اور نیک اعمال میں سرگرم عمل رہیں۔ ﴿2﴾ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کی اصلاح، اپنے آپ کو صراط مستقیم پر چلانے کی کوشش کرتے رہنے اور اپنے نفس کو کمال تک پہنچانے کو لازم کر دیا جب فرمایا: عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ تم پر اپنی جانوں کی حفاظت لازم ہے۔ ﴿3﴾ جان کی حفاظت سے مراد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے، حرام کاموں سے، لغو میں پڑنے سے، لہو ولعب کے کام کرنے سے، اپنی زندگی کے وقت اپنی

صلاحیتوں اور قوتوں کو بے فائدہ، بے کار کاموں میں ضائع کرنے سے بچالو۔جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کی حفاظت کرو کیونکہ: اِنَّ السَّمۡعَ وَالۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۤئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔوۡلًا یقیناً کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک کے متعلق سوال ہوگا۔(بنی اسرائیل:36) جب حساب کتاب ہونا ہے تو اپنی زندگی کے وقت، اپنے مال، اپنی اولاد کو آگ لگنے سے بچالو جیسا کہ رب العزت کا ارشاد ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔(التحریم:6) یہ حفاظت میں پہلی ذمہ داری ہے۔﴿4﴾ جان کی حفاظت کے سلسلے میں دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ ایسے اعمال کریں جو رب العزت سے قریب کردیں یعنی نیک اعمال میں، ان کو سمجھنے اور ان کو انجام دینے میں مصروف رہیں۔نبی ﷺ نے فرمایا: تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنوں کے واقع ہونے سے پہلے تم نیک اعمال کی جلدی کرو۔صبح کو آدمی ایمان دار ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو ایمان دار ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا، لوگ دین کو دنیا کے سامان کی خاطر فروخت کردیں گے۔(ترمذی:2195) اعمال صالحہ میں مشغولیت سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔اس مقصد کے لیے نیک لوگوں کی صحبت اور اجتماعی زندگی اختیار کریں۔جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: علیکم الجماعة ﴿3﴾ جان کی حفاظت کی تیسری ذمہ داری اپنے نفس کو کمال تک پہنچانا ہے یعنی جن کاموں کو انجام دینے کا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے ان کو انجام دینے کی کوشش کرتے رہنا، یعنی واجبات اور مستحبات میں سے ہر ایک کو انجام دینے کے لیے اس عمل میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

سوال 2: لَا يَضُرُّكُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اهۡتَدَيۡتُمۡ ''جب تم ہدایت پاجاؤ تو جو گمراہ ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اگر تم نے اپنی اصلاح کرلی تو وہ شخص تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا جو راہ راست سے بھٹک گیا ہے اور دین قیم کے راستے کو اختیار نہیں کرتا۔(تفسیر سعدی:735/1) ﴿2﴾ اِذَا اهۡتَدَيۡتُمۡ یعنی جب تم ہدایت پاگئے اس سے مراد فکری ہدایت بھی ہے یعنی جب تمہارے عقیدے کی اصلاح ہوگئی۔جب آپ کو اپنے خالق، اپنے رسول، اپنے دین، اپنے مقام اور اپنی ذمہ داریوں کی سمجھ آگئی اور بحیثیت مسلمان اپنی ذمہ داریوں میں ترجیحات کو سمجھنا شروع کردیا۔اس سے مراد عملی ہدایت بھی ہے یعنی اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کو قبول کرنے کے بعد انہیں ادا کرنا سیکھ لیا اور انہیں ادا کرنا شروع کردیا مثلاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ واجبات میں نماز کی ادائیگی ہے، ارکان اسلام کی ادائیگی، حقوق وفرائض کی ادائیگی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی ہے۔اس طرح مستحبات کی ادائیگی ہے۔﴿3﴾ لَا يَضُرُّكُمۡ مَّنۡ ضَلَّ ''تو جو گمراہ ہو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا'' یعنی اگر تم نے اصلاح کرلی تو جو دین کو نہیں سمجھتا جس نے نہ فکری ہدایت پائی، نہ عملی ہدایت پائی، نہ دن قیم

کے راستے کو اختیار کیا وہ شخص آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا یعنی وہ آپ کی ذمہ داریوں کی ترجیحات کو نہیں بدل سکتا۔﴿4﴾ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ چھوڑ دینے سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا کیونکہ خود بندے کی ہدایت بھی اس وقت تک تکمیل نہیں پاتی جب تک کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جو ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے اسے ادا نہیں کرتا۔ ہاں اگر وہ اپنے ہاتھ اور زبان سے برائی کا انکار کرنے پر قادر نہیں تو اپنے دل میں اس برائی کو برا سمجھے۔ تب کسی دوسرے کی گمراہی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ (تفسیر سعدی:735/1)

سوال3: اِلَى اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِيۡعًا ''تم سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''تم سب نے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' یعنی تم سب نے اللہ تعالیٰ کے پاس اکٹھے ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوٹ جانے کے شعور سے مومن کو نیک عمل پر آمادہ کیا ہے۔

سوال4: فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ''چنانچہ وہ تمہیں بتادے گا جو بھی تم عمل کیا کرتے تھے'' کی ضاحت کریں؟

جواب: یعنی تمہارے اچھے برے اعمال سے تمہیں آگاہ کردے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ احساس دلا کر کہ ''کل وہ تمہیں بتادے گا تم کیا کر کے آئے ہو'' مومن کو اپنی نگرانی کا شعور دیا ہے۔ یوں یہ یقین زندگی میں صحیح رویہ اختیار کرنے کے لیے مومن کا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا شَهَادَةُ بَيۡنِكُمۡ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ حِيۡنَ الۡوَصِيَّةِ اثۡنٰنِ ذَوَا عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ اَوۡ اٰخَرٰنِ مِنۡ غَيۡرِكُمۡ اِنۡ اَنۡتُمۡ ضَرَبۡتُمۡ فِى الۡاَرۡضِ فَاَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةُ الۡمَوۡتِ‌ؕ تَحۡبِسُوۡنَهُمَا مِنۡۢ بَعۡدِ الصَّلٰوةِ فَيُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ لَا نَشۡتَرِىۡ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى‌ۙ وَلَا نَكۡتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الۡاٰثِمِيۡنَ (106)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے درمیان وصیت کے وقت گواہی ہو جب تم میں سے کسی کی موت آجائے، تم میں سے دو عادل آدمیوں کی یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر موت کی مصیبت تمہیں پہنچے، اگر تمہیں شک ہو تو دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک رکھو، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اس کے بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے، بلاشبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے۔ (106)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بنی سہم کا ایک شخص تمیم داری اور عدی بن بداء کے ہمراہ ایک سفر میں گیا تو سہمی اس علاقہ

میں فوت ہو گیا جہاں کوئی مسلمان نہیں تھا جب یہ دونوں اس کا ترکہ لے کر واپس لوٹے تو سہمی کے وارثوں نے اس سے چاندی کا ایک پیالہ گم پایا جس پر سونے کا خول چڑھا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے (اس پیالے کے بارے میں) ان دونوں سے قسم لی، پھر وہی پیالہ مکہ سے مل گیا (تو جن سے یہ پیالہ ملا تھا انہوں نے دریافت کرنے پر بتایا کہ) ہم نے یہ تمیم اور عدی سے خریدا ہے تو سہمی کے وارثوں میں سے دو شخص کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم اٹھائی کہ ہماری گواہی ان کی گواہی سے زیادہ درست ہے کہ یہ پیالہ ان کے آدمی کا تھا۔ راوی کہتے ہیں ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے درمیان وصیت کے وقت گواہی ہو جب تم میں سے کسی کی موت آ جائے، تم میں سے دو عادل آدمیوں کی یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر موت کی مصیبت تمہیں پہنچے، اگر تمہیں شک ہو تو دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک رکھو، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اس کے بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے اگر چہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے، بلا شبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے۔'' (المائدہ:106) (ترمذی:3060)

سوال 2: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے درمیان وصیت کے وقت گواہی ہو جب تم میں سے کسی کی موت آ جائے تم میں سے دو عادل آدمیوں کی یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں'' جس شخص کی موت قریب ہو اور اپنے اہل و عیال کے لیے وصیت لکھنا چاہے تو اس کا کیا فرض ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: اے وہ لوگو جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات کو مان لیا۔ ﴿2﴾ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ ''جب تم میں سے کسی کی موت آ جائے'' جب تم میں سے کسی پر موت کی علامات طاری ہو جائیں۔ ﴿3﴾ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ وصیت کے وقت یعنی وصیت کے موقع پر۔ ﴿4﴾ شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ ''تمہارے درمیان گواہی ہو'' گواہی کا نصاب۔ ﴿5﴾ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ ''تم میں سے دو عادل آدمیوں کی'' تم میں سے دو عادل آدمیوں کی گواہی ہے یعنی اپنی وصیت تحریر کروانے کے بعد ہر ایک دو عادل اور معتبر گواہوں کی گواہی ثبت کروائے، یہ دو گواہ مسلمانوں میں سے ہوں۔ ﴿6﴾ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ ''یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں'' یعنی یہودی، عیسائی یا کوئی اور جو مسلمانوں کے علاوہ ہو۔ یہ سخت ضرورت کے موقع پر ہے جب مسلمانوں میں سے گواہ موجود نہ ہوں۔

سوال 3: اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ ''یا غیروں میں سے دو گواہ ہوں، اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو پھر موت کی مصیبت تمہیں پہنچے'' ذمیوں کو وصیت پر گواہ بنائے جانے کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: ذمیوں کو گواہ بنائے جانے کی دو شرائط ہیں: ﴿1﴾ سفر کا موقع ہو۔ ﴿2﴾ مرنے والا وصیت کرنا چاہتا ہو۔ تو یوں ان دونوں کو گواہ بنایا جائے جیسا کہ تمیم داری اور عدی بن یدا کے واقعہ میں ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 478/1)

سوال4: تَحۡبِسُوۡنَهُمَا مِنۡۢ بَعۡدِ الصَّلٰوةِ فَيُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ لَا نَشۡتَرِىۡ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى ۙ وَلَا نَكۡتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الۡاٰثِمِيۡنَ ” دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک رکھو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اس کے بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے، بلاشبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ تَحۡبِسُوۡنَهُمَا مِنۡۢ بَعۡدِ الصَّلٰوةِ ” دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک رکھو“ اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ ان دونوں کو روک لیا جائے۔ ﴿2﴾ مِنۡۢ بَعۡدِ الصَّلٰوةِ دونوں گواہ نماز کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے۔ ﴿3﴾ فَيُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ: پھر وہ دونوں قسم کھائیں گے کہ جو کچھ انہوں نے کہا سچ ہے اور انہوں نے کچھ بھی تبدیل نہیں کیا۔ ﴿4﴾ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ: اگر تمہیں شک ہو کیونکہ گواہوں کو سچا سمجھنے کی صورت میں قسم لینے کی ضرورت نہیں۔ ﴿5﴾ لَا نَشۡتَرِىۡ بِهٖ ثَمَنًا ” کہ ہم اس کے بدلے کوئی قیمت نہیں لیں گے“ گواہ قسم کھاتے وقت یہ کہیں گے کہ اپنی قسموں کے بدلے میں دنیا کا فائدہ نہیں لیں گے یعنی دنیاوی فائدے کی خاطر قسم نہیں کھائیں گے۔ ﴿6﴾ وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى ۙ” اگرچہ کوئی قرابت دار ہی کیوں نہ ہو“ یعنی ہم رشتہ داروں کی وجہ سے رعایت نہیں کریں گے۔ ﴿7﴾ وَلَا نَكۡتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ ” اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی گواہی کو ہم چھپائیں گے“ یعنی ہم اسی طرح گواہی دیں گے جس طرح ہم نے سنی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی کو نہیں چھپائیں گے۔ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الۡاٰثِمِيۡنَ ” بلاشبہ اس وقت ہم ضرور گناہ گاروں میں سے ہوں گے“ یعنی اگر ہم گواہی چھپائیں یا اس میں تبدیلی کریں تو یقیناً ہم گناہ گار ہوں گے۔

سوال5: اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ ” اگر تمہیں شک ہو تو“ وصیت میں شک ہو جانے کی صورت میں کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے؟

جواب: ﴿1﴾ اگر میت کے گھر والوں یا اہل اسلام کو یہ شک ہو جائے کہ دو گواہوں نے جو گواہی دی ہے درست نہیں ہے اور وہ اپنا فرض ٹھیک طور پر ادا نہیں کر رہے ہے تو گواہوں کو نماز کی ادائیگی کی بعد یا ان کی مذہبی عبادت کے بعد یہ حلف دیا جائے گا کہ وہ گواہی اپنے یا کسی اور کے مفاد کی خاطر نہیں دے رہے وہ گواہی نہیں بیچیں گے خواہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اور اگر وہ ایسا کریں تو گناہ گار ہوں گے۔ اس قسم کے بعد ان کی گواہی ثابت اور نافذ ہوگی۔ ﴿2﴾ اس حلف کے بعد اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان دونوں نے حق تلفی کی ہے تو ان کی جگہ وارثان میں دو افراد اللہ کی قسم کھائیں گے کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے زیادتی نہیں کی۔ اس ثبوت اور حلف کے بعد پہلے دو گواہوں کی گواہی ختم ہو جائے گی اور دوسرے

گواہوں کی شہادت نافذ ہوگی۔

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (107)

پھر اگر معلوم ہو کہ وہ دونوں واقعتاً گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن کا حق مارا گیا ہے ان میں سے دوسرے دو افراد جو وصیت کرنے والے کے قریب ترین ہوں، ان کی جگہ کھڑے ہوں، پھر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ مبنی برحق ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی، بلاشبہ اس وقت ہم یقیناً ظالموں میں سے ہوں گے۔(107)

سوال1: فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ ''پھر اگر معلوم ہو کہ وہ دونوں واقعتاً گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو جن کا حق مارا گیا ہے ان میں سے دوسرے دو افراد جو وصیت کرنے والے کے قریب ترین ہوں، ان کی جگہ کھڑے ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا ''پھر اگر معلوم ہو کہ وہ دونوں واقعتاً گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں'' اگر یہ ثابت ہو جائے کہ گواہوں نے خیانت کی یا لیے ہوئے مال میں سے کچھ چرا لیا۔《2》فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ ''ان میں سے دوسرے دو افراد جو وصیت کرنے والے کے قریب ترین ہوں، ان کی جگہ کھڑے ہوں'' یعنی جن لوگوں کا انہوں نے حق مارنا چاہا تھا ان میں سے ان کی جگہ دو اور گواہ کھڑے ہوں جو میت کے زیادہ قریبی ہوں یعنی میت کے اولیاء میں سے ہوں۔

سوال2: فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ''پھر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ مبنی برحق ہے اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی بلاشبہ اس وقت ہم یقیناً ظالموں میں سے ہوں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا ''پھر وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی سے زیادہ مبنی برحق ہے'' وہ دونوں اس بات پر قسم کھائیں گے کہ ہماری گواہی پہلے گواہوں کی گواہی سے زیادہ صحیح ہے۔ یعنی یہ قسم کھائیں گے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے اور وصیت تبدیل کی ہے۔《2》وَمَا اعْتَدَيْنَآ ''اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی'' اور ہم نے گواہی میں زیادتی نہیں کی۔《3》اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ اگر ہم نے ظلم وزیادتی کی اور ہم نے ناحق

گواہی دی یا گواہی کو چھپایا تو ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ (108)

یہی طریقہ قریب ترین ہے کہ لوگ اس طریقے پر گواہی دیں یا وہ ڈریں کہ دوسروں کی قسموں کے بعد ان کی قسمیں رد کردی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سنو اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(108)

سوال 1: ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ ''یہی طریقہ قریب ترین ہے کہ لوگ اس طریقے پر گواہی دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى یہ اس طریقے سے بہت قریب ہے۔﴿2﴾ اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَاۤ '' کہ لوگ اس طریقے پر گواہی دیں''، یعنی جب دو گواہوں کی تاکید کے ذریعے گواہی کی تاکید کی جائے۔

سوال 2: گواہی کو ٹھیک ٹھیک قائم رکھنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ نماز کے بعد حلف دینا کیونکہ نماز کے بعد انسان کا ایمانی شعور بھی بیدار ہوتا ہے۔﴿2﴾ انسان اس بات سے ڈرتا ہے کہ مجمع عام میں قسم اٹھا رہا ہے اور اگر بات جھوٹی نکلی تو سخت شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔﴿3﴾ وارثوں کو حق دینا کہ اگر گواہی غلط ہو تو وہ اٹھ سکتے ہیں یہ ایک ایسی پابندی ہے کہ کوئی خیانت کرنے والا بھی خیانت کرنے کی جرات نہیں کرسکتا۔

سوال 3: کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کا مال حقداروں تک پہنچانا ایک خاندانی معاملہ ہے اس کو کیسے تربیت کا ذریعہ بنایا گیا؟

جواب:﴿1﴾ مومنوں پر واضح کیا گیا کہ وہ معاملات میں رشتہ داری کا نہیں، حق کا لحاظ کریں گے۔ وہ یہ دیکھیں کہ حق کیا ہے؟ یہ نہیں کہ بات کس کی حمایت میں کی جا رہی ہے؟﴿2﴾ مومن ہر بات کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھے گا، لہذا وہ یہ خیانت نہیں کرے گا کہ اس نے اسے کس طرح دیکھا؟ اور اس کے حافظے نے اسے کیسے محفوظ کیا؟ بلکہ وہ اللہ کی امانت سمجھتے ہوئے حق کو واضح کرے گا یعنی بات کو اس کی اصل حیثیت میں بیان کرے گا۔

سوال 4: ان آیات کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام قرطبی فرماتے ہیں کہ یہ آیت تمیم داری اور عدی بن ابداء مکہ آتے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ ایک نوجوان جو بنی سہم قبیلے کا تھا۔ سفر پر نکلا وہ ایسی سرزمین میں فوت ہوا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا اس نے ان دونوں کو وصیت کی اور انہوں نے اس کا ترکہ اس نوجوان کے وارثوں تک پہنچایا۔ انہوں نے ایک چاندی کا جام روک لیا جسے سونے سے مزین کیا گیا تھا۔ ان

دونوں کو رسول ﷺ نے قسم دی کہ نہ تو انہوں نے اسے چھپایا ہے اور نہ ان کو اس کے بارے میں کوئی علم ہے۔اس کے بعد یہ جام مکہ میں پایا گیا تو جن لوگوں سے ملا انہوں نے کہا کہ ہم نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے۔اب سہمی متوفی نوجوان کے وارث آئے۔انہوں نے یہ حلف اٹھایا کہ یہی جام سہمی کی ملکیت تھا اور یہ کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے اور یہ کہ ہم کوئی زیادتی نہیں کررہے،اس کے بعد سہمیوں کو یہ جام دے دیا گیا،یہ آیات اسی بارے میں نازل ہوئیں۔

سوال5: اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ''یا وہ ڈریں کہ دوسروں کی قسموں کے بعد ان کی قسمیں رد کردی جائیں گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی گواہ خوف کھائیں گے کہ ہماری قسموں کو قبول نہیں کیا جائے گا اور میت کے اولیاء سے گواہی لی جائے گی۔

سوال6: وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور سنو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ''یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت سے ڈر جاؤ اور اس حکم کی مخالفت سے بھی بچ جاؤ یعنی جھوٹ اور خیانت کو چھوڑ دو۔(تفسیر قاسمی:416/6) ﴿2﴾ وَاسْمَعُوْا ''اور سنو''یعنی جو تمہیں کہا جاتا ہے اور جو تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اسے سنو،اس پر عمل کرو اور اسے پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔

سوال7: وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ''اور اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اپنے رب کی اطاعت سے نکلنے والوں،مخالفت کرنے والوں،شیطان کی اطاعت کرنے اور رب کی نافرمانی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔(جامع البیان:134/7) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کسی بھی گناہ کی وجہ سے اطاعت کے دائرے سے نکلنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔اس میں جھوٹی قسم اور گواہی بھی شامل ہے۔(فتح القدیر:111/2)

رکوع نمبر 5

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (109)

جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرکے پوچھے گا:''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' وہ کہیں گے:''ہمیں کچھ علم نہیں،بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں۔(109)

سوال1: يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرکے پوچھے گا تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ ''جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو جمع کرے گا''اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔(تفسیر قاسمی

:422/6)﴿2﴾ فَيَقُوْلُ اللہ تعالیٰ اس دن سب رسولوں کو جمع کر کے پوچھیں گے۔﴿3﴾مَاذَآ اُجِبْتُمْ ''تمہیں کیا جواب ملا تھا؟'' یہ سوال رسولوں سے ان کی دعوت کے اثرات کے بارے میں کیا جائے گا۔(تفسیر منیر:109/4)﴿4﴾ علماء نے لکھا ہے کہ ''مَاذَآ اُجِبْتُمْ'' مجہول کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔یعنی''تمہیں کیا جواب دیا گیا ہے'' اللہ نے یہ نہیں کہا کہ'' ان قوموں نے تمہیں کیا جواب دیا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ انتہائی درجہ غضبناک ہوگا۔صحیح بخاری کی روایت ہے کہ میرا رب اس دن اتنا غضبناک ہوگا کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنا ہوا تھا اور نہ اس کے بعد۔(تیسیر الرحمٰن:379/1)

سوال2: حشر کے دن تمام رسولوں سے یہ کیوں پوچھا جائے گا کہ آپ کو کیا جواب دیا گیا؟

جواب:﴿1﴾ یہ واضح کرنے کے لیے کہ رسول خود نہیں آئے تھے۔اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا دین لے کر آئے تھے۔ ﴿2﴾ یہ واضح کرنے کے لیے بھی کہ رسول اپنی ذمہ داری کو بھرپور انداز میں ادا کرتے رہے تھے۔﴿3﴾ لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لیے کہ رسولوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔

سوال3: قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ'' وہ کہیں گے:''ہمیں کچھ علم نہیں بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا'' وہ کہیں گے:''ہمیں کچھ علم نہیں'' رسول کہیں گے اے ہمارے رب تجھے ہی علم ہے،تو ہی ہر چیز کو پوری طرح جاننے والا ہے،تو ہم سے زیادہ جانتا ہے۔﴿2﴾ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ'' بلاشبہ بہت زیادہ غیب جاننے والے آپ ہی ہیں'' یقیناً تو ہی غیب اور حاضر کے سب معاملات کو جانتا ہے۔﴿3﴾ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''میں حوض پر تمہارا میر سامان ہوں گا،تم میں سے بعض لوگ وہاں لائے جائیں گے،پھر مجھ سے دور ہٹا دیئے جائیں گے،میں کہوں گا اے میرے رب! یہ تو میری امت کے لوگ ہیں۔جواب میں کہا جائے گا،آپ نہیں جانتے، انہوں نے آپ کے بعد کیسی کیسی بدعات شروع کر دیں۔''(صحیح بخاری:7049)

سوال4: حشر کے میدان میں رسول یہ کیوں کہیں گے لَا عِلْمَ لَنَا'' ہمیں کچھ علم نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ حشر کے میدان میں رسول لَا عِلْمَ لَنَا اس لیے کہیں گے کہ وہ لوگوں کے دلوں کے حالات سے واقف نہیں ہوتے اس لیے وہ کہیں گے پوشیدہ حالات کا علم تو آپ ہی کو ہے۔﴿2﴾ رسول اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے حیا کرتے ہیں اس لیے وہ اس کے سامنے بات نہیں کریں گے جو علیم وخبیر ہے۔﴿3﴾ رسولوں کا یہ اعلان ثابت کرتا ہے کہ سچا،حاضر اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۙ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي

الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (110)

جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرے انعام کو یاد کرو جب میں نے روحِ پاک سے تمہاری مدد کی، تم لوگوں سے ماں کی گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی کلام کرتے تھے اور جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دی اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے حقیقی پرندہ بن جاتا تھا اور تم پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے تندرست کردیتے تھے اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکے رکھا، جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک کھلا جادو ہے۔(110)

سوال1: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ’’ جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابنِ مریم اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میرے انعام کو یاد کرو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں فرمائیں گے اپنے دل اور زبان سے ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے آپ پر اور آپ کی والدہ پر کی تھیں اور اپنے رب کا شکر ادا کرو کہ اس نے وہ نعمتیں عطا کیں جو دوسروں کو نہیں دی گئیں۔ ﴿2﴾ یہ آیت دلیل ہے کہ نعمت پر شکر ادا کرنا واجب ہے اور ماں پر انعام دراصل اولاد پر انعام ہے اور یہ کہ شکر قول، فعل اور اعتقاد سے ادا کیا جاتا ہے۔(تفسیر قاسمی:428/6)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو کن انعامات کی یاددہانی کروائی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ روح القدس کے ذریعے ان کی مدد کی گئی۔ ﴿2﴾ لوگوں کے ساتھ بات کرنے کی قدرت عطا کی گئی۔ بچپن میں اس قدرت کی وجہ سے انہوں نے اپنی ماں کو تہمتوں سے بری الذمہ قرار دیا۔ پھر بڑے ہو کر ان سے ہم کلام ہوئے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ ﴿3﴾ انہیں کتاب، حکمت، تورات اور انجیل کی تعلیم دی گئی حالانکہ جہان میں آتے ہوئے ان کے پاس اس کا کوئی علم نہ تھا۔ ﴿4﴾ انہیں مٹی سے پرندہ بنا کر اس میں پھونک مار کر زندہ کرنے کا معجزہ عطا کیا گیا۔ ﴿5﴾ انہیں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنے کا معجزہ عطا کیا گیا۔ ﴿6﴾ انہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ دیا گیا۔ ﴿7﴾ انہیں بنی اسرائیل کے پروپیگنڈے سے اور ان کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچالیا گیا۔

سوال3: اِذۡ اَیَّدۡتُّكَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ''جب میں نے روح پاک سے تمہاری مدد کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جب میں نے روح القدس سے تیری مدد کی، یعنی جب میں نے تجھے روح اور وحی کے ذریعے سے تقویت دی جس نے تجھ کو پاک کیا اور تجھ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور اس کی طرع دعوت دینے کی قوت حاصل ہوئی اور بعض نے کہا کہ روح القدس سے مراد جبریل ہیں۔ بڑے بڑے سخت مقامات پر اللہ تعالیٰ نے جبریل کی ملازمت (ساتھ رہنے) اور ان کے ذریعے ثبات عطا کر کے جناب عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کی مدد فرمائی۔ (تفسیر سعدی:740/1)

سوال4: تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الۡمَهۡدِ وَ كَهۡلًا ''تم لوگوں سے ماں کی گود میں بھی کلام کرتے تھے اور بڑی عمر میں بھی کلام کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں، یہاں کلام کرنے سے مراد مجرد کلام کرنا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد وہ کلام ہے جس سے متکلم اور مخاطب دونوں مستفید ہوں اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا۔ جناب عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کو اس عمر میں رسالت، بھلائیوں کی طرف دعوت اور برائیوں سے روکنے کی ذمہ داری عطا کر دی گئی اور دیگر اولوالعزم انبیائے مرسلین کو بڑی عمر میں یہ ذمہ داری عطا کی گئی تھی۔ عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام تمام انبیائے کرام میں اس وجہ سے ممتاز ہیں کہ انہوں نے پنگوڑے میں کلام فرمایا: قَالَ اِنِّيۡ عَبۡدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِيَ الۡكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيۡ نَبِيًّا ۙ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِيۡ مُبٰرَكًا اَيۡنَ مَا كُنۡتُ ۪ وَ اَوۡصٰنِيۡ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمۡتُ حَيًّا بچے نے کہا: یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور اس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔ (مریم:30,31) (تفسیر سعدی:740/1)

سوال5: وَ اِذۡ عَلَّمۡتُكَ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ التَّوۡرٰىةَ وَ الۡاِنۡجِيۡلَ ''اور جب میں نے تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی اور تورات وانجیل کی'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ اِذۡ عَلَّمۡتُكَ الۡكِتٰبَ ''اور جب میں نے تمہیں کتاب کی تعلیم دی'' اس سے مراد تمام آسمانی کتابیں ہیں خاص طور پر تورات کیونکہ موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام کے بعد تورات کے سب سے بڑے عالم عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام تھے۔ ﴿2﴾ اس سے مراد انجیل بھی ہے جو عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل کی گئی تھی۔ ﴿3﴾ وَ الۡحِكۡمَةَ: حکمت سے مراد شریعت کے راز اور اس کے فوائد، شریعت کی حکمتوں کی معرفت، دعوت اور تعلیم کا مشن اور تمام معاملات کا ان کی اہمیت اور مناسبت سے خیال رکھنا ہے۔ ﴿4﴾ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا: حکمت سے مراد دین کی سمجھ ہے۔ (ابن ابی حاتم:1240/4) ﴿5﴾ وَالتَّوۡرٰىةَ تورات وہ کتاب ہے جو موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل ہوئی اس میں شریعت اور اس کے احکامات ہیں۔ (تفسیر منیر:113/4) ﴿6﴾ وَ الۡاِنۡجِيۡلَ انجیل سے مراد وہ کتاب ہے جو عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام پر نازل ہوئی۔

سوال6: وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّيۡنِ كَهَيۡـَٔةِ الطَّيۡرِ بِاِذۡنِىۡ فَتَنۡفُخُ فِيۡهَا فَتَكُوۡنُ طَيۡرًۢا بِاِذۡنِىۡ ''اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی صورت جیسی بناتے تھے پھر تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے حقیقی پرندہ بن جاتا تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جب تم میرے حکم سے پرندوں کی صورت بناتے تھے جس میں روح نہیں ہوتی تھی جب تم اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے حقیقی پرندہ بن کر اڑ جاتا تھا۔

سوال7: وَتُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِىۡ ''اور تم پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے تندرست کر دیتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مجاہد نے کہا اَلۡاَكۡمَهَ اس شخص کو کہتے ہیں جو رات کو نہ دیکھ سکے، جب کہ دن میں دیکھتا ہو۔(ابن ابی حاتم: 1241/4) ﴿2﴾ اَلۡاَكۡمَهَ اس شخص کو کہتے ہیں جس کی بینائی ہو نہ آنکھ۔(تفسیر سعدی: 740/1) ﴿3﴾ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزے کے بارے میں وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ کوڑھی اور اندھے کو اچھا کر دیتے تھے جس سے بڑے بڑے طبیب بھی عاجز ہیں۔

سوال8: وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِىۡ ''اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے کا ذکر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے تھے وہ انہیں آواز دیتے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے قبروں سے نکل آتے تھے۔

سوال9: عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرنے کے لیے کیا کرتے تھے؟

جواب: عیسیٰ علیہ السلام جب باذن اللہ مردے کو زندہ کرنا چاہتے تھے تو وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتے پھر اللہ تعالیٰ کو سات ناموں سے یاد کرتے تھے۔ یاقدیر، یاخفی، یادائم، یاوتر، یااحد، یاصمد اس کے بعد وہ مردوں کو آواز دیتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قبروں سے نکل آتے تھے۔

سوال10: وَاِذۡ كَفَفۡتُ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ عَنۡكَ ''اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکے رکھا'' اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو عیسیٰ علیہ السلام سے کیسے روکے رکھا؟

جواب: عیسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کے پاس روشن دلائل لے کر آئے تو بنی اسرائیل نے انہیں جھٹلا دیا۔ انہوں نے جادو کا الزام لگا کر ان کی دعوت ٹھکرا دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی قتل کی سر توڑ کوشش کی اور انہیں صلیب پر چڑھانے کی کوشش کی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو عیسیٰ علیہ السلام سے روک دیا اور انہیں ان کے ناپاک ارادوں سے محفوظ رکھا اور ان کی سازشیں کامیاب نہ ہونے دیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کے دن یہ یاد دلایا جائے گا۔

سوال11: اِذۡ جِئۡتَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ’’جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لےکرآئے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: کھلی نشانیوں سے مراد واضح معجزات ہیں۔(فتح القدیر:115/2)

سوال12: فَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ’’تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنہوں نے کفر کیا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک کھلا جادو ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: جب بنی اسرائیل کے پاس حق آگیا جس کی روشن دلائل کے ساتھ تائید کی گئی تھی اس حق پر ایمان لانا واجب تھا۔ انہوں نے حق کا انکار کیا اور کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

وَاِذۡ اَوۡحَيۡتُ اِلَى الۡحَوَارِيّٖنَ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِىۡ وَبِرَسُوۡلِىۡ‌ۚ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَاشۡهَدۡ بِاَنَّنَا مُسۡلِمُوۡنَ(111)

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں۔(111)

سوال1: وَاِذۡ اَوۡحَيۡتُ اِلَى الۡحَوَارِيّٖنَ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِىۡ وَبِرَسُوۡلِىۡ ’’اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاِذۡ اَوۡحَيۡتُ اِلَى الۡحَوَارِيّٖنَ ’’اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا‘‘ یہاں وحی سے مراد الہام ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے چند لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ ان کے مخلص پیروکار اور فرماں بردار بن جائیں پھر انہوں نے اس الہام کی پیروی کی۔(مختصر ابن کثیر:481/1)﴿2﴾ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِىۡ وَبِرَسُوۡلِىۡ ’’کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ‘‘ اللہ تعالیٰ نے حواریوں کے دلوں میں اپنے اوپر ایمان اور اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کو القاء کر دیا تھا۔

سوال2: حواریوں کے ایمان لانے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام قرار دیا، کیسے وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ حواریوں کے ایمان لانے میں جس چیز نے کردار ادا کیا وہ اللہ کی جانب سے کی گئی وحی تھی یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق ،اور اس کی مدد۔﴿2﴾ حواریوں کا شبہات میں مبتلا ہوئے بغیر یقین کر لینا دراصل اللہ تعالیٰ کی خاص مدد تھی جس کو اللہ نے انعام قرار دیا۔

سوال3: دعوت دینے والے کی پکار پر لبیک کہنا کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: دعوت کو قبول کرنا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہوتا ہے۔

سوال4: سچی دعوت کو پہچان لینے کے بعد بھی بہت سی رکاوٹیں باقی رہ جاتی ہیں جو انسان کو آگے نہیں بڑھنے دیتیں۔ان

رکاوٹوں کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》دعوت دینے والے کا عام انسان کی صورت میں نظر آنا۔《2》یہ خوف کہ اسلام کی دعوت قبول کرنے کے بعد طرز زندگی بدل جائے گا۔《3》یہ سوال کہ فلاں فلاں افراد جنہوں نے دعوت قبول نہیں کی۔کیا انہوں نے اصل کامیابی نہیں پائی؟

سوال5: قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ''انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں اور آپ گواہ رہیں کہ یقیناً ہم فرماں بردار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا انعام تھا کہ چند لوگوں کو ان کا پیروکار اور مددگار بنا دیا گیا تھا۔جنہوں نے اقرار کیا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔اور آپ گواہ رہیں کہ ہم فرماں بردار ہیں۔《2》حواریوں نے کہا: اے ہمارے رب ہم آپ کی وحدانیت کی اور آپ کے رسول عیسیٰ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔آپ گواہ رہیں کہ ہم اس ایمان میں مخلص ہیں اور رحمٰن کی عظمت کے آگے جھکنے والے ہیں۔(واضح المیسر :291)

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (112)

جب حواریوں نے کہا: ''اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا آپ کا رب استطاعت رکھتا ہے کہ آسمان سے ہمارے لیے ایک خوان اتار دے؟'' عیسیٰ نے کہا: اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ''۔(112)

سوال1: اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ'' جب حواریوں نے کہا: ''اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا آپ کا رب استطاعت رکھتا ہے کہ آسمان سے ہمارے لیے ایک خوان اتار دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں یعنی ان کے مددگاروں نے مطالبہ کیا تھا کہ ایسا دستر خوان اتارا جاسکتا ہے کہ جس پر کھانا لگا ہوا ہو۔《2》حواریوں کا مطالبہ اس بنیاد پر نہیں تھا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت میں شک تھا بلکہ یہ درخواست تھی جو انتہائی ادب اور احترام سے پیش کی گئی تھی۔

سوال2: حواریوں کے مطالبے سے ان کے ایمان کے بارے میں کیا حقائق جھلک رہے ہیں؟

جواب:《1》عیسیٰ علیہ السلام کے حواری جانتے تھے کہ وہ رب نہیں انسان ہیں۔《2》وہ جانتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے

نہیں بلکہ مریم علیہا السلام کے بیٹے ہیں۔﴿3﴾وہ جانتے تھے کہ رب وہی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر معجزات ظاہر کرتا ہے۔ ﴿4﴾وہ جانتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام معجزات پر اختیار نہیں رکھتے اسی وجہ سے انہوں نے مطالبہ کیا کہ آپ کا رب ہم پر خوان نازل کر سکتا ہے۔

سوال3: قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ''عیسیٰ نے کہا اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اتَّقُوا اللّٰهَ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور اس کی قدرت میں شک نہ کرو۔(فتح القدیر:116/2)﴿2﴾اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ مومن کا سرمایہ ایمان اور تقویٰ کو لازم پکڑنا ہے۔یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے۔یہ تقویٰ ہے جس کی وجہ سے معجزات کا مطالبہ نہیں ہوتا۔

سوال4: حواریوں کے مائدہ کے مطالبے پر عیسیٰ علیہ السلام نے تقویٰ کا مطالبہ کیا۔اس کی وضاحت کریں؟

جواب: رزق کا مطالبہ بظاہر کوئی عجیب بات نہیں کہ ہر ایک اللہ تعالیٰ ہی سے رزق پا رہا ہے لیکن ہر ایک کو اسباب کے پردے میں مل رہا ہے جب کہ حواریوں کا مطالبہ یہ تھا کہ بغیر ظاہری سبب کے رزق پائیں اس لیے عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں ایمان یاد دلایا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرایا کہ یہ مطالبات ایمان کا نہیں انکار کا نتیجہ ہوا کرتے ہیں۔

سوال5: حواریوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے درمیان کیا فرق تھا؟

جواب:

حواری	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
1۔حواریوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے بطور الہام ایمان کا القاء کر دیا تھا۔	1۔صحابہ کرام پورے شعور سے ایمان لائے تھے۔
2۔حواری اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو گواہ ٹھہرایا تھا۔	2۔صحابہ کرام نے قرآن پڑھ کر خود رسول کی سچائی کی گواہی دی۔
3۔حواری عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے بعد ایمان لائے انہوں نے معجزات کا مطالبہ کیا تا کہ دل مطمئن ہو جائیں اور وہ جان لیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سچے ہیں۔	3۔صحابہ کرام نے ایمان لانے کے بعد ایک بھی معجزہ طلب نہیں کیا۔ ایمان جب دل میں داخل ہوا تو وہ مطمئن ہو گئے انہوں نے کسی دلیل و برہان کا مطالبہ نہیں کیا۔

قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ (113)

حواریوں نے کہا: ''ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے ہم کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے واقعی سچ ہی کہا ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوجائیں۔(113)

سوال1: قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ '' حواریوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے ہم کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے واقعی سچ ہی کہا ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوجائیں'' وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالُوْا نُرِیْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا '' حواریوں نے کہا: ''ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے ہم کھائیں''، یعنی ہم اس کی برکت پائیں۔ یہ دلیل ہے کہ وہ کھانے کے ضرورت مند تھے۔ ﴿2﴾ وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا '' اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں'' حواری دل کے اطمینان کے آخری درجے یعنی عین الیقین تک پہنچنا چاہتے تھے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ لیکن اس لیے کہ میرا دل مطمئن ہوجائے۔(البقرہ:260) ﴿3﴾ حواری بھی دیگر انسانوں کی طرح علم، ایمان اور یقین میں اضافے کے ضرورت مند تھے۔

سوال2: حواریوں نے خوان نازل کرنے کے مطالبے کے کیا مقاصد بتائے؟

جواب: ﴿1﴾ اس کھانے سے ان کے دل مطمئن ہوجائیں۔ ﴿2﴾ اپنی آنکھوں کے سامنے معجزہ ہوتا دیکھ کر انہیں یقین ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے سچ کہا۔ ﴿3﴾ معجزہ آنے کے بعد وہ اپنی قوم کے لئے گواہ ہوجائیں کہ عیسیٰ علیہ السلام سچے ہیں۔

سوال3: وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ '' اور ہم جان لیں کہ آپ نے ہم سے واقعی سچ ہی کہا ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوجائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا حواری چاہتے تھے کہ ہم جان لیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ کہا ہے وہ حق پر ہے۔ ﴿2﴾ وَ نَكُوْنَ عَلَیْهَا مِنَ الشّٰهِدِیْنَ یعنی جب ہم گواہی دیں گے تو حجت قائم ہوجائے گی۔ دلائل سے ثابت ہوجائے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآىِٕدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰیَةً مِّنْكَ ۚ وَ ارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ (114)

عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی: ''اے اللہ ہمارے رب! آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے

عیدہواور تیری طرف سے ایک نشانی ہواور ہمیں رزق عطا فرما اور تو رزق عطا کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔(114)

سوال1: قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ''عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی اے اللہ ہمارے رب! آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی بات سنی اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔《2》اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ '' اے اللہ ہمارے رب! آسمان سے ہم پر ایک خوان اتار'' عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ ! آسمان سے ہم پر بھرا ہوا خوان اتار دے۔

سوال2: عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے کیا کچھ ظاہر ہو رہا ہے؟

جواب:《1》عیسیٰ علیہ السلام کی دعا انتہائی ادب کا اظہار کر رہی ہے۔《2》اس دعا میں عیسیٰ علیہ السلام کی عاجزی جھلک رہی ہے۔《3》عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت کا اظہار ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور وہ اس کے بندے ہیں۔

سوال3: اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا مَآئِدَةً '' ہم پر ایک خوان اتار'' عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کیا مانگا؟

جواب:《1》عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا خوان نازل کرنے کا مطالبہ کیا جو اگلوں اور پچھلوں کے لئے خوشی کا سامان ہو۔《2》عیسیٰ علیہ السلام نے خوان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نشانی طلب کی۔《3》عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا خصوصی رزق مانگا۔

سوال4: عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کو دربار قیامت میں رکھ کر کیا سمجھانا مطلوب ہے؟

جواب: عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے یہ سمجھانا مطلوب ہے کہ جنہیں آپ اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہو، وہ دنیا میں بھی جانتا تھا اور آخرت میں بھی گواہی دے گا کہ میں اللہ رب العالمین کا بندہ ہوں اس طرح عیسائیوں کے غلط رویوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سوال5: تَكُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَةً مِّنۡكَ '' جو ہمارے پہلوں اور پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا خوان نازل کرنے کی دعا کی کہ وہ وقت عید اور یادگار بن جائے، تاکہ اس معجزے کو یاد رکھا جائے اور اسے بھلایا نہ جائے۔《2》اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی عیدیں اور عبادت کے دن مقرر فرمائے ہیں جو اس کی آیات کی یاد دلاتے ہیں اور انبیاء و مرسلین کی سنن اور ان کا سیدھا راستہ اور ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کی طرف توجہ مبذول کرواتے ہیں۔(تفسیر سعدی:744/1)

سوال6: وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ '' اور ہمیں رزق عطا فرما اور تو رزق عطا کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَارْزُقْنَا ہمیں رزق عطا فرما یعنی اس مائدہ میں ہمارے لیے دنیاوی مصلحت بھی ہو۔ ﴿2﴾ یہ رزق دینی مصلحت بھی ہو یعنی نشانی کے طور پر باقی رہے۔ ﴿3﴾ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اس کے اختیار میں ہے وہ جو چاہے عطا کرے، جو چاہے رد کرے اس کے ہاتھ میں دنیا وآخرت کا رزق ہے اس لیے وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ اس کی قوتیں بے مثال ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (115)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں وہ خوان تم پر نازل کرنے والا ہوں، چنانچہ اس کے بعد تم میں سے جو شخص ناشکری کرے گا تو اس کو میں یقیناً ایسا عذاب دوں گا جو جہانوں میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا''۔ (115)

سوال 1: قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں وہ خوان تم پر نازل کرنے والا ہوں، چنانچہ اس کے بعد تم میں سے جو شخص ناشکری کرے گا تو اس کو میں یقیناً ایسا عذاب دوں گا جو جہانوں میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں وہ خوان تم پر نازل کرنے والا ہوں'' اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ وہ دسترخوان نازل کرے گا لیکن ساتھ ہی وعید سنائی۔ ﴿2﴾ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ ''چنانچہ اس کے بعد تم میں سے جو شخص ناشکری کرے گا'' اللہ تعالیٰ نے وعید سنائی لیکن نازل کرنے کا ذکر نہیں فرمایا۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے مائدہ نازل فرمایا جو کہ روٹی اور گوشت تھا اور انہیں حکم دیا کہ وہ خیانت نہ کریں، ناشکری نہ کریں اور ذخیرہ نہ کریں۔ انہوں نے کہا ان لوگوں نے خیانت کی، ناشکری کی اور ذخیرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی صورتیں مسخ کر دیں اور انہیں بندر اور سور بنا دیا۔ (ترمذی، کتاب التفسیر: 245/5) ﴿3﴾ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ''تو اس کو میں یقیناً ایسا عذاب دوں گا جو جہانوں میں سے کسی کو نہ دیا ہوگا'' یعنی یہ عذاب دنیا میں بھی ہو سکتا ہے۔ (ابن کثیر) سورہ ابراہیم میں فرمایا: وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور جب تمہارے رب نے صاف اعلان کر دیا تھا کہ یقیناً اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تمہیں ضرور ہی زیادہ دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو یقیناً میرا عذاب بلاشبہ بڑا سخت ہے۔ (ابراہیم: 7)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کو رزق دیا جا رہا ہے مگر مومنین مسیح نے آسمان سے خوان نازل کرنے کا مطالبہ کیا تو انہیں سخت تنبیہ کی گئی۔ وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾عام حالات میں انسانوں کو جو رزق ملتا ہے وہ اسباب کے پردے میں ملتا ہے مومنین مسیح نے آسمان کا پردہ ہٹا کر رزق دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر یہ پردہ ہٹا دیا جائے تو امتحان ختم ہو جاتا ہے اس لئے انہیں سخت تنبیہ کی گئی۔﴿2﴾اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں دیکھ کر ہی مانوں گا تو دراصل وہ یہ کہتا ہے کہ امتحان سے گزرے بغیر میں اللہ تعالیٰ کی رحمت میں داخل ہو جاؤں گا حالانکہ اللہ کی سنت کے مطابق ایسا ہونا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطالبے پر انہیں سخت تنبیہ کی گئی۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ نے اس طرح کفر کرنے والوں کو عذاب الٰہی کا خوف دلایا ہے۔

رکوع نمبر:6

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ(116)

اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ، وہ کہے گا:''آپ پاک ہیں، میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا، اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا، آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے، بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔(116)

سوال1: وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سب کے سامنے جنہوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تین میں سے ایک ہے یوں عیسیٰ علیہ السلام اور سیدہ مریم علیہا السلام کو معبود بنا لیا تھا، عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم سے پوچھے گا کہ کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنالو؟ حشر کے میدان میں اس سوال سے عیسائیوں کو انتہائی ندامت ہوگی۔

سوال2: عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن جو انفرادی گواہی لی جائے گی اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب:﴿1﴾تاکہ عیسائیوں کے غلط عقیدہ آخرت کی تردید ہو سکے۔﴿2﴾یہ وضاحت ہو سکے کہ تمھارا اپنا عقید گھڑا ہوا ہے۔﴿3﴾اس کے گھڑنے کا خمیازہ بھی خود ہی بھگتنا پڑے گا۔﴿4﴾تاکہ حجت قائم ہو سکے۔

سوال3: قَالَ سُبۡحٰنَكَ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَـيۡسَ لِىۡ بِحَقٍّ ’’ وہ کہے گا: ’’ آپ پاک ہیں، میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قَالَ سُبۡحٰنَكَ ’’ وہ کہے گا: ’’ آپ پاک ہیں‘‘ عیسیٰ علیہ السلام برأت کا اظہار کرتے ہوئے فرمائیں گے کہ تو پاک ہے اور میں ایسے قبیح کلام سے تیری پاکی بیان کرتا ہوں۔ ﴿2﴾ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَـيۡسَ لِىۡ بِحَقٍّ ’’ میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا‘‘ میرے لیے مناسب نہیں تھا نہ مخلوق میں سے کسی کا حق ہے کہ وہ معبود ہونے کا دعویٰ کرے یا اس کی دعوت دے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے جواب میں بہترین بات ارشاد فرمائی اور ادب کو پیش نظر رکھا۔ ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ دلیل عیسیٰ علیہ السلام کے دل میں ڈال دی جائے گی۔ اس آیت میں آپ کو یہی حجت بتائی گئی ہے۔ (ابن ابی حاتم) ﴿4﴾ یہ ہستیاں اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عاجز اور اس کی محتاج مخلوق ہیں۔ ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ماتحت ہے۔

سوال4: اللہ نے عیسائیوں کے غلط عقیدے کی تردید کیسے کی؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے حساب کتاب کے دن میں ایک ایسے فرد سے جواب طلبی کی ہے جو جرم کا ذمہ دار نہیں ہے تاکہ پورا موقف اچھی طرح واضح ہو جائے اور انہیں شرمندگی ہو۔ ﴿2﴾ عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے جواب تردید کے لیے بہت کافی تھا کہ ’’ میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا‘‘ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا کہ ’’ اگر میں نے ایسی بات کی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا‘‘ اس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر گواہ ٹھہراتے ہیں۔ یہ گواہی تردید کے لیے بہت اہم ہے۔ ’’ آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں‘‘ یہ کہہ کر اپنی کم مائیگی اور اللہ کی عظمت اور اقتدار کا اعتراف کیا ہے جو الوہیت مسیح کی تردید کے لیے کافی ہے۔ ﴿3﴾ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا گیا میں نے وہی کچھ کیا ہے جو آپ نے حکم دیا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور آپ کا رب ہے۔ یوں الوہیت مسیح کی جڑ کاٹ دی۔ ﴿4﴾ یہ کہہ کر ’’ جب آپ نے مجھے واپس بلا لیا تو آپ نگران تھے‘‘ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی بندگی اور اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی حیثیت کو ثابت کر دیا۔

سوال5: دنیا میں انسان کا امتحان کیا ہے؟

جواب: پردہ غیب میں چھپی ہوئی حقیقتوں کے ماننے اور نہ ماننے کا امتحان ہے۔

سوال6: اِنۡ كُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ‌ ؕ تَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِىۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِكَ ’’ اگر میں نے کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اِنۡ کُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ ''اگر میں نے کہا ہوتا تو یقیناً آپ کے علم میں ہوتا''یعنی آپ سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ۔نہ میں نے ایسی بات کہی نہ میرے دل سے گزری نہ میں نے اسے چھپا کر رکھا۔﴿2﴾ تَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِیۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِیۡ نَفۡسِكَ ''آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے''آپ میرے دل کا حال بخوبی جانتے ہیں ۔جو مجھ سے ہو چکا آپ جانتے ہیں اور میں آپ کے دل کا حال نہیں جانتا۔

سوال7: اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُیُوۡبِ ''بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں''یہ عیسیٰ عَلَیۡهِ السَّلَام کی جانب سے اپنے رب سے مخاطب ہوتے ہوئے کمال ادب کا مظاہرہ ہے چنانچہ آپ نے یہ نہیں کہا(**لم اقل شیئامن ذالک**)میں نے تو اس میں سے کچھ بھی نہیں کہا بلکہ آپ نے ایک ایسی بات کی خبر دی ہے جو آپ کی طرف سے ہر ایسی کہی جانے والی بات کی نفی کرتی ہے جو آپ کے منصب کے منافی ہو نیز یہ کہ ایسا کہنا امر محال ہے ۔آپ نے اپنے رب کی تنزیہہ بیان فرمائی اور علم کو غائب اور موجود کے جاننے والے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دیا۔(تفسیر سعدی:745/1)﴿2﴾ عیسیٰ عَلَیۡهِ السَّلَام نے اپنے رب کی پاکی بیان کی اور علم کو غیب اور حاضر کے جاننے والے کی طرف لوٹا دیا۔﴿3﴾ غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اس میں انبیاء اور غیر انبیاء سبھی برابر ہیں انبیاء کو بھی غیب کی وہی باتیں معلوم ہوتی تھیں جو بذریعہ وحی انہیں بتائی جاتی تھیں ۔(تیسیر الرحمٰن:384/1)

سوال8: سیدہ مریم عَلَیۡهَا السَّلَام کی خدائی کا آغاز کب کیا گیا؟

جواب: مریم عَلَیۡهَا السَّلَام کو خدائی مقام عطا کرنا اور اس کی پوجا پاٹ کا عقیدہ عقیدہ تثلیث سے بھی بعد کی پیداوار ہے۔عقیدہ تثلیث میں یہ خدا تھے: اللہ،عیسیٰ اور روح القدس اور یہ عقیدہ چوتھی صدی عیسوی میں سرکاری طور پر رائج ہوا۔جب کہ سیدہ مریم کے خدا ہونے کا عقیدہ پانچویں صدی عیسوی کی ایجاد ہے۔سیدہ مریم کو مادر خدا ہونے کے لقب سے نوازا گیا اور یہ عقیدہ اتنا عام ہوا کہ پہلے تین خداؤں پر چھا گیا سیدہ مریم کو دیوی کا درجہ دے کر ان کے مجسمے اور تصویریں بنائی گئیں جو آج تک عیسائیوں کے گرجوں کی زینت بنی ہوئی ہیں اور عیسائی حضرات ان کے آگے سر نیاز خم کرتے ہیں۔عیسائی حکومتوں کے قومی جھنڈے پر سیدہ مریم کی تصویر بنائی جاتی۔دور نبوی میں جو ہرقل شاہ روم تھا اس کے جھنڈے پر بھی یہ تصویر موجود تھی اور جنگ کے دوران اسی کے وسیلہ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگی جاتی تھیں۔(تیسیر القرآن:595/1)

مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِیۡ بِهٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیۡ وَرَبَّكُمۡ ۚ وَكُنۡتُ عَلَیۡهِمۡ شَهِیۡدًا مَّا دُمۡتُ فِیۡهِمۡ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡهِمۡ ؕ وَاَنۡتَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ(117)

میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔(117)

سوال 1: مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ''میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے '' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ ''میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا'' یعنی میں تو تیرا بندہ ہوں میری مجال نہیں کہ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کروں۔ ﴿2﴾ میں نے تو اسی کی تبلیغ کی جس کا آپ نے حکم دیا یعنی دنیا میں توحید پھیلائی۔ ﴿3﴾ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ''کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے'' یہ کہ تم صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ میں نے تو انہیں خالص دین کا حکم دیا تھا اور اس کا لازمی تقاضا ہے کہ وہ مجھے اور میری والدہ کو معبود بنانے سے باز رہیں۔ ﴿4﴾ اس دعوت میں یہ بھی شامل تھا کہ میں تو اپنے رب کا محتاج ہوں۔ وہ جیسے تمہارا رب ہے ویسے ہی وہ میرا بھی رب ہے۔

سوال 2: شرک کی تردید کیسے کی گئی؟

جواب: نہایت سادہ اور قابل فہم بات سے شرک کی تردید کی کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ ہم ایک رب کے بندے ہیں۔ ﴿1﴾ عیسیٰ علیہ السلام کی زبان میں واضح طور پر کہلوایا کہ میں نے صرف وہی کیا تھا جس کا آپ نے حکم دیا تھا۔ ﴿2﴾ یہ حقیقت بھی واضح کردی کہ میں صرف اس وقت تک ان پر گواہ تھا جب تک ان کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ ہی ان کے اوپر نگران تھے۔ ﴿3﴾ آپ ساری چیزوں پر نگران ہیں یہ کہہ کر شرک کی جڑ کاٹ دی۔

سوال 3: عیسیٰ علیہ السلام کے اس اعتراف سے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران تھا'' کیا حقیقت ذہن نشین کروائی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مرنے کے بعد مرنے والوں کو دنیا کے حالات کی کوئی خبر نہیں ہوتی۔ ﴿2﴾ غیب کا علم اللہ پیغمبروں کو بھی نہیں دیتا ﴿3﴾ وہ جس کی عبادت کرتے رہے اس کو خبر تک نہ تھی۔ ﴿4﴾ اس حقیقت کو بھی روشناس کروایا کہ انسانوں کا رابطہ موت کے بعد دنیا سے منقطع ہوجاتا ہے لیکن اللہ رب العزت تو ہر وقت ہم پر نگران اور گواہ ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی نظروں کی شہادت کو محسوس کرکے اس کے روکے ہوئے سے بچ سکیں۔

سوال4: وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ''اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ کون اس پر قائم رہا اور کون قائم نہ رہ پایا۔ ﴿2﴾ انبیائے کرام جب اپنی دنیاوی عمر پوری کر کے عالم برزخ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں تو انہیں اپنی امتوں کے احوال و اعمال کا پتہ نہیں ہوتا۔ (تیسیر الرحمٰن: 384/1) ﴿3﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے لوگو! تم اللہ کے پاس جمع کیے جاؤ گے، ننگے پاؤں، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ''جس طرح ہم نے اول بار پیدا کرنے کے وقت ابتدا کی تھی، اسی طرح اسے دوبارہ زندہ کر دیں گے، ہمارے ذمہ وعدہ ہے، ہم ضرور اسے کر کے ہی رہیں گے۔'' آخر آیت تک پھر فرمایا قیامت کے دن تمام مخلوق میں سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو کپڑا پہنایا جائے گا۔ ہاں اور میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا اور انہیں جہنم کی بائیں طرف لے جایا جائے گا۔ میں عرض کروں گا، میرے رب! یہ تو میرے امتی ہیں؟ مجھ سے کہا جائے گا، آپ کو نہیں معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد نئی نئی باتیں شریعت میں نکالی تھیں۔ اس وقت بھی وہی کہوں گا جو عبد صالح عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہو گا کہ ''میں ان کا حال دیکھتا رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا، پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا (جب سے) تو ہی ان پر نگران ہے'' مجھے بتایا جائے گا کہ آپ کی جدائی کے بعد یہ لوگ دین سے پھر گئے تھے۔ (صحیح بخاری: 4625) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول ﷺ نے فرمایا، تمہیں قیامت کے دن جمع کیا جائے گا اور کچھ لوگوں کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ اس وقت میں بھی وہی کہوں گا جو نیک بندے نے کہا ہو گا۔ ''میں ان کا حال دیکھتا رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا'' آخر آیت **العزیز الحکیم** تک۔'' (صحیح بخاری: 4626)

سوال5: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ''پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگران تھا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ''پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگران تھا'' یعنی جب تو نے مجھے آسمان پر زندہ اٹھا لیا تو ان پر تو ہی نگران تھا۔ ان کے کھلے چھپے حالات کو تو ہی جاننے والا تھا۔ ان کے اقوال و افعال پر تو ہی گواہ ہے۔ ﴿2﴾ قتادہ نے کہا كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ سے مراد الحفیظ ہے۔ ﴿3﴾ فتح القدیر میں ہے کہ تو ان پر حافظ اور ان کے معاملات کو جاننے والا اور ان پر گواہ تھا۔ (120/2)

سوال6: یہاں پر کس عقیدہ کی تردید کی گئی؟

جواب: یہاں پر اس عقیدہ کی تردید کی گئی کہ عیسیٰ علیہ السلام ان کے گناہوں کو لے کر سولی پر چڑھ گئے۔ عقیدہ آخرت کی ساری خرابیوں کی تردید کی گئی ہے۔

سوال7: وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ''اور تو ہر چیز پر گواہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی میرے قول و فعل اور ان کے قول و فعل پر تو ہی گواہ ہے۔ (الاساس: 1547/3) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا

ہے، وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، دیکھنے والا ہے، اس لیے ہر چیز پر شاہد ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کا علم تمام معلومات کا احاطہ کیے ہوئے ہے وہی ہے جو ہر سننے والی چیز کو سنتا ہے اور ہر دیکھنے والی چیز کو دیکھتا ہے اور اپنے علم کے مطابق ہر خیر و شر کی جزا دے گا۔

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (118)

اگر تو ان کو سزا دے تو یقیناً وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو یقیناً تو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(118)

سوال 1: إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ''اگر تو ان کو سزا دے تو یقیناً وہ تیرے ہی بندے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ ''اگر آپ انہیں ان کے کفر اور انکار پر عذاب دیں فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ''وہ تیرے ہی بندے ہیں'' تیرے بندے جنہوں نے تجھے پہچان لیا پھر تیری آیات کا انکار کیا اور تیری نافرمانی کی تیرے نبیوں کو جھٹلایا اور آپ ان کے مالک ہیں۔ ان پر تصرف کا اختیار رکھتے ہیں جیسے آپ چاہیں آپ پر کوئی اعتراض نہیں۔ لَا يُسْأَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْأَلُونَ وہ جو کچھ کرتا ہے اُس کے بارے میں اُس سے سوال نہیں کیا جاتا اور ان سے ہی سوال کئے جاتے ہیں۔ (الانبیاء:23)﴿2﴾ عیسیٰ علیہ السلام سارے معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہوئے کہیں گے اگر آپ برے کو سزا دیں تو آپ کا انصاف ہے اور اگر آپ اس کے انکار کے باوجود اس کو بخش دیں تو بادشاہت آپ کی ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں اور تجھ پر کوئی حد نہیں۔ اور تو عذاب اور ثواب دینے پر قوت والا، قدرت والا حکیم ہے۔ تو اپنی حکمت کے مطابق کام کرتا ہے۔ (تفسیر منیر:127/4)﴿3﴾ اگر تو انہیں عذاب دے تو آپ نے ان کی طرف رسول بھیجے جنہوں نے لوگوں کو تیری توحید اور عبادت کا حکم دیا، پھر جو گمراہ ہوا سو گمراہ ہوا، اور جو انہوں نے کہا سو کہا، اور جس نے ان میں ہدایت پائی سو ہدایت پائی اور تیرے سوا انہوں نے کسی کی عبادت نہ کی بے شک وہ تیرے بندے ہیں اور تو ان پر بے حد رحم والا ہے اور نہ میں اور نہ میرے علاوہ کوئی اور مخلوق تجھ سے زیادہ ان پر رحم کر سکتی ہے۔ (تفسیر مراغی:52/3)﴿4﴾ یعنی تو اس سے بھی زیادہ رحم والا ہے جس قدر وہ اپنے آپ پر رحم کر سکتے ہیں تو ان کے احوال زیادہ جانتا ہے اگر وہ متکبر اور سرکش بندے نہ ہوتے تو تو انہیں کبھی عذاب نہ دیتا۔ (تفسیر سعدی:246/1)

سوال 2: کیا انسان کی مغفرت اور عذاب کا (اختیار) (فیصلہ) نبی کر سکتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ نبیوں کا کام اپنی خدائی قائم کرنا نہیں ہوتا۔﴿2﴾ عذاب اور مغفرت کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے۔﴿3﴾ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی غالب اور دانا ہے۔

سوال 3: وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ''اور اگر تو انہیں بخش دے یقیناً تو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ اور اگر آپ ان کو بخش دیں یعنی جو ان میں سے ایمان لائیں۔ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ ''یقیناً تو سب پر غالب ہے'' آپ ان کو عذاب اور ثواب دینے پر قوت اور قدرت رکھنے والے ہیں۔ الۡحَكِيۡمُ: اپنے کاموں میں حکیم ہے، اپنی حکمت سے عذاب اور ثواب دیتا ہے۔(تفسیر منیر:125/4)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس کی مشیت میں کوئی دخل انداز نہیں ہوسکتا وہ اپنے بندوں کے بارے میں جو چاہے فیصلہ کرے اس پر اعتراض کا کسی کو کوئی حق نہیں، اگر وہ عذاب دے تو وہ اس کے بندے ہیں، اور اگر معاف کر دے تو یہ کسی عاجزی کی وجہ سے نہیں اور نہ اس میں کوئی قباحت ہے اس لئے کہ وہ ثواب وعقاب دونوں پر قادر ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اور نہ اس کا کوئی کام غلط قرار دیا جاسکتا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:384/1)﴿3﴾ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت کی بڑی شان اور اس کے بارے میں ایک عجیب خبر ہے ۔(تفسیر ابن کثیر:41/2)﴿4﴾ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ ساری رات صبح تک اسی ایک آیت کریمہ کو بار بار پڑھتے رہے تھے۔(سنن نسائی:1011)

سوال4: اللہ تعالیٰ کی صفات العزیز اور الحکیم کی وضاحت کریں؟

جواب: تیری مغفرت تیری کامل قدرت اور غلبہ سے صادر ہوتی ہے۔ تیری مغفرت اور تیرا معاف کر دینا اس شخص کی مانند نہیں جو عاجزی اور عدم قدرت کی بنا پر معاف کر دیتا ہے۔ تو حکمت والا ہے جہاں کہیں تیری حکمت تقاضا کرتی ہے تو اس شخص کو بخش دیتا ہے جو تیری مغفرت کے اسباب لے کر تیری خدمت میں آتا ہے۔(تفسیر سعدی:746/1)

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوۡمُ يَنۡفَعُ الصّٰدِقِيۡنَ صِدۡقُهُمۡ‌ ؕ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا‌ ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ‌ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ(119)

اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔(119)

سوال1: قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوۡمُ يَنۡفَعُ الصّٰدِقِيۡنَ صِدۡقُهُمۡ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ وہ دن ہے سچوں کو ان کی سچائی نفع دے گی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندوں کی حالت کے بارے میں آگاہ فرما رہے ہیں کہ آج کے دن سچوں کو ان کی سچائی نفع

دے گی۔《2》اصحاب صدق سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے اعمال، اقوال اور نیات درست، صراط مستقیم پر قائم اور صحیح نہج پر ہیں۔قیامت کے روز وہ اپنے صدق کا پھل پائیں گے۔جب اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں پاک مقام میں ہرطرح کی کامل قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس ٹھہرائے گا۔(تفسیر سعدی:746/1)

سوال2: لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ’’ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوااور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں’’ آج توحید پرستوں کو ان کی توحید بخشوالے گی جس کی بدولت وہ جنت کی سدا بہار بہاروں سے لطف اندوز ہوں گے جن میں نہ ان کا دل اکتائے گااور نہ وہاں سے ہٹائے جائیں گے۔(مختصرابن کثیر:485/1)《2》خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ’’اس میں ابدالآباد تک ہمیشہ رہنے والے ہوں گے‘‘وہ جنت میں باقی رہیں گے انہیں وہ ابدی اوردائمی طور پر عطا کی جائے گی۔اس میں ایسی نعمتیں ہیں جو ان سے منتقل نہیں کی جائیں گی اور نہ انہیں زوال آئے گا۔وہ ان نعمتوں کے درمیان میں ہمیشہ رہیں گے۔(جامع البیان:152/7)《3》رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی اطاعت کی وجہ سے راضی ہوا وَرَضُوْا عَنْهُ اوروہ اس کے ثواب کی وجہ سے اس سے راضی ہوئے۔(تفسیر منیر:125/4)《4》رب العزت نے فرمایا: وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ اور اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑھ کر ہے۔(التوبہ:72)《5》ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالی اہل جنت سے فرمائیں گے کہ اے جنت والو!وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور تعمیل ارشاد کے لیے موجود ہیں اور خیر تمام تر آپ ہی کے قبضہ میں ہے اللہ تعالی فرمائیں گے کیاتم راضی ہو؟ وہ عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم کیوں کر راضی نہ ہوں حالانکہ آپ نے ہمیں وہ عطافرمایا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیا، اللہ تعالی کا ارشاد ہوگا کیا میں تمہیں اس سب سے افضل چیز عطا نہ کردوں؟ وہ عرض کریں گے اے رب!اس سے افضل کیا ہوگا؟ اللہ تعالی کا ارشاد ہوگا کہ میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں سو اس کے بعد کبھی بھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔(بخاری:1121/2)《6》ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ’’یہی بہت بڑی کامیابی ہے‘‘ایک حدیث میں ہے کہ پھر جنت والوں کے سامنے ان کے عزت وجلال والے رب کی تجلی ہوگی۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مانگو جو مانگو گے وہ دوں گا۔جنتی اللہ تعالیٰ کی رضا مانگیں گے حکم ہوگا کہ میری رضا نے ہی تمہیں جنت دلائی ہے اور اسی کی وجہ سے تم قابل رشک مقام تک پہنچے ہو، مانگو جو مانگو گے وہی دوں گا، پھر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی مانگیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں تم سے راضی ہوں۔فرمایا یہ ایسی کامیابی ہے جس کا مقابلہ کوئی کامیابی نہیں کرسکتی۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ایسی کامیابی کے

لیے تو لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں۔ (الصافات:61) (مختصرابن کثیر:486/1) وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ اور اس میں رغبت رکھنے والوں کے لیے لازم ہے کہ مقابلہ کریں۔ (المطففین:26)

سوال3: سچے انسان کی سچائی کہاں کہاں نظر آتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اپنی ذمہ داری نبھا کر۔ ﴿2﴾ وعدہ نبھا کر انسان وعدے میں سچا ہوسکتا ہے۔ ﴿4﴾ امانت پوری طرح ادا کر کے۔ ﴿4﴾ معاملات میں سچائی کا مظاہرہ کر کے۔

سوال4: سچے لوگ کون ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جن کا قول سچا ہو۔ ﴿2﴾ دعویٰ سچا ہو۔ ﴿3﴾ زبان کے ساتھ دل کی سچائی کی گواہی بھی ملتی ہے۔ ﴿4﴾ جن کا عمل سچا ہو۔ ﴿5﴾ جن کے رویے سچے ہوں۔ ﴿6﴾ جھوٹ کا گواہ نہیں بنتا۔ ﴿7﴾ جو سچ کی گواہی دینے والے ہوں۔

سوال5: انسان سب سے زیادہ جھوٹ کس کے ساتھ بولتا ہے؟

جواب: سب سے زیادہ جھوٹی گواہی انسان اپنے نفس کو دیتا ہے۔ جھوٹی تسلیاں دے کر۔

سوال6: انسان جھوٹی گواہی کیوں دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ لوگوں کی نظر میں اچھا ثابت ہونے کے لیے۔ ﴿2﴾ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے۔ ﴿3﴾ سمجھتا ہے میرا معاملہ صرف انسانوں کے ساتھ ہی ہے۔ ﴿4﴾ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے کے احساس کو بھلا بیٹھتا ہے۔

سوال7: اعضاء جھوٹ کے گواہ کیسے بنتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اگر نگاہ باطل کے لیے اٹھی تو نگاہ جھوٹ کی گواہ بن گئی۔ ﴿2﴾ باطل سننا کان کا جھوٹ ہے۔ ﴿3﴾ ہاتھوں سے برائی کی تو ہاتھ جھوٹ کے گواہ بن گئے۔

سوال8: انسان جھوٹ کا گواہ کب بنتا ہے؟

جواب: جہاں کہیں اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ جھوٹ کا گواہ بن جاتا ہے۔

سوال9: صدق (سچائی) کا صلہ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ان کے لیے ایسے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ﴿2﴾ کبھی ان سے مقام چھینا نہیں جائے گا وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (120)

آسمانوں اورزمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(120)

سوال1: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ " آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہی آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اپنے کونی وقدری، شرعی اور جزائی حکم کے ذریعے ہر چیز کی تدبیر کررہا ہے۔ ﴿3﴾ اسی کا غلبہ واقتدار، اسی کی قدرت ومشیت اور اسی کے تصرف سے سارا نظام کائنات چل رہا ہے۔ اس کی کوئی نظیر نہیں، اس کا کوئی مشیر نہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں، وہ کسی کی اولاد نہیں، وہی ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

سوال2: وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ " اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ " اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے" اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔ ہر چیز اس کے حکم کی مطیع ہے۔ ہر چیز اس کے آگے مسخر ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ " قدیر" پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ خلق بھی اس کی، ملکیت بھی اسی کی، فیصلے بھی اسی کے، نافذ بھی وہی کرتا ہے۔ اسی کی قدرت، اسی کا تصرف اور اسی کا اختیار ہے۔ ہر چیز اس کی مشیت کی مطیع ہے۔

سوال3: سورہ المائدہ کا سبق کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ زمین وآسمان پر اللہ کی بادشاہت۔ ﴿2﴾ ہم پر بھی اللہ کی بادشاہت۔ تمام موجودات پر اللہ تعالیٰ کا حکم چلے تو کائنات میں جو سب سے اشرف ہے اس پر بھی اللہ کا حکم چلے گا۔ ﴿3﴾ جب تک اللہ کی حاکمیت پر ایمان نہ ہو ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ ﴿4﴾ ہر چیز پر اختیار رکھتا ہے جو جی چاہے فیصلہ کرسکتا ہے۔

سوال4: سورہ المائدہ کا اختتام کس بات پر کیا گیا؟

جواب: زمین وآسمان اور ساری موجودات کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

رکوع نمبر 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ الانعام

سوال1: سورۃ الانعام کب نازل ہوئی؟ اس کی کتنی آیات اور کتنے رکوع ہیں؟

جواب:《1》سورۃ الانعام مکی سورت ہے۔اس کی 165 آیات اور 20 رکوع ہیں۔《2》مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے یہ چھٹی سورت ہے۔اورنزولی ترتیب کے اعتبار سے 55 نمبر کی سورت ہے۔

سوال2: سورۃ الانعام کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: سورۃ الانعام میں مویشی جانوروں کا ذکر ہے جیسے آیت نمبر 136 میں وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا (تفسیر منیر: 130/4)

سوال3: سورۃ الانعام کا موضوع کیا ہے؟

جواب: سورۃ الانعام عقیدہ اور اصول ایمان کے موضوع پر ہے۔یہ اپنے مقاصد اور اہداف کے اعتبار سے مدنی سورتوں سے مختلف ہے۔جیسے سورۃ البقرہ، آل عمران، النساء اور المائدہ پہلے گزر چکیں۔اس میں مسلمانوں کی جماعت کی تنظیم کے لیے روزے، حج، سزاؤں اور خاندان کے احکامات نہیں دیئے گئے۔اس میں قتال، دعوت اسلام پر خارجیوں سے جنگ وغیرہ کا ذکر نہیں ہے۔اسی طرح اہل میں سے یہود و نصاریٰ اور منافقوں وغیرہ کا تذکرہ بھی نہیں ہے۔یہ سب سے بڑے اور بنیادی معاملے اصول عقیدہ اور ایمان پر مشتمل ہے۔(صفوۃ التفاسیر: 348/1)

سوال4: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب:《1》ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سورہ انعام ایک ہی بار رات کے وقت مکہ میں اتری یعنی ہجرت سے قبل، اس کے آس پاس ستر ہزار فرشتے تھے۔جن کی تسبیح گونج رہی تھی۔(طبرانی)《2》عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سورہ انعام پہنچانے کے لیے ستر ہزار فرشتے آئے تھے۔جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب سورۃ الانعام اتری تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ پڑھ کر فرمایا: اس سورت کو پہنچانے والے فرشتوں سے آسمان کا کنارہ بھرا ہوا تھا۔(مستدرک حاکم)《3》سورہ انعام کے ساتھ فرشتوں کی اتنی بڑی جماعت تھی کہ اس سے آسمان اور زمین کی فضا بھری ہوئی تھی اور ان کی تسبیح گونج رہی تھی اور ان سے زمین ہلنے لگی تھی۔اس وقت آپ بھی **سبحان الله العظیم ،سبحان الله العظیم** پڑھ رہے تھے۔(ابن مردویہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ (1)

سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا، پھر بھی جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں۔(1)

سوال1: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ’’سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کو

پیدا کیا اور تاریکیوں اور روشنی کو بنایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَلْحَمْدُ: زبان سے اللہ تعالیٰ کی صفات جلال و جمال اور عظمت و کمال کے ساتھ اس کی خصوصی حمد وثنا بیان کرنا۔《2》اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ: کامل حمد صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے ہے۔《3》اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم تخلیق پر اپنی حمد بیان کی ہے کہ اس نے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔(الدر المنثور:5/3)《4》یہ تخلیق اس کی کامل قدرت ،وسیع علم،حکمت تامہ،رحمت عامہ اور خلق اور تدبیر کے کمال میں اس کی انفرادیت پر دلالت کرتی ہے۔《5》وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور اس امر پر کہ اس نے روشنی اور اندھیروں کو پیدا کیا۔《6》الظُّلُمٰتِ سے مراد حسی اندھیرے بھی ہیں جیسے رات کی تاریکی اور معنوی اندھیرے بھی ہیں مثلاً جہالت،شک،شرک،معصیت اور غفلت کے اندھیرے اور وَالنُّوْرَ اس سے مراد حسی روشنی بھی ہے جیسے دن کی روشنی اور معنوی روشنی بھی جیسے علم، یقین، ایمان اور اطاعت کی روشنی۔《7》سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:''مَا مِنْ شَيْءٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْحَمْدَ ، وَاَبْلَغُ الْحَمْدِ الحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى كُلِّ حَالٍ''۔کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو حمد سے زیادہ پسند نہیں ہے اور سب سے بلیغ حمد ''الحمد للہ علی کل حال''یعنی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر۔(مسند ابویعلی:247,248/7)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے سورت کا آغاز اپنی حمد سے کیا ہے حکمت واضح کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا الحمد سے کی تا کہ ہر کافر و مسلم سامع کو یہ معلوم ہو جائے کہ تمام قسم کی تعریفیں صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ان لوگوں پر حجت قائم ہو جائے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیروں کو شریک بناتے ہیں ۔ (تیسیر الرحمٰن:386/1)《2》اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق سے اپنی حمد بیان کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی عبادت اور اخلاص کا مستحق ہے۔

سوال3: ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ'' پھر بھی جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ (دوسروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》يَعْدِلُوْنَ: وہ غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دیتے ہیں پھر اس کے ساتھ ان کی عبادت کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:378,377)《2》وہ عبادت اور تعظیم میں غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے مساوی قرار دیتے ہیں اگر چہ وہ کمالات میں ان کو اللہ تعالیٰ کا ہم سر نہیں سمجھتے اور وہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ ہستیاں ہر لحاظ سے محتاج ،فقیر اور ناقص ہیں۔ (تفسیر سعدی:748/1)
《3》رب العزت کا فرمان ہے: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝٦١ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝٦٢ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اور یقیناً اگر آپ اُن لوگوں سے پوچھیں کہ آسمانوں اورزمین کوکس نے پیدا کیا؟ اورسورج اور چاند کوکس نے مسخر کیا؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ پھر وہ کہاں بھکائے جا رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کا چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔اور یقیناً اگر آپ ان سے پوچھیں آسمان سے پانی کس نے نازل کیا؟ پھراس کے ساتھ زمین کواس کی موت کے بعد زندہ کیا؟ تو یقیناً وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے،آپ کہہ دیں: ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے''۔ بلکہ ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔(العنکبوت:63-61)

سوال4: آسمان وزمین کا مربوط نظام کیا پیغام دیتا ہے؟

جواب: آسمان وزمین کا مربوط نظام یہ پیغام دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے جواس نظام کائنات کو چلا رہا ہے وہ باکمال ہے اوراسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔

سوال5: ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ''پھر بھی جن لوگوں نے کفر کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ مٹی سے زندہ وجود نکلنے پر شک نہیں ہوتا۔﴿2﴾ مٹی سے خوشبودار پھول نکلنے پر شک نہیں ہوتا۔﴿3﴾ مٹی سے ذائقے نکلنے پر شک نہیں ہوتا۔﴿4﴾ مٹی کی اس دنیا سے آخرت نکلنے پر شک کیوں ہوتا ہے؟

سوال6: بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ''جن لوگوں نے کفر کیا (دوسروں کو) برابر ٹھہراتے ہیں''جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے رب کے ساتھ کیوں شریک ٹھہراتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ انکار کی وجہ ضد اورہٹ دھرمی ہے۔﴿2﴾ اس کائنات پرغور وفکر نہ کرنا۔

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ(2)

وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک وقت مقرر کر دیا اور ایک مقررہ وقت اسی کے پاس ہے پھر بھی تم شک کرتے ہو؟(2)

سوال1: هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ''وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ رب العزت نے واضح فرمایا کہ تمہارا اور تمہارے باپ آدم کا مادہ مٹی سے تخلیق کیا ہے۔﴿2﴾ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کوایک مٹھی خاک سے، جوتمام زمین سے چنیدہ تھی، بنایا۔اسی لیے ہرجگہ کی مٹی ہونے کے اثر سے انسانوں کی نسل کے رنگ اور طبیعتیں مختلف ہیں،کوئی گورا ہے،کوئی کالا توکوئی سانولا۔طبیعت کے لحاظ سے کوئی بدمزاج، سخت خو ہے توکوئی نیک مزاج اورنرم خو۔''(ابوداؤد:4693،ترمذی:2955)

سوال 2: ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ’’پھر ایک وقت مقرر کردیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》’’ایک وقت مقرر کردیا‘‘ مدت مقرر کرنے سے مراد یہ ہے کہ دنیامیں رہنے کے لیے مدت مقرر کر دی۔《2》تمہاری موت کا بھی ایک مقرر وقت ٹھہرایا۔《3》اس مدت کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے امتحان بنادیا تاکہ وہ جان لے کون سب سے اچھے عمل کرنے والا ہے جیسا کہ فرمایا: الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ اچھا ہے؟ اور وہ سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے۔ (الملک:2)

سوال 3: اس آیت میں اللہ رب العزت نے آخرت کے آنے کی کیا دلیل دی ہے؟

جواب: زمین سے غیر زمینی مخلوقات پیدا ہوسکتی ہیں تو بعد میں کیوں نہیں۔

سوال 4: وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ’’اور ایک مقررہ وقت اسی کے پاس ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》مقررہ وقت سے مراد آخرت ہے انسان اس دنیا سے آخرت میں جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کے فنا ہونے کا بھی وقت مقرر کردیا ہے جس کا علم اسی کو ہے۔《2》اس آیت میں عِنْدَهٗ سے مراد قیامت کا علم اور مدت ہے۔ (مختصر ابن کثیر:487/1)

سوال 5: ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ’’پھر بھی تم شک کرتے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی تم اللہ تعالیٰ کے وعدوں، وعیدوں اور جزا وسزا میں شک کرتے ہو۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ (3)

اور وہی اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے اور وہی زمین میں بھی ہے، وہ تمہارا پوشیدہ اور تمہارا ظاہر جانتا ہے، اور جو کچھ تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے۔ (3)

سوال 1: وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ’’اور وہی اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے اور وہی زمین میں بھی ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں معبود ہے۔ (ایسر التفاسیر:378)《2》اس سے مراد ہے کہ آسمان اور زمین والے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی کی توحید کے قائل ہیں، اسی کو اللہ کے نام سے پکارتے ہیں اور اسی سے رغبت ،شوق اور ڈر سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔ بجز کافر جنوں اور سرداروں کے کہ وہ غیر اللہ کو پوجتے ہیں۔ فرمایا: وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ اور وہی آسمانوں میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود ہے اور وہی کمال حکمت

والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(زخرف:84)یعنی اللہ تعالیٰ ہی آسمان والوں اور زمین والوں کا معبود ہے۔(مختصرابن کثیر:487/1)
﴿3﴾ آسمان والے یعنی مقرب فرشتے ،انبیاء،مرسلین ،صدیقین،شہداء اور صالحین سب اس کی عظمت کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔

سوال2:يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ''وہ تمہارا پوشیدہ اور تمہارا ظاہر جانتا ہے اور جو کچھ تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''وہ تمہارا پوشیدہ اور تمہارا ظاہر جانتا ہے اور جو کچھ تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ سے تمہاری کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں ہے۔سوتمہارے رب ہی کا حق ہے کہ تم اس کی حمد کرو اور تم پر اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت واجب ہے۔(جامع البیان:159/7)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر و باطن اور تمہارے اعمال کو بھی جانتا ہے لہذا اس کی نافرمانی سے بچو اور ایسے اعمال میں رغبت کرو جو تمہیں اس کے قریب کر دیں اور اس کی رحمت کا مستحق بنا دیں اور ایسے اعمال سے بچو جو تمہیں اس سے اور اس کی رحمت سے دور کر دیں۔(تفسیر سعدی:748/1)﴿3﴾ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ''اور جو کچھ تم کماتے ہو وہ بھی جانتا ہے''یعنی خیر و شر اور صلاح و فساد کو وہ جانتا ہے۔(ایسر التفاسیر:378)﴿4﴾ وہ تمہارے سارے اعمال کو جانتا ہے یعنی ان کے خیر اور شر کو وہ تمہیں اس کے مطابق جزا دے گا۔(تفسیر منیر:138/4)

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ(4)

اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں۔(4)

سوال1:وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ''اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے پاس نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَمَا تَأْتِيهِمْ اور ان کے پاس نہیں آتی یعنی ان کافروں کے پاس جو اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔یہ وہ نشانیاں ہیں جو حق کو قبول کرنے اور اس کی اتباع کی دعوت دیتی ہیں۔﴿2﴾ مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ ''ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی'' یہاں آیات سے مراد قرآن کریم کی آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے رسولوں پر ایمان اور قیامت کے دن کی ملاقات پر دلالت کرتی ہیں۔(ایسر التفاسیر:379)﴿3﴾ یہ وہ نشانیاں ہیں جو حق کو قبول کرنے اور اس کی اتباع کی دعوت دیتی ہیں۔﴿4﴾ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ''مگر وہ اس سے منہ موڑنے والے ہوتے ہیں''یعنی وہ ان آیات کو غور سے نہیں سنتے ،ان کے دل کچھ اور کاموں میں مصروف ہیں اور انہوں نے پیٹھ پھیر لی ہے۔

سوال2:انسانوں نے حق سے منہ کس صورت حال میں موڑا؟

جواب:《1》جب کہ انسانوں کے پاس دلائل موجود تھے نشانیوں کی کمی نہ تھی۔《2》پیغمبروں کی دعوت کے ثبوت کے طور پرنشانیاں موجود تھیں۔

سوال3:حق سے منہ موڑنے والے انسانوں کے رویے کیا تھے؟

جواب:《1》دلائل ہونے کے باوجود مان کرنہ دینا۔《2》باطل پر اڑے رہنا۔《3》حق سے دشمنی رکھنا۔

سوال4:ڈراوا کب فائدہ دیتا ہے؟

جواب:《1》جب نشانیاں اوردلائل موجود ہوں۔《2》حقائق واضح ہوں پھرانسان کی غفلت ختم ہوجاتی ہے۔《3》ایک جھٹکے سے فطرت بے دار ہوجاتی ہے۔

فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ(5)

پس یقیناًانہوں نے حق کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا چنانچہ جلد ہی ان کے پاس وہ خبریں بھی آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔(5)

سوال1:فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ''پس یقیناًانہوں نے حق کو جھٹلا دیا جب وہ ان کے پاس آیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》حق جب ان کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو جھٹلا دیا حالانکہ حق اس کا استحقاق رکھتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے اور حق بھیجنے اوراس کے سمجھنے اور پیروی کو آسان کرنے پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا جائے۔《2》یہاں حق سے مراد قرآن اور وہ دین ہے جو محمد ﷺ لے کرآئے جوعقائد،عبادات،معاملات اوراخلاق پر مشتمل ہے۔انہوں نے اس قرآن اوراس دین کو جھٹلا دیا۔《3》یہاں حق سے مراد یا تو قرآن کریم ہے یا نبی کریم ﷺ کی مبارک ذات۔(تیسیر الرحمٰن:388/1)

سوال2:فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰۗؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ''چنانچہ جلد ہی ان کے پاس وہ خبریں بھی آئیں گیجس کا وہ مذاق اڑاتے تھے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》جس چیز کا وہ مذاق اڑارہے تھے جلد ہی انہیں اس کے بارے میں علم ہوجائے گا کہ وہی حقیقت ہے۔《2》جولوگ قیامت کے آنے کا اور جنت اور جہنم کا مذاق اڑارہے تھے ان کے لیے سخت ڈراوا ہے کہ ان کی سرکشی رنگ لاکررہے گی اوراس کا وبال انہیں بھگتنا پڑے گا۔

سوال3:لوگکس چیز کا مذاق اڑاتے تھے؟

جواب:《1》حق کا۔《2》حق پرعمل کرنے والوں کا۔

سوال4:ان کے مذاق اڑانے کی وجہ کیا تھی؟

جواب:《1》جہالت۔《2》حق سے دشمنی۔《3》حق کو کم تر سمجھنا۔《4》دنیا کی حقیقت کو نہ سمجھنا۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ(6)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا؟ جن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں بھی عطا نہیں کیا اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے گھروں کے نیچے سے بہتی تھیں، پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا۔(6)

سوال1: اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ ”کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَلَمْ يَرَوْا یعنی کیا انہوں نے ان جھٹلانے والوں کو نہیں دیکھا۔(الاساس:1578/3)《2》مِّنْ قَرْنٍ یعنی پچھلی امتوں میں سے اور قرن سو سال کا ہوتا ہے۔(ایسر التفاسیر:379)《3》کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے جھٹلانے والی کتنی قوموں کو ہلاک کر دیا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ ایک کے بعد ایک قوم کو بدل کر کیوں لاتا ہے؟

جواب:《1》اس کائنات میں زمین پر مکافات عمل ہے۔《2》اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مادی، معاشی اور فطری وسائل عذاب کو روک نہیں سکتیں۔《3》فساد کو دنیا میں بقاء نہ ملے اسے دور کیا جا سکے۔《4》بعد میں آنے والے اگر پہلے والوں سے عبرت حاصل نہ کریں۔

سوال3: مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ ”جن کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار عطا کیا تھا جو تمہیں بھی عطا نہیں کیا“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ہم نے ان کو وہ مادی قوت دی جو ان مشرکوں کو نہیں دی۔(ایسر التفاسیر:379)《2》اس سے مراد ہے کہ ہم نے انہیں مال و اولاد اور خوش حالی عطا کی تھی۔

سوال4: اس آیت میں کس چیز کا احساس دلایا گیا؟

جواب: پچھلی قوموں کی مادی ترقی کا احساس دلایا گیا ہے کہ یہ ترقی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

سوال5: اللہ تعالیٰ جب کسی کو اقتدار عطا کرتے ہیں تو وہ کیا چیز بھول جاتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ جب کسی کو اقتدار عطا کرتے ہیں تو وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ اقتدار اللہ تعالیٰ کا عطا کردا ہے۔

سوال6: وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ ''اور ہم نے ان پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں اور ہم نے نہریں بنائیں جو ان کے گھروں کے نیچے سے بہتی تھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پانی کے وافر اسباب نہروں کی صورت میں مہیا کر رکھے تھے جن سے پھل، سبزیاں اور اجناس وغیرہ اگتے تھے مگر انہوں نے نعمتوں کا شکرادا نہ کیا بلکہ ان کو جھٹلایا۔

سوال7: جب انسان یہ بھول جائیں کہ سب کچھ اللہ کا عطا کردہ ہے تو نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب: جب انسان یہ بھول جائیں کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ﴿1﴾ انسان اللہ تعالیٰ کے عہد کو بھول جاتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان زمین میں خلیفہ ہونے کی شرائط کو پورا کرنے سے بچنے لگتا ہے۔

سوال8: زمین میں بار بار کسی قوم کا گرنا اور دوسری کا ابھرنا کیا ثابت کرتا ہے؟

جواب: اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین میں مکافات کا قانون نافذ ہے۔

سوال9: بعد والی قومیں پچھلی قوموں کے جیسے اعمال کیوں کرتی ہے؟

جواب: پچھلے لوگوں کے حالات سے سبق نہ لینے کی وجہ سے بعد والی قومیں پچھلے لوگوں جیسے اعمال جاری رکھتی ہیں۔

سوال10: پچھلی قوموں کے حالات سے سبق کیوں نہیں لیا جاتا؟

جواب: غلط فہمی کی وجہ سے پچھلی قوموں کے حالات سے سبق نہیں لیا جاتا کیونکہ دنیا کے مال کی وجہ سے خود اعتمادی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی بے خوف ہو جاتے ہیں۔ داعی حق کو حقیر سمجھنے کی وجہ سے اس کی تنبیہات کو بھی نا چیز سمجھنے لگتے ہیں جس کی وجہ سے گذشتہ حالات سے سبق نہیں لیتے۔

سوال11: فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ''پھر ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں ہلاک کر دیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر کے ان پر ظلم نہیں کیا۔ انہیں ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا۔

سوال12: اس آیت سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

جواب: اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سنت اس کائنات میں جاری و ساری ہے۔

سوال13: اسلام کا نظریہ تاریخ کیا ہے؟

جواب: اسلام کا نظریہ تاریخ یہ ہے کہ قوموں کے زوال میں بدکاری اور جرائم کا دخل ہوتا ہے۔

سوال14: تاریخ کی مادی تعبیر کرنے والے کس پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں؟

جواب: تاریخ کی مادی تعبیر کرنے والے اخلاقی پہلو کو نظر انداز کرتے ہیں۔

سوال15: وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ''اور ان کے بعد ہم نے دوسری قوموں کو پیدا کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جب گناہوں کی پاداش میں پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا تو ان کے بعد اس نے اور قومیں پیدا کیں لہذا ان کے واقعات سے سبق حاصل کرو۔

وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (7)

اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے کہ جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھوتے تب بھی کفر کرنے والے ضرور یہی کہتے کہ کھلے جادو کے سوا یہ کچھ نہیں۔ (7)

سوال1: وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ ''اور اگر ہم آپ پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب نازل کرتے کہ جسے وہ اپنے ہاتھوں سے چھوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو کافروں اور مشرکوں کی دشمنی کی شدت سے آگاہ کیا ہے کہ وہ کیسے آیات کو سمجھ سکتے ہیں۔ ان کا جھٹلانا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نقص کی وجہ سے نہیں بلکہ جہالت اور ظلم و زیادتی کی وجہ سے ہے اگر کاغذات میں لکھا ہوا پیغام آپ پر نازل کریں اور وہ اپنے ہاتھوں سے بھی چھو لیں پھر بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

سوال2: لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ''تب بھی کفر کرنے والے ضرور یہی کہتے کہ کھلے جادو کے سوا یہ کچھ نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی کافر ظلم اور زیادتی کی بناء پر یہ کہیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ ﴿2﴾ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ قرآن دیکھتے تھے اور تصدیق نہیں کرتے تھے۔ (ابن ابی حاتم: 1264/4)

سوال3: قبول حق کے راستے کی رکاوٹ کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اپنی عقل پر بھروسہ۔ ﴿2﴾ نفس کا تکبر۔

وَ قَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ (8)

اورانہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے تو ضرور کام ہی ختم ہو جاتا، پھر وہ مہلت نہ دیے جاتے۔(8)

سوال1:وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ'' اورانہوں نے کہا کہ اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: مشرک کہتے تھے کہ محمد ﷺ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوا جو اس کام میں اس کی مدد کرتا۔

سوال2: فرشتے کس مقصد کی خاطر اتارے جاتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ معاملے کا فیصلہ کرنے کے لیے۔﴿2﴾ عذاب نازل کرنے کے لیے۔

سوال3: وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ'' اور اگر ہم کوئی فرشتہ نازل کر دیتے تو ضرور کام ہی ختم ہو جاتا پھر وہ مہلت نہ دیے جاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اگر ہم فرشتے کو نازل کرتے تو یہ ایمان حق کو پہچاننے کی بنیاد پر نہ ہوتا بلکہ ایسا ایمان ہوتا جو مشاہدے کی بنیاد پر ہوتا۔ ایسا ایمان فائدہ نہیں دیتا اور فوراً ہی نہ ماننے والوں کی ہلاکت کا فیصلہ ہو جاتا۔ لہذا اگر وہ غور کریں تو فرشتے اتارنے کا مطالبہ ان کے لیے بہت ہی برا ہے۔

سوال4: فرشتے کی آمد پر فیصلہ کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: کیونکہ غیب کا پردہ پھٹ جاتا ہے اور ایمان تو غیب پر لانا ہے۔

سوال5: فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کیوں کیا گیا؟

جواب: دعوت کے معاملہ میں غیر سنجیدگی کی وجہ سے۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ(9)

اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو ہم ضرور اس کو بھی آدمی بناتے اور ہم یقیناً انہیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں۔(9)

سوال1: وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا'' اگر ہم اسے فرشتہ بناتے۔ تو ہم ضرور اس کو بھی آدمی بناتے'' فرشتے کو بھی انسانی شکل میں اتارتے کیوں؟

جواب: کیونکہ انسان کسی اور شکل میں اسے دیکھ ہی نہیں سکتا مثلاً فرشتے یا جنات وغیرہ۔

سوال2: ان کے اس طنز پر کہ اگر یہ نبی ہے تو اس کی حمایت کے لیے فرشتے کیوں نہیں آتے۔ کیا دلیل دی گئی؟

جواب: کہ اگر فرشتے بھی آتے تو انسانی شکل میں ہی آتے۔

سوال3: فرشتے کی آمد کی ضد پر کیا جواب دیا گیا؟

جواب: اگر فرشتہ بھی ہوتا تو انسان کی شکل میں آتا۔

سوال4: وَّلَلَبَسۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّا يَلۡبِسُوۡنَ ''اور ہم یقیناً انہیں اسی شبہ میں ڈال دیتے جس میں وہ اب پڑے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کافروں کی رائے کے مطابق ہم نبی ﷺ کے ساتھ فرشتہ بھیجتے تو اسے انسان کی صورت اختیار کرنی پڑتی، اس لئے کہ انسان فرشتے کو اس کی اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا اور آدمی کی شکل میں بھیجنے کی صورت میں کافر کہتے کہ یہ فرشتہ نہیں ہے یہ تو آدمی ہے اور دوبارہ اسی شبہ میں پڑ جاتے جس میں پہلے سے واقع تھے۔ (تیسیر الرحمٰن: 389،390/1)

وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ(10)

اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقیناً بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا، تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا ان کو اسی (عذاب) نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ (10)

سوال1: وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ ''اور بلاشبہ آپ سے پہلے بھی یقیناً بہت سے رسولوں کا مذاق اڑایا گیا'' کن مقاصد کے تحت آپ ﷺ سے یہ کہا جا رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ کو تسلی دینے کے لیے یہ کہا گیا کہ آپ سے پہلے بھی رسولوں کا مذاق اڑایا گیا اس لیے آپ صبر کریں تاکہ آپ ﷺ کے دل سے غم کا غبار چھٹ جائے۔ ﴿2﴾ جھٹلانے والوں اور مذاق اڑانے والوں کے دلوں کو جھنجھوڑا ہے تاکہ وہ تاریخ سے عبرت حاصل کریں۔

سوال2: فَحَاقَ بِالَّذِيۡنَ سَخِرُوۡا مِنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ''تو ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اڑایا ان کو اسی (عذاب) نے آگھیر جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ان پر عذاب نازل ہوا اور انہیں گھیر لیا سو انہیں ہلاک کر دے گا۔ (ایسر التفاسیر: 380) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو صبر کی تلقین کی ہے۔

رکوع نمبر 8

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ (11)

آپ کہہ دیں زمین میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا ہے! (11)

سوال 1: قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ''آپ کہہ دیں زمین میں چلو پھرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کا مذاق اڑانے والوں کی ہلاکت کے بارے میں یقین دلانے کے لیے فرمایا کہ زمین میں چل پھر کر جھٹلانے والوں کا انجام دیکھو۔ ﴿2﴾ یہ سیر جس کا حکم دیا گیا ہے بدنی اور قلبی سیر کو شامل ہے جس سے عبرت جنم لیتی ہے۔ رہا عبرت حاصل کیے بغیر چل پھر کر دیکھنا تو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ (تفسیر سعدی: 752/1)

سوال 2: ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ''پھر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا ہے!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جھٹلانے والوں کے انجام کی طرف توجہ دلائی ہے تاکہ اس بارے میں کوئی شک نہ رہے کہ کیسے رسولوں کو جھٹلانے والی قومیں ہلاک کر دی گئیں، کیسے امتیں عذاب میں مبتلا کر دی گئیں، کیسے عیش وعشرت کے مزے لوٹنے والے تباہ و برباد ہو گئے اور کیسے گھر اور تہذیبیں ہلاک ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل بصیرت کے لیے انہیں نشان عبرت بنا دیا۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ (12)

آپ پوچھیں کس کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے، اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے، وہ قیامت کے دن ضرور بہ ضرور تمہیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا ہے وہی اس پر ایمان نہیں لاتے۔ (12)

سوال 1: قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ''آپ پوچھیں کس کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ مشرکوں پر توحید کے دلائل دیتے ہوئے سوال کریں کہ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے کس نے پیدا کیا، کون ان کا مالک ہے اور کون ان پر اختیار رکھتا ہے؟

سوال 2: قُلْ لِّلّٰهِ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' مشرک اس کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے جب وہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اور زمین و آسمان میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے جب وہ انکار نہیں

کرتے تو اللہ تعالیٰ کے لیے توحید کا اقرار کیوں نہیں کرتے اور اس کے لیے خالص کیوں نہیں ہوتے ؟

سوال3: رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا آپ مشرکین سے پوچھو: قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ’’ آپ پوچھیں کس کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے‘‘؟ اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آپ ﷺ کو یہ حکم فیصلے کے لئے دیا گیا۔ ﴿2﴾ آپ ﷺ کو یہ حکم اس لئے دیا گیا کہ مشرکین اچھی طرح جانتے تھے کہ خالق اللہ تعالیٰ ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کہ مخلوق ہیں۔ یہ سوال کر کے کہ تخلیق کے بعد پھر مالک کون ہے؟ مشرکین کو لاجواب کر دیا گیا کہ سوال کا جواب بھی پھر خود ہی دے دیا گیا اور یوں فیصلہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے اس لیے وہی اس لائق ہے کہ اس کو معبود مانا جائے۔

سوال4: كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ’’اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ ’’اس نے رحمت کرنا اپنے اوپر لکھ دیا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے کہ ’’اس کی رحمت اس کے غصے پر غالب ہے‘‘۔ ﴿2﴾ اس نے اپنے بندوں کے لیے رحمت کے دروازے کھول دیے ہیں اس نے اپنے گناہ گار بندوں کو خاص طور پر اپنی رحمت کے دروازے میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے۔ ﴿3﴾ اس کی رحمت نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے۔ ﴿4﴾ وہ خالق و مالک ہے جو چاہے کر سکتا ہے، اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں اس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے۔ بندوں کے گناہ اور عیب انہیں اپنے رب کی رحمت کے دروازوں میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کو تمام انسانوں پر پھیلا رکھا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے پھر وہ دنیا میں انسانوں کو مشقت میں کیوں ڈالتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ جب کسی کو مصیبت اور مشقت میں مبتلا کرتے ہیں تب بھی اس پر رحمت ہی کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ وہ آزمائشوں میں مبتلا کر کے دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون اس کا سچا غلام ہے اور کون بھاگنے والا ہے۔؟ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ مشکلات میں ڈال کر اپنی امانت (اپنے کلام کی ذمہ داریاں) اٹھانے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔ ﴿4﴾ مشکلات کی وجہ سے انسان کو فہم ملتا ہے اور وہ خالص ہوتا ہے۔ اپنی تیاری اور تجربات سے اللہ تعالیٰ کی امانت کا بوجھ اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے اس طرح یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دائرے کے اندر ہوتے ہیں۔

سوال6: یہ الفاظ ’’كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ‘‘ انسان کے دل پر کیا اثرات مرتب کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے لیے انس پیدا ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ اس کے دل میں روحانی سرور پیدا ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو چکھتا ہے، محسوس کرتا ہے مگر بیان نہیں کر سکتا۔

سوال7:اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اس کی رحمت کی بنیاد پراللہ تعالیٰ اور بندے کاتعلق اُستوار ہوتا ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت انسان سے اس کی غلامی کرواتی ہے۔﴿3﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت ساری انسانیت کے لیے ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ذریعے انسان زندہ ہے۔﴿5﴾اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے انسان کے جسم اور جان کا رشتہ جڑا ہوا ہے۔﴿6﴾انسانی وجود میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہروقت جاری وساری ہے۔﴿7﴾اس پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہروقت جاری وساری ہے۔﴿8﴾انسان کا وجود اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہے۔﴿9﴾اللہ کا رزق اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔﴿10﴾کائنات اوراس کی قوتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے انسان کے لیے مسخر ہیں۔﴿11﴾انسان کے اندرعلم کی استعداداوراس علم کا حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔﴿12﴾انسان کوخلافت کی ذمہ داری سونپ کراس کی ہدایت اور تربیت کے لیے رسولوں کا بھیجنا اس کی رحمت ہے۔﴿13﴾انسان کی گمراہی کے بعداسے دوبارہ سیدھے راستے پرڈالنااس کی رحمت ہے۔﴿14﴾رسولوں کی آواز پرلبیک نہ کہنے کے باوجود مہلت کا ملنا رب کی رحمت ہے۔﴿15﴾انسان کا گناہ کے بعد توبہ کرنا اوررب کا معاف کردینا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔﴿16﴾یہ اللہ تعالیٰکی رحمت ہے کہ وہ ایک برائی کوایک ہی برائی شمار کرتا ہے جب کہ ایک نیکی کے بدلے دس نیکیوں کا اجرعطا کرتا ہے۔﴿17﴾وہ لمحہ انسان کی زندگی کا سب سے قیمتی لمحہ ہوتا ہے جب کسی انسان پراللہ تعالیٰکی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اوراسے اللہ تعالیٰ کی پہچان مل جاتی ہے۔

سوال8:رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رحمت کوہماری عقل سے قریب کرنے کے لئے جو وضاحتیں کی ہیں وہ تحریر کریں؟

جواب:﴿1﴾امام بخاری اورامام مسلم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ’’اللہ تعالیٰ نے جب مخلوقات کو پیدکیا تو ایک ایسی کتاب جواس کے پاس عرش پر ہے لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی‘‘۔(بخاری:7404)﴿2﴾سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا:’’اللہ نے رحمت کے سواجزاء بتائے پھران میں سے ننانویں حصوں کواپنے پاس رکھااورزمین میں صرف ایک حصہ نازل کیا پس اسی کی وجہ سے مخلوق ایک دوسرے کے ساتھ رحم کرتی ہے یہاں تک کہ جانوراپنے بچہ سے اپنے پاؤں کو ہٹالیتا ہے،اسے تکلیف پہنچنے کے خوف کی وجہ سے۔‘‘(صحیح مسلم:6972)﴿3﴾سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ جنگلی قیدی حاضر کیے گئے ان میں ایک عورت بھی تھی جس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے جب قیدیوں میں ایک بچہ پراس کی نظرپڑی تو دوڑ کر عورت نے بچہ کوپکڑ کرسینے سے چمٹالیا اوراس کودودھ پلایا نبی ﷺ نے فرمایا’’دیکھوکیا یہ عورت اپنے بچہ کوآگ میں پھینک سکتی ہے‘‘ہم نے عرض کیا’’نہیں وہ ایسا کرہی نہیں سکتی‘‘فرمایا:’’جس قدر یہ عورت اپنے بچہ پرمہربان ہے اس سے زیادہ اللہ

تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔‘‘(صحیح بخاری:5999, صحیح مسلم:6978)

سوال9: رسول اللہ ﷺ نے انسانوں کو دوسروں کے ساتھ رحمت کرنے کی کیسے تعلیم دی؟

جواب:《1》سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا!’’رحم کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہوگا تم لوگ اہل زمین پر رحم کرو تم پر وہ رحم کرے گا جو آسمانوں میں ہے‘‘۔(ابوداؤد، ترمذی)《2》’’اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا‘‘(بخاری، مسلم، ترمذی)《3》’’رحمت اس شخص سے چھین لی جاتی ہے جو شقی القلب ہیں‘‘۔(ابوداؤد، ترمذی)《4》رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بوسہ دیا اس وقت آپ ﷺ کے پاس اقرع بن حابس موجود تھے وہ کہنے لگے میرے دس بچے ہیں میں تو کسی کو بوسہ نہیں دیتا تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر کسی کے دل سے رحمت کو چھین لیا جائے تو میں اس کے لیے کیا کر سکتا ہوں۔(مسلم، بخاری)《5》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سفر پر گیا اسے پیاس لگی تو وہ کنویں میں اترا اور پانی نکال کر لایا اس نے کتے کو پانی پلایا۔ اس پانی پلانے کے عوض اس کی مغفرت ہوگئی۔(مسلم، بخاری، مؤطا)《6》ایک بدکار عورت نے شدید گرمی میں کتے کو اپنے موزے سے پانی پلایا تو اس کی مغفرت ہوگئی۔

《7》سیدنا عبدالرحمٰن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے ہم نے ایک پرندہ دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے ہم نے اس کے بچے پکڑ لئے چڑیا آئی اور زمین پر بچھی جا رہی تھی رسول اللہ ﷺ آئے آپ ﷺ نے فرمایا! کس نے اسے اس کے بچوں کی وجہ سے تکلیف میں ڈالا؟ اس کے بچوں کو لوٹا کر اسے دے دو۔(ترمذی)

《8》رسول اللہ ﷺ نے دیکھا ہم نے چیونٹیوں کے گھروں کو جلا دیا تھا آپ ﷺ نے پوچھا یہ کس نے جلائے ہیں؟ ہم نے کہا یہ تو ہم نے جلائے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آگ کے ساتھ صرف آگ کا مالک سزا دے سکتا ہے۔(ابوداؤد)《9》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! کسی نبی کو چیونٹی نے کاٹا۔ انہوں نے حکم دیا کہ ان کے گھر کو جلا دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی اگر آپ کو ایک چیونٹی نے کاٹ لیا تو کیا آپ اس کی پوری نوع کو جلا ڈالیں گے جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔(مسلم، بخاری)

سوال10: انسان کیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مزہ چکھ سکتا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مزہ اسے ملتا ہے جو دوسروں پر رحم کرتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مزہ چکھنے کے لیے اس کی دی ہوئی رحمت کو جو ہر ایک کے اندر موجود ہے اسے اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ برت کر دیکھنا پڑے گا۔

سوال11: اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حقیقت جب مومن کے دل و دماغ میں بیٹھ جاتی ہے تو اس پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:《1》اس حقیقت کے دل میں راسخ ہونے سے مومن کے دل کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔《2》مشکلات میں گھرا ہوا

مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھ لیتا ہے اور یہ یقین رکھتا ہے کہ حالات میں کسی بھی لمحے تبدیلی آسکتی ہے۔﴿3﴾ مشکلات ومصائب میں مؤمن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ ہر صورتِ حال کے بعد نئی صورتِ حال پیدا ہوسکتی ہے۔﴿4﴾ مصائب میں گھرا ہوا مومن یہ امید رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مشکلات میں مبتلا کر کے چھوڑ تا نہیں، اپنی رحمت سے محروم نہیں کرتا۔﴿5﴾ مومن اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید باندھتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اندر صبر وثبات پیدا ہوتا ہے۔﴿6﴾ مومن کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے مغفرت کی امید بندھتی ہے پھر اسے غفور ورحیم کی نافرمانی کرنے سے شرم آتی ہے۔﴿7﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی حقیقت پالینے سے مومن خود بھی رحم اور شفقت کے انداز سیکھ لیتا ہے۔﴿8﴾ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پا کر ایک مومن دوسروں کی غلطیوں اور گناہوں سے درگزر کر جاتا ہے۔

سوال 12: لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ''وہ قیامت کے دن ضرور بہ ضرور تمہیں جمع کرے گا جس میں کوئی شک نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تبارک وتعالیٰ نے قسم کھائی ہے اس نے قیامت پر دلائل دیے ہیں۔مومن اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ سچی خبر دینے والا سمجھتے ہیں۔وہ قیامت کا یقین رکھتے ہیں۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ بھی کہ کیا وہاں پانی ہوگا؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم! وہاں پانی بھی ہوگا اور اللہ والے انبیائکے حوضوں سے پانی پئیں گے۔اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیجے گا جن کے ہاتھوں میں آگ کے لٹھ ہوں گے وہ کافروں کو انبیاء کے حوضوں سے ہٹا دیں گے۔(ابن مردویہ)

سوال 13: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت کرنے والا ہے پھر وہ قیامت کے دن سب کو اکٹھا کیوں کریں گے؟

جواب:﴿1﴾ اس دنیا میں انسانوں کو جو کچھ ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم ہے۔دنیا میں نہ رزق کے اعتبار سے سب ایک جیسے ہیں، نہ ذہانت کے اعتبار سے، نہ شکل وصورت کے اعتبار سے، نہ خاندان کے اعتبار سے، نہ مواقع ملنے کے اعتبار سے۔اس لیے ہر ایک کا عمل مختلف ہوجاتا ہے۔﴿2﴾ دنیا میں بعض اوقات ظالموں کو ڈھیل ملتی ہے اور مظلوم ظلم کا شکار ہی رہتا ہے۔یہاں ہر ایک امتحان میں ہے۔ہر ایک کو اس کے کیے کی پوری جزا نہیں مل سکتی اس لیے ایک ایسے دن کے آنے کی ضرورت ہے جب ہر ایک کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن آئے سب لوگ جمع کیے جائیں گے۔ہر ایک کے ساتھ انصاف کیا جائے گا۔

سوال 14: اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ''جن لوگوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈالا ہے وہی اس پر ایمان نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》جن لوگوں نے اپنے آپ کوخسارے میں ہار دیا۔اب ان کی شخصیت باقی نہیں رہی لہذا ایمان نہیں لائیں گے۔
《2》جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا کہ وہ مخلوق کودوبارہ زندہ کرے گااور گناہ کرنے میں جلدی کی وہ دنیاوآخرت کے خسارے میں پڑ گئے۔

سوال15:خسارے کی نسبت ایمان نہ لانے سے قائم کر کے دراصل کس چیز کی بالواسطہ دعوت دی جارہی ہے؟

جواب:《1》یہ ایمان لانے کی دعوت ہے۔《2》ایمان اللہ کی برکتوں میں سے بڑی برکت ہے۔اس لئے کہ حقیقت پرایمان لانا انسان کی فطرت ہے۔《3》ایمان نہ لاکر انسان اپنی ذات،اپنی فطرت ہی گم کر بیٹھا ہے۔ایمان لانے کی دعوت دراصل ایک شخصیت کوقبول کرنے کی اور فطری دعوت ہے۔《4》اللہ تعالیٰ نے دعوت دی ہے کہ کفر خسارہ ہے نہ شخصیت رہی ،نہ فطرت۔عظیم نقصان ہے۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ(13)

اوراللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی رات اور دن میں ٹھہرا ہواہے اور وہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے۔(13)

سوال1:وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ''اوراللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی رات اوردن میں ٹھہرا ہواہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》رات اوردن میں جومخلوق پناہ لیتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے۔فرشتے ،جنات ،انسان،حیوانات ، جمادات سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔《2》اس سے مراد یہ بھی ہے کہ زمانہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔《3》اس سے مراد ہے ہر چیز کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور ہر چیز اس کی مملوک ہے۔وہی ان کے لیے تدبیر اور انتظام کرتا ہے وہی نفع ونقصان کا اختیار رکھتا ہے۔عقل اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اپنے خالق اور مالک کے لیے اخلاص اختیار کیا جائے۔صرف اسی سے محبت،اسی سے خوف اوراسی سے امید باندھیں۔

سوال2:وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ''اور وہ سب کچھ سننے والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے یعنی اپنے علم کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ مخلوقات پرحاوی ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کی ملکیت اس کے سننے اور جاننے کی وجہ سے قائم ہے۔اللہ تعالیٰ السمیع ہے اختلاف لغات اور تنوع حاجات کے باوجودوہ تمام آوازوں کوسنتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ العلیم ہے وہ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جوتھیں اور جو مستقبل میں ہوں گی اوران کو بھی جانتا ہے جونہ تھیں کہ اگر وہ ہوتیں توکیسی ہوتیں،اللہ تعالیٰ ظاہر وباطن ہر چیز کی اطلاع رکھتا ہے۔(تفسیر سعدی:754-755/1)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ

اَسۡلَمَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَهُوَ يُطۡعِمُ وَلَا يُطۡعَمُ ؕ قُلۡ اِنِّىۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَسۡلَمَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ (14)

آپ کہہ دیں: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دوست بناؤں؟ جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا، آپ کہہ دیں: یقیناً مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا ہوں جو اسلام لائے اور آپ ہرگز مشرکوں میں سے نہ بنیں۔(14)

سوال1: قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ’’ آپ کہہ دیں: کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دوست بناؤں جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اس میں نبی ﷺ سے خطاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں کہ آپ ﷺ کہہ دو کہ میں زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے کو چھوڑ کر غیر اللہ کو دوست نہیں بنا سکتا قُلۡ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ تَاۡمُرُوۡٓنِّىۡۤ اَعۡبُدُ اَيُّهَا الۡجٰهِلُوۡنَ اے جاہلو کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو ولی بنالوں۔

سوال2: انسان صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی کیسے بنا سکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان کر انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بنا سکتا ہے۔﴿2﴾ ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود مان کر۔﴿3﴾ ایک اللہ تعالیٰ کی بندگی کر کے۔﴿4﴾ ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا مددگار بنا کر۔﴿5﴾ ایک اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے۔﴿6﴾ مصیبتوں میں ایک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر۔﴿7﴾ ایک اللہ تعالیٰ کو اپنا رازق سمجھ کر انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا ولی بنا سکتا ہے۔

سوال3: اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو اپنا ولی بنائے تو اس کا کیا انجام ہوگا؟

جواب: ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو ولی بنانے سے انسان مشرک ہو جاتا ہے اس کا انجام بھی مشرکوں کے ساتھ ہوگا۔

سوال4: انسان کسی کو اپنا ولی کیوں بناتا ہے؟

جواب: انسان کسی کو اپنا ولی اس لیے بناتا ہے کہ وہ اس کی مدد کرے۔

سوال5: انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا ولی کیوں نہیں بنا سکتا؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا بنانے والا ہے، اسی کی بادشاہت ہے، وہی رزق دیتا ہے، ساری مخلوقات اس سے رزق پاتی ہیں، اس کی محتاج ہیں۔ تو حاجت روا کو چھوڑ کر، رازق کو چھوڑ کر کسی اور کو کیسے ولی بنایا جا سکتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ

نے یہ حکم دیا ہے کہ اسی کے آگے سر تسلیم خم کیا جائے اور مشرکوں میں شامل نہ ہوں۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو ولی بنانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو ولی بنانے کا مقصد کسی اور سے نفع حاصل کرنا یا کسی اور سے نقصان یا مشکلات سے بچانے کی امید رکھنا ہے۔ ﴿2﴾ نفع پہنچانا اور نقصان سے بچانا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کسی اور سے امید رکھنا شرک ہے اور شرک ہر گز اسلام نہیں ہوسکتا۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور شرک نہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟

جواب: اس کے لازمی معنی یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو سرپرست نہ بنایا جائے۔

سوال8: وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ '' اور وہی کھلاتا ہے اور اسے کھلایا نہیں جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ نہیں میں ارادہ رکھتا ان سے رزق کا اور نہ ہی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی بے حد رزق دینے والا، طاقت والا، نہایت مضبوط ہے (الذاریات:57,58) ﴿2﴾ قبا کے رہنے والے ایک انصاری نے نبی ﷺ کی دعوت کی۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم بھی آپ کے ساتھ گئے۔ جب حضور ﷺ کھانا تناول فرما کر ہاتھ دھو چکے تو آپ نے فرمایا: الحمد لله الذى يطعِم ولا يطعَم ، ومن علينا فهدانا ، واطعمنا وسقانا ، وكل بلاء حسن ابلانا ، الحمد لله غير مودع ولا مكفى ولا مكفور ولا مستغنى عنه ، الحمد لله الذى اطعمنا من الطعام ، وسقانا من الشراب ، وكسانا من العرى ، وهدانا من الضلال ، وبصرنا من العمى ، وفضلنا على كثير ممن خلق تفضيلاً ، الحمد لله رب العالمين پڑھی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو سب کو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا۔ اس کے بہت بڑے احسان ہم پر ہیں کہ اس نے ہمیں ہدایت دی اور کھانے پینے کو دیا اور تمام بھلائیاں عطا فرمائیں اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جسے ہم پورا ادا کر ہی نہیں سکتے اور نہ اسے چھوڑ سکتے ہیں، ہم اس کی ناشکری نہیں کرتے، نہ اس سے کسی وقت ہم بے نیاز ہو سکتے ہیں، الحمد للہ، اللہ نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، کپڑے پہنائے، گمراہی سے نکال کر راہ راست دکھائی، اندھے پن سے ہٹا کر آنکھیں عطا فرمائیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر ہمیں فضیلت عنایت فرمائی۔ (تفسیر ابن کثیر: 48/2)

سوال9: قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ '' آپ کہہ دیں: یقیناً مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا ہوں جو اسلام لائے اور آپ ہرگز مشرکوں میں سے نہ بنیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ '' آپ کہہ دیں: یقیناً مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا

ہوں جو اسلام لائے‘‘ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو کہ مجھے حکم ہے کہ میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حکم مانوں۔﴿2﴾ یعنی میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور اطاعت کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں کیونکہ میں ہی سب سے زیادہ اس کا مستحق ہوں کہ اپنے رب کے احکام کی اطاعت کروں۔(تفسیر سعدی:755/1)﴿3﴾ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ’’اور آپ ہرگز مشرکوں میں سے نہ بنیں‘‘ یعنی مجھے روک لیا گیا کہ میں مشرکوں میں سے ہوں۔﴿4﴾ یعنی مشرکوں جیسے اعتقاد رکھوں یا ان کے ساتھ مجالس میں شریک ہوں یہ حکم میرے لیے فرض ہے۔

قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (15)

آپ کہہ دیں: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔(15)

سوال1: قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ’’آپ کہہ دیں: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یوم عظیم سے مراد وہ دن ہے جس کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے، جس سے خوف رکھا جاتا ہے۔﴿2﴾ نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو کہ میں شرک کر کے اللہ جبار کی ناراضگی سے ڈرتا ہوں کیونکہ شرک ہمیشہ جہنم میں لے جانے کا موجب ہے﴿3﴾ یہ شرک کرنے والوں کے دلوں کے لیے تنبیہ ہے۔﴿4﴾ قیامت کا عذاب ہولناک ہوگا جو انسان کو تلاش کر لے گا اور اسے قبضے میں کر لے گا اور اس عذاب سے صرف رب ہی بچا سکتا ہے جب بچانے والا رب ہے تو پھر کسی اور کو ولی کیسے بنایا جا سکتا ہے۔

مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ۚ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ (16)

اس دن جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا تو یقیناً اسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اور یہی واضح کامیابی ہے۔(16)

سوال1: مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهُ ’’اس دن جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا تو یقیناً اسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا عذاب اتنا ہولناک ہوگا کہ انسان اس سے بچ نہ پائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی اس عذاب سے بچا سکتا ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی اصل رحمت یہ ہے کہ اللہ عذاب سے بچا لے۔ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ ’’جو کوئی اس سے ہٹا دیا گیا‘‘ جو عذاب سے بچا لیا گیا یعنی اس سے دور کر دیا گیا۔(ایسر التفاسیر:381)﴿2﴾ يَوْمَئِذٍ ’’اس دن‘‘ اس دن سے مراد قیامت کے دن۔﴿3﴾ فَقَدْ رَحِمَهُ ’’اسی پر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا‘‘ جو عذاب سے بچا لیا گیا وہی درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے

میں ہوگا۔یہی کھلی کامیابی ہے۔《4》وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ''اوریہی واضح کامیابی ہے'' جواس روزعذاب سے بچالیا گیاوہی کامیاب ہے اور جو کامیاب نہ ہوا وہی بدبخت ہے۔《5》رب العزت نے فرمایا: فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ چنانچہ جوآگ سے بچالیا گیااور جنت میں داخل کردیا گیاتو وہ کامیاب ہوگیااور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں (آل عمران:185)

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (17)

اوراگر اللہ تعالیٰ آپ کوکوئی نقصان پہنچائے تواس کے سوا کوئی اس کا دورکرنے والانہیں اور اگروہ آپ کوکوئی بھلائی پہنچائے تو وہی ہرچیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔(17)

سوال1: وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ''اوراگر اللہ تعالیٰ آپ کوکوئی نقصان پہنچائے تواس کے سوا کوئی اس کا دورکرنے والانہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی اگر اللہ تعالیٰ آپ کوکسی بیماری میں مبتلا کردے یامالی تنگی میں یا کوئی غم دےدے یاپریشانی میں مبتلا کردے تواس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والانہیں۔《2》انسان جب اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے ولی بناتاہے توان سے نفع کی امیدرکھتاہے۔اللہ تعالیٰ انسانوں کی دلی خواہشات سے باخبر ہے وہ انسان کی خواہش کا پیچھا کرکے اس کا علاج کرتاہے کہ دیکھونفع دینے کا اختیارتواللہ کے پاس ہے پھر یہ بتاؤکسی اورکوولی بنانے کا کیافائدہ؟《3》اللہ تعالیٰ اپنی سچی پہچان دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہرچیز پرقدرت رکھتاہے۔اللہ تعالیٰ نے دلائل سے یقین دلایاہے کہ دیکھوقدرت والاتومدد کرسکتاہے پھربے اختیارکوولی کیوں بناتے ہو؟《4》جب اللہ تعالیٰ اکیلاہی نفع ونقصان کا اختیاررکھتاہےتو وہی اکیلاالوہیت وعبودیت کا بھی مستحق ہے۔(تفسیرسعدی:755/1)《5》سیدناابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں ایک دن (سواری پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (بیٹھاہوا) تھا۔آپ نے فرمایا:''اےلڑکے!میں تجھے چند(اہم) باتیں بتلاتاہوں (انہیں یادرکھ) تواللہ تعالیٰ کے(احکام) کی حفاظت کر!اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا۔تواللہ تعالیٰ کے حقوق کا خیال رکھ،تواس کواپنے سامنے پائے گا(یعنی اس کی حفاظت کرمدد تیرے ہم رکاب رہے گی)۔جب توسوال کرے توصرف اللہ تعالیٰ سے کر،جب تومدد چاہے (ماورائے اسباب طریقے سے) توصرف اللہ تعالیٰ سے مددطلب کراوریہ بات جان لے کہ اگرساری امت بھی جمع ہوکر تجھے کچھ نفع پہنچاناچاہے تو وہ تجھے اس سے زیادہ کچھ نہیں پہنچاسکتی جواللہ تعالیٰ نے تیرے لکھ دیاہے اوروہ اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے کے لئے جمع ہو جائےتواس سے زیادہ کچھ نقصان نہیں پہنچاسکتی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے لکھ دیاہے۔قلم اٹھالئے گئے(یعنی لکھ کرفارغ ہو گئے) اورصحیفے (نوشتہ ہائے تقدیر) خشک ہوگئے۔(جامع ترمذی:2516)

سوال 2: وَاِنۡ یَّمۡسَسۡكَ بِخَیۡرٍ فَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ’’اورگروہ آپ کوکوئی بھلائی پہنچائے تو وہی ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہی بھلائی پہنچانے والا ہے۔رب العزت کا فرمان ہے: مَا یَفۡتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنۡ رَّحۡمَةٍ فَلَا مُمۡسِكَ لَهَا ۚ وَمَا یُمۡسِكۡ ۙ فَلَا مُرۡسِلَ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ؕ وَهُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والانہیں اور جسے وہ بند کردیتا ہے تواس کے بعد اسے کوئی بھیجنے والانہیں اور وہ سب پر گالب ،کمال حکمت والا ہے۔(فاطر:2)《2》نبی ﷺ کا فرمان ہے: اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ اے اللہ تیری عطا کوکوئی روکنے والانہیں اور تیری دی ہوئی چیز کوئی عطا کرنے والانہیں اور دولت مند کی دولت تیرے عزاب سےنہیں بچاسکتی۔(مسلم:1342)

وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الۡحَكِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ (18)

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہےاور وہ کمال حکمت والا، ہر چیز کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔(18)

سوال 1: وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ ’’اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَلۡقَاهِرُ ’’غالب‘‘ جوعزت دینے والا اور ذلت دینے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:382)《2》اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب اور حاکم ہے اس کے سامنے بڑے بڑے سرکشوں کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں لمبی ناک والوں کے سرخم ہیں اور جھوٹے معبودوں کے چہرے ذلیل ہے اللہ تعالیٰ کائنات کی ایک ایک چیز پر غالب ہے اس کے ہاتھ میں ہر ایک کی پیشانی کے بال ہیں اور تمام مخلوق اس کے جلال وجبروت کے آگے سرنگوں ہے۔اس کی قدرت میں ہر چیز ہے اور اس کے قبضے میں تمام جہانوں کا ذرہ ذرہ ہے۔(مختصر ابن کثیر:492/1)《3》اللہ تعالیٰ انسان پر اتنے اختیارات رکھتا ہے کہ اس کے وسوسوں اور اندرونی اندیشوں سے واقف ہے۔《4》اللہ تعالیٰ نفع دے سکتا ہے نقصان پہنچا سکتا ہے۔《5》اللہ تعالیٰ باخبر ہے لیکن وہ تمام معاملات کا فیصلہ دانائی سے کرتا ہے۔وہ انسان کو عقل سے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کی مہلت دیتا ہے۔کامل اختیارات کے باوجود اسے فوراً نہیں پکڑتا۔

سوال 2: وَهُوَ الۡحَكِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ’’اور وہ کمال حکمت والا ہر چیز کی پوری خبر رکھنے والا ہے‘‘

جواب:《1》وَهُوَ الۡحَكِیۡمُ اللہ تعالیٰ اپنے تمام افعال میں حکمت والا ہے اور ہر چیز کے مقام ومناسبت سے خوب واقف ہے وہ مستحق کو دیتا ہے اور غیر مستحق کو نہیں دیتا۔(مختصر ابن کثیر:492,493/1)《2》اللہ تعالیٰ اپنے اوامر ونواہی ،ثواب وعقاب اور خلق وقدر میں حکمت سے کام لیتا ہے۔(تفسیر سعدی:756/1)《3》الخبیر۔《4》وہ اسرار وضمائر اور تمام مخفی امور کی اطلاع

رکھتا ہے۔

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ۫ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ ۫ وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ
بَلَغَ ؕ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّاۤ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا
تُشْرِكُوْنَ(19)

آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اورتمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیاہے تا کہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اورانہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیاتم گواہی دیتے ہوکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جوتم شریک بناتے ہو۔(19)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن اسحاق اورابن جریر نے سعید یاعکرمہ کے واسطہ سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ نمام بن زیداورقروم بن کعب اورحجری بن عمروآئے اور کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، مجھے اسی توحید حق پر معبوث کیا گیااور میں اسی کی طرف دعوت دیتاہوں تواللہ تعالیٰ نے ان کےقول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی یعنی آپ فرمادیجئے کہ سب سے بڑھ کرگواہی کے لیےکون سی چیز ہے۔(تفسیرابن عباس:384/1)

سوال2:رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیاقُلْ '' آپ پوچھیں'' پھرکہا گیاقُلْ '' آپ کہہ دیں'' خودہی سوال کرواورخودہی جواب دوکی حکمت واضح کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں اورکافروں کی دین کی راہیں جداہوجائیں اس لیے یہ سوال جواب کرواکرواضح کردیا گیا کہ اب توحیداورشرک اکٹھےنہیں رہ سکتے۔《2》اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ فیصلہ سنادیاجائے اسلام اورجاہلیت اکٹھےنہیں رہ سکتے۔《3》اللہ تعالیٰ یہ چاہتے تھے کہ واضح کردیاجائے اسلام اورکفرمیں اتحادممکن نہیں اس لیے دین کی دعوت دلوائی گئی کہ دیکھواللہ تعالیٰ کی توحید کی اس سے بڑی کیا گواہی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود گواہ ہے۔

سوال3:قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ ۙ۫ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْ '' آپ پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اورتمہارے درمیان گواہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ قُلۡ '' آپ پوچھیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ بیان کر دیں ۔﴿2﴾ اَیُّ شَیۡءٍ اَکۡبَرُ شَہَادَۃً '' کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے'' اللہ تعالیٰ نے ہدایت کو واضح طور پر بیان کر دیا ہے اب اس سے بڑھ کر کس کی گواہی ہوسکتی ہے ۔﴿3﴾ یہ گواہی اصول عظیم یعنی توحید کی گواہی ہے ۔اللہ تعالیٰ خود سچائی کو بیان کرتا ہے، وہ سب سے بھلے فیصلے کرتا ہے، اس کی بات کے بعد کسی کی بات کی گنجائش نہیں ۔جب اللہ تعالیٰ بات کرے تو تمام باتیں ختم ہوجاتی ہیں اور معاملے کا فیصلہ ہوجاتا ہے ۔﴿4﴾ قُلِ اللّٰہُ ۟ شَہِیۡدٌۢ بَیۡنِیۡ وَ بَیۡنَکُمۡ '' آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے'' اللہ تعالیٰ کی گواہی رسول اللہ ﷺ اور اس کی قوم کے مابین دو قسم کی ہے ۔ایک تو رسول ﷺ کی رسالت کی گواہی اور دوسرے قرآن حکیم کی گواہی ۔(تفسیر مراغی:76/3)﴿5﴾ اللہ تعالیٰ ہی رسول اور بندوں کے درمیان گواہ ہیں کہ رسول برحق ہیں ۔جو کتاب لے کر آئے ہیں وہ سچی ہے ۔اللہ تعالیٰ کی گواہی قرآن حکیم کی شکل میں آگئی ہے اس کے سوا کسی کو حقیقت کا علم نہیں، اس کے سوا کسی کو زور حاصل نہیں اس لیے وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے ۔﴿6﴾ اللہ تعالیٰ میری گواہی دیتا ہے جو کچھ میں کہتا ہوں وہ اس کو محقق کر دیتا ہے ۔وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذۡنَا مِنۡہُ بِالۡیَمِیۡنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡہُ الۡوَتِیۡنَ اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑ کر لاتا تو یقیناً ہم اس کو اس کے دائیں ہاتھ سے پکڑتے پھر یقیناً ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے ۔(الحاقہ:44,46)﴿7﴾ اللہ تعالیٰ اس کی گواہی نہیں دے سکتے جو اس کا رسول نہ ہو۔

سوال4: وَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِہٖ وَ مَنۡۢ بَلَغَ '' اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور جن تک یہ پہنچے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنُ '' اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے'' اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن تمہارے فائدوں اور مصلحتوں کے لیے میری طرف وحی کیا ہے تاکہ میں تمہیں اور جن تک یہ قیامت تک پہنچے گا انہیں برے انجام سے خبردار کردوں ۔﴿2﴾ لِاُنۡذِرَکُمۡ بِہٖ '' تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں'' انذار یہ ہے کہ جس چیز سے ڈرانا مقصود ہو اسے بیان کیا جائے جیسے ترغیب وترہیب، اعمال اور اقوال ظاہرہ وباطنہ، جو کوئی ان کو قائم کرتا ہے وہ گویا انذار قبول کرتا ہے ۔(تفسیر سعدی:757/1)﴿3﴾ رب العزت کا فرمان ہے ۔ہٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ وَ ہُدًی وَّ مَوۡعِظَۃٌ لِّلۡمُتَّقِیۡنَ لوگوں کے لیے یہ بیان ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے ہدایت اور نصیحت ہے ۔(آل عمران:138)﴿4﴾ وَ مَنۡۢ بَلَغَ '' اور جن تک یہ پہنچے'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: جس تک یہ قرآن پہنچے تو وہ لوگوں میں سے اس کا نذیر ہے ۔(ابن ابی حاتم:1271/4)
﴿5﴾ مقاتل کا قول ہے: جس کو جنوں اور انسانوں میں سے قرآن پہنچے وہ اس کے لیے نذیر ہے ۔(تفسیر منیر:166/4)
﴿6﴾ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: '' میرا پیغام لوگوں کو پہنچاؤ! اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔(صحیح بخاری

:3461)《7》سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ ہراس بندے کے چہرے کو تروتازہ رکھے جو میری بات یاد کر کے آگے پہنچاتا ہے۔(جامع ترمذی:2656)《8》سیدنا ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:''اے اللہ! تو گواہ رہنا اور ہاں! یہاں موجود غائب کو پہنچادیں کیونکہ بہت سے لوگ جن تک یہ پیغام پہنچے گا سننے والوں سے زیادہ (پیغام کو) یادرکھنے والے ثابت ہوں گے اور میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی (ناحق) گردنیں مارنے لگو۔''(صحیح بخاری:1741)

سوال5:قرآن حکیم کیسے انسانوں پر حجت بنتا ہے؟

جواب:ہروہ شخص جس تک قرآن کی تعلیمات پہنچ جائیں۔کسی ایسی زبان میں سمجھتا ہو جس میں قرآن حکیم کی تعلیم موجود ہو تو حجت قائم ہوجاتی ہے۔

سوال6:اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی صورت لوگوں کے سامنے ثالث رکھ دیا ہے اب اس کے سامنے کیا راستہ ہے؟

جواب:انسان کے سامنے دوراستے ہیں اگر وہ قرآن کی حقیقت سے واقف ہے تو تحقیق کرے کہ کیا واقعی یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اگر اسے پتہ چل جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے تو اس کے فیصلوں پر راضی ہوجائے۔

سوال7: اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ ان مشرکوں سے جو آپ کی نبوت کا انکار کرنے والے ہیں اور اپنے رب کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے ہیں کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہیں۔(تفسیر جامع البیان:74/7)《2》ایک طرف اللہ تعالیٰ کی گواہی جو جہانوں کا پروردگار ہے اور مخلوق میں سے سب سے پاکیزہ ہستی محمد ﷺ کی گواہی ہے۔《3》تمہاری اپنی گواہی فطرت کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ کے خلاف جتنے گروہوں کی گواہی ہے ان کے اپنے اقوال میں اختلاف ہے جس کی مخالفت میں وہ یک جا ہیں یعنی وہ سب اللہ تعالیٰ کو شریک ٹھہراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خلاف دلائل کا ادنیٰ سا شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا اس لیے دونوں گواہوں میں سے کوئی گواہی چن لو۔《4》میں تو ایسی بے ہودہ بات نہیں کہتا جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ آپ کہہ دیں! آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اپنی اولود کو مفلسی کے

ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اوران کو بھی دیں گے اور بے حیائی کے قریب نہ جاؤ، ان میں سے جو ظاہر ہو اور جو پوشیدہ ہو اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے اس کا تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔(الانعام:151)

سوال8: یہ سوال کر کے کیا ثابت کیا گیا ہے؟

جواب:《1》 کوئی گواہی نہیں دے سکتا لہذا خود گواہی دے دو۔《2》 اللہ تعالیٰ ایک ہے۔《3》اور شرک جس میں تم مبتلا ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔(ایسر التفاسیر:382)

سوال9: قُلۡ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ'' آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》 نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ کہہ دو وہ واحد معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔(جامع البیان:174/7)
《2》 وہ واحد معبود ہے کیونکہ وہ ایک ہی رب ہے اس لیے وہ رب کی جو خالق، رازق اور مدبر ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے۔(ایسر التفاسیر:382)

سوال10: وَّاِنَّنِیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ'' اور بلاشبہ میں اُن سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: تم جن بتوں اور دیگر خداؤں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔میں ان سے برأت کا ظہار کرتا ہوں یہ ہے توحید کی حقیقت یعنی اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا ثبات اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے اس کی نفی۔(تفسیر سعدی:757/1)

اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ ۘ اَلَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَهُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ(20)

وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا تو وہی ایمان نہیں لاتے۔(20)

سوال1: اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ یَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ'' وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'' اس کی وضاحت کریں

جواب:《1》 اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ'' وہ لوگ جن کو ہم نے کتاب دی ہے'' یعنی یہود و نصاریٰ جن کو تورات اور انجیل دی گئی۔(الاساس فی التفسیر:1606/3)《2》 یَعۡرِفُوۡنَهٗ'' وہ اس کو ایسے ہی پہچانتے ہیں'' یعنی وہ توحید کو پہچانتے ہیں۔《3》 یَعۡرِفُوۡنَهٗ كَمَا یَعۡرِفُوۡنَ اَبۡنَآءَهُمۡ'' وہ اس کو ایسے ہی پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں'' قتادہ کہتے ہیں: اس سے مراد ہے کہ وہ اسلام کو پہچانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور یقیناً محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جس کے بارے میں وہ تورات اور انجیل میں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں۔(تفسیر جامع البیان:175/7)《4》 وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے

بیٹوں کو پہچانتے ہیں اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ وہ نبی ﷺ کو پہچانتے ہیں کیونکہ نبی ﷺ کی بعثت کے بارے میں ان کی کتابوں میں بشارتیں موجود تھیں اور آپ ﷺ کی صفات ان کی کتابوں میں لکھی ہوئی تھیں اس لیے وہ آپ ﷺ کو ایسے پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

سوال 2: اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ''جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا تو وہی ایمان نہیں لاتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ''جن لوگوں نے اپنی جانوں کو خسارے میں ڈالا'' وہ لوگ جنوں نے اپنے آپ کو ہلاک کیا اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کا انکار کر کے جہنم میں اپنے آپ کو گرایا۔ ﴿2﴾ جس ایمان اور توحید کے لیے انہیں پیدا کیا گیا تھا انہوں نے اپنے آپ کو اس سے محروم رکھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے محروم کر دیا۔ ﴿3﴾ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ''تو وہی ایمان نہیں لاتے'' اپنے اس خسارے کی وجہ سے اب وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ﴿4﴾ ان کے اندر ایمان نہیں اس لیے وہ عظیم خسارے اور شر کو پہنچیں گے۔ ﴿5﴾ جن لوگوں نے اپنی جانوں کے لیے خسارہ لے لیا وہ ایمان نہیں لا سکتے۔ ﴿6﴾ جن اہل کتاب نے تحقیقات کیں اور دین کو قبول کرنے کی بجائے دین کو بگاڑنے میں کوشاں رہے وہ ایمان نہیں لا سکتے۔

رکوع نمبر 9

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (21)

اوراس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے، ظالم یقیناً کامیاب نہیں ہوتے۔ (21)

سوال 1: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ''اوراس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیات کو جھٹلائے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ گھڑے اور اس کی آیات کو جھٹلائے جو رسول لے کر آئے ہیں۔ ﴿2﴾ اس آیت کریمہ کی وعید میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی بندگی کرنا جائز ہے یا اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے کوئی بیوی یا بیٹا بنایا ہے اور اس وعید میں وہ تمام لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے حق کو جھٹلایا جسے لے کر انبیاء و مرسلین مبعوث ہوئے اور جس کے علم بردار، ان کے جانشین (داعیان حق) ہوئے۔ (تفسیر سعدی:

758/1)《3》ظالموں سے مراد مشرک ہیں جو گمان رکھتے ہیں کہ بت اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے سفارشی ہوں گے اس وجہ سے ان کی عبادت کرتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:384)《4》ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''تکلیف دہ بات سن کر اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرنے والا کوئی نہیں ہے، مشرک کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے اور پھر بھی وہ انہیں معاف کرتا ہے اور انہیں روزی دیتا ہے۔''(صحیح بخاری:7378)《5》مشرکوں کا اپنے بتوں کے بارے میں اعتقاد تھا کہ یہ اللہ کے نزدیک ہمارے سفارشی ہیں اس لئے ان کی عبادت کی اور اہل کتاب نے قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کا انکار کیا تو گویا یہ سبھی لوگ توحید اور اسلام کے خلاف اپنے معاندانہ رویہ کی وجہ سے بڑے ظالم ہیں۔(تیسیر الرحمٰن:391/1)《6》اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ'' یا اس کی آیات کو جھٹلائے''اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دلائل کو جھٹلانا ہے جو اس نے اپنے رسولوں کو نبوت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے عطا فرمائے اور ان میں سے یہود ہیں۔(تفسیر جامع البیان:176/7)

سوال 2: اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ'' ظالم یقیناً کامیاب نہیں ہوتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》توحید اور اسلام سے دشمنی کا مؤقف رکھنے والے ظالم ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے کبھی نجات نہیں پائیں گے۔(ایسرا لتفاسیر:384)《2》جو لوگ اللہ تعالیٰ پر باطل کہتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے نہ ہی جنتوں میں ہمیشہ کی زندگی پائیں گے۔(تفسیر جامع البیان:176/7)《3》شرک کرنے والے ظالم ہیں اس لیے وہ کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔مشرک اپنا ذہنی سانچہ خراب کر لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے مقام پر کسی اور کو فائز کر کے اپنی زندگی، قوتیں، صلاحیتیں، وقت، اور مال اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسری ہستیوں کی عقیدت اور محبت میں نچھاور کر دیتا ہے اور اس کا نتیجہ ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔نہ وقت کام آئے گا، نہ صلاحیتیں نہ مال۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی صلہ نہیں دے سکتا اور شرک کر کے انسان اللہ تعالیٰ کے تعلق کو کاٹ بیٹھتا ہے۔《4》انسان اپنے جیسے انسانوں کے لیے شرک کی مثال بنتا ہے یوں اپنی ناکامی کے ساتھ دوسروں کی کامیابی کے راستے میں روڑے اٹکاتا ہے۔

سوال 3: شرک سب سے بڑا ظلم کیسے ہے؟

جواب:《1》شرک سچائی کے ساتھ ظلم ہے اس لیے کہ اللہ واحد ہے اس جیسا کوئی نہیں کبریائی صرف اس کا حق ہے۔وہ حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور مشرک اللہ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے اندر بھی اللہ جیسی صفات ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔《2》شرک نفس انسانی کے ساتھ ظلم ہے۔اس لیے کہ انسان کے نفس کا حق ہے کہ اسے صرف ایک اللہ تعالیٰ کے آگے جھکائے اور مشرک اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسری ہستیوں کے سامنے جھکا کر ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ان سے دعائیں مانگ کر، ان کے لیے قربانیاں دے کر، ان کے نام کی نذریں مان

کر،ان سے اللہ تعالیٰ جیسی محبت رکھ کر،ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف خوف کھا کر،اپنے لیے ہمیشہ ہلاکت کا فیصلہ کرے۔《3》شرک دوسرے انسانوں پر ظلم ہے۔اس لیے شرک کر کے وہ حق کی پہچان گم کر بیٹھتے ہیں۔اوراس طرح ان کی زندگی ظالمانہ اصولوں کے تحت چلتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ (22)

اورجس دن ہم ان سب کوجمع کریں گے پھر ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جنہوں نے شرک کیا کہ تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان کیا کرتے تھے؟(22)

سوال1:وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ''اورجس دن ہم ان سب کوجمع کریں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اہل شرک کے انجام کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے۔《2》مشرکین اوراہل کتاب نہ دنیا میں کامیاب ہوں گے اورنہ اس دن جب ہم انہیں جمع کریں گے کیونکہ وہ ظالم ہیں۔(ایسر التفاسیر:384)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے حشر کی پیشی کی ہولناکی کا احساس کیسے دلایا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے حشر کے دن کو زندہ منظر کی حیثیت میں پیش کیا ہے جہاں شرک کرنے والوں کو بلا کرسوال کیا جارہا ہے کہ ان کو لے آؤ جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے تھے۔اس منظر میں شرکاء کا کوئی پتہ نہیں۔《2》اس باز پرس سے مشرکین کے حواس گم ہوجاتے ہیں ان کی یادداشت سے وہ حالات محو ہوجاتے ہیں جس میں انہوں نے شرک کیا تھا۔ان کا شعور یہ بتاتا ہے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔اوروہ کہیں گے کہ نہ تو شرکاء موجود تھے نہ ہم نے شرک کیا اور یوں جھوٹے گمان کا پردہ چاک ہوجائے گا۔

سوال3:ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ '' پھر ہم ان لوگوں سے پوچھیں گے جنہوں نے شرک کیا تمہارے وہ شریک کہاں ہیں جن کا تم گمان کیا کرتے تھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرکوں کو جمع کر کے ان کے بتوں کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ تمہارے بت ،دیوتا کہاں گئے جنہیں تم اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے تھے۔《3》كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ''تم گمان کیا کرتے تھے''جن کے بارے میں تم گمان رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شریک ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تو کوئی شریک نہیں ۔(تفسیر منیر:169/4)

《3》تَزْعُمُونَ سے مراد جنہیں تم پکارتے تھے اور شریک سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہاری شفاعت کریں گے۔(ایسر التفاسیر:383)

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ (23)

پھران کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔(23)

سوال1: ثُمَّ لَمۡ تَكُنۡ فِتۡنَتُهُمۡ ’’پھران کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہوگا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اب ان کے لیے فتنہ نہ رہے گا یعنی حشر کے میدان میں حقیقت کے سامنے آنے کے بعد فتنہ یعنی عذر واضح ہو جائے گا اللہ تعالیٰ کے دربار میں بے اصل، بے بنیاد عقائد ذہن سے نکل جائیں گے لیکن نئی مصیبت پیش آئے گی کہ شرک سے انکار نجات کا باعث نہیں بن سکتا۔ اس لیے کہ وہ فیصلوں کا دن ہوگا۔

سوال2: قَالُوۡا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ ’’وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: مشرک عذر کے طور پر جھوٹی قسم کھائیں گے کہ ہم مشرک نہ تھے۔

سوال3: مشرک حشر کے میدان میں شرک کا انکار کیوں کردیں گے؟

جواب: حشر کے میدان میں فطرت پر پڑے ہوئے پردے ہٹ جائیں گے اور انسان کا شعور شرک کی حقیقت کو پالے گا اس وجہ سے مشرک اپنے ماضی سے کٹ کر اللہ تعالیٰ کی عظمت، اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اعتراف کرلیں گے لیکن یہ کام وہ تب کریں گے جب اقرار مفید نہ ہوگا۔ اس لیے کہ جزائے اعمال کے دن اعتراضات فائدہ نہ دیں گے۔

اُنۡظُرۡ كَيۡفَ كَذَبُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ(24)

آپ دیکھیں کیسے وہ جھوٹ بولیں گے اور وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے۔(24)

سوال1: اُنۡظُرۡ كَيۡفَ كَذَبُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ ’’آپ دیکھیں کیسے وہ جھوٹ بولیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اُنۡظُرۡ دیکھو یعنی تعجب کی نظر سے دیکھو۔ كَيۡفَ كَذَبُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ ’’کیسے وہ جھوٹ بولیں گے‘‘ کیسے انہوں نے اپنے اوپر جھوٹ بولا سے مراد یہ ہے کہ حقیقت سامنے آنے کے بعد اب یہ خود شرک کا انکار کررہے ہیں دراصل انہوں نے جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو خود پر جھوٹ بولا اور خود کو فریب دیا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ اُن پر تعجب فرماتے ہیں کہ انہوں نے دنیا میں جھوٹ میں زندگی بسر کی اور آج یہ خود گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں۔

سوال2: وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ’’اور وہ سب ان سے گم ہو جائے گا جو وہ جھوٹ بنایا کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ یعنی ان سے غائب ہو جائے گا اور وہ انہیں دیکھ نہیں سکیں گے۔ ﴿2﴾ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:384) ﴿3﴾ یعنی شرک ان کے ذہن کے پردوں سے بھی مٹ جائے گا۔ ﴿4﴾ حشر کے میدان میں جب فریب کا پردہ چاک ہو جائے گا فطرت پاک صاف ہو جائے گی تو مشرک کی آزمائش دور ہو جائے گی۔ اُن کے اندر سے شرک اور جھوٹے عقائد نکل جائیں گے تو ماضی کا احساس نہ کرسکیں گے۔ ﴿5﴾ دنیا میں عقائد کا گھڑا ہوا جھوٹا قلعہ

اس طرح گر جائے گا جیسے اُس کا کوئی وجود نہ ہو۔

سوال3: انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو کیسے شریک ٹھہرا لیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جب اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کو اپنا مرکز توجہ بنا لیتا ہے تو وہ جھوٹی تمناؤں کا ایک تانا بانا بن لیتا ہے جو اسے دھوکے میں رکھتی ہیں۔ ﴿2﴾ وہ یوں محسوس کرتا ہے اس نے بڑا مضبوط سہارا تھام رکھا ہے۔ ﴿3﴾ وہ بڑی ہستیوں سے منسوب ہونے کو باعث فخر سمجھتا ہے۔ ﴿3﴾ وہ ان ہستیوں سے امیدیں باندھتا ہے کہ وہ ڈوبتی کشتی پار لگا دیں گی اس طرح انسان شرک کے جال میں خود پھنس جاتا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (25)

اوران میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ (نہ) اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے اور اگر وہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں وہ کہتے ہیں جن لوگوں نے کفر کیا، پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا یہ کچھ نہیں ہے۔(25)

سوال1: اس آیت میں مشرک کے کردار کی کس طرح سے وضاحت کی گئی ہے؟

جواب: مشرک کو اس آیت میں ایک ایسے کردار کی صورت میں پیش کیا گیا ہے جس کے پاس کان، آنکھیں اور دل ہے مگر اس کی حق دشمنی اور سرکشی نے اسے اس مقام تک پہنچا دیا ہے کہ بظاہر سنتا ہے مگر کانوں پر بوجھ کی وجہ سے سننے کا فریضہ ادا نہیں کر سکتا اور دلوں پر غلاف کی وجہ سے کوئی بات سمجھ نہیں سکتا۔

سوال2: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ''اوران میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو آپ کی طرف کان لگاتے ہیں'' مشرک کو کون سی چیز سننے، سمجھنے اور قبول کرنے سے روکتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سننے والے کانوں میں اللہ تعالیٰ نے گرانی ڈال دی ہے۔ اس لیے سن نہیں سکتے۔ ﴿2﴾ بعض اوقات وہ سننے پر آمادہ بھی ہو جاتے ہیں مگر وہ اس سننے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ نہ ان کا ارادہ حق کی پیروی کا ہوتا ہے نہ اس کے مطابق عمل کرنے کا، اس لیے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ﴿3﴾ مشرک قرآن مجید سنیں بھی تو ان کے دل اسے یاد نہیں رکھتے نہ وہ احکامات کے رازوں کو سمجھتے ہیں اس لیے وہ نہ حق کو پہچانتے ہیں نہ اس پر ایمان لاتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:385)

سوال3: وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ''ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ وہ (نہ) اس کو سمجھیں اوران کے کانوں میں بوجھ رکھ دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں بعض لوگ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت سننے آتے ہیں اور پوری توجہ سے سنتے بھی ہیں لیکن آپ کے وعظ ونصیحت سے ان کے پلے کچھ نہیں پڑتا جیسے خالی ہاتھ آئے تھے ویسے ہی چلے جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں۔ قرآن مجید ان کے دلوں پر اترتا ہی نہیں اور وہ بہرے ہیں ان کے لیے سننا مفید ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا: وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ اوراُن لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا اس شخص کی مثال جیسی ہے جو ان جانوروں کو پکارتا ہے جو پکار اورآواز کے سوا کچھ نہیں سنتے، وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو وہ نہیں سمجھتے۔ (البقرہ:171) (مختصرابن کثیر:494/1)

سوال4: سنتے ہوئے انسان کے کان کیسے بند ہوجاتے ہیں؟

جواب: جوانسان تعصب کا ذہن لے کر سنتا ہے تو اس پر نصیحت اثر انداز نہیں ہوتی۔

سوال5: انسان کے کانوں میں اللہ تعالیٰ گرانی کیوں ڈال دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اپنی فطری صلاحیتوں کو خود معطل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور سچائی کے درمیان پردہ ڈال دیتے ہیں۔ یوں وہ کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی نیت اور ارادے پر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس لیے جو حق کو نہیں پانا چاہتا تو حق کے لیے اس کے کان بہرے ہوجاتے ہیں۔

سوال6: وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ''اوراگروہ تمام نشانیاں دیکھ لیں تو بھی ان پر وہ ایمان نہیں لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اٰيَةٍ اس سے مراد نشانی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلالت کرتی ہے۔ کافر جب کبھی معجزے دیکھتے ہیں تو ایمان نہیں لاتے وہ حق کو ثابت کرنے والے کھلے دلائل کو نہ مانتے ہیں نہ ان کی تصدیق کرتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اور اگر اللہ تعالیٰ اُن میں کوئی بھلائی جانتا تو وہ ضرور انہیں سنواتا اوراگر وہ انہیں سنوا دیتا تو بھی وہ ضرور منہ پھیر جاتے اس حال میں کہ وہ بے رُخی کرنے والے ہوتے۔ (الانفال:23)

سوال7: حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ ''حتیٰ کہ جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے جھگڑا کرتے ہیں'' حق کا انکار کرنے کے لیے کافر جھگڑے کیوں کرتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ جولوگ تعصب کا ذہن لے کر حق کی طرف رخ کرتے ہیں۔وہ سن کر بھی نہیں سنتے ،دلائل انہیں مطمئن نہیں کرسکتے۔﴿2﴾ جولوگ جھگڑے کا ذہن لے کر سنتے ہیں وہ نصیحت قبول نہیں کرتے ،اس لیے جھگڑا کرتے ہیں۔﴿3﴾ جو لوگ سننے اور سمجھنے کا ارادہ نہیں کرتے تو بات کا اصل پہلواُن کے ذہن میں نہیں آتا۔﴿4﴾ جولوگ مخالفانہ ذہن رکھتے ہیں وہ حق سے غلط معنی نکال کر اپنے آپ کو مطمئن کرلیتے ہیں۔﴿5﴾ جولوگ تعصب کا ذہن لے کر بات سنتے ہیں دلائل ان کے ذہن کا جز نہیں بنتے پھر وہ حق کو قبول کرنے کے لیے جھگڑے کرتے ہیں۔

سوال8: اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ''پہلے لوگوں کی کہانیوں کے سوا یہ کچھ نہیں ہے'' انکار کرنے والے قرآن حکیم کو پچھلے لوگوں کی کہانیاں کیوں قرار دیتے ہیں؟

جواب : ﴿1﴾ قرآن حکیم کو رد کرنے اور جھٹلانے کا بہانہ تلاش کرنے کے لیے رسولوں اور پچھلی قوموں کے واقعات کے بارے میں یہ تبصرہ ہر انکار کرنے والے کے دل کو ٹھنڈا رکھتا ہے کہ کلام اللہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔﴿2﴾ عوام الناس کو قرآن سننے سے روکنے کے لیے ہر دور کے لیڈر قرآن حکیم کو ماضی کی داستان قرار دیتے ہیں تاکہ لوگ اسے اپنے لیے غیر ضروری خیال کریں۔﴿3﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے :مشرک کہتے تھے جو تم ذبح کرتے ہو اور قتل کرتے ہو تو اسے کھالیتے ہو اور جسے اللہ تعالیٰ عار دیتا ہے اسے تم نہیں کھاتے اور تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع کرتے ہو۔(ابن ابی حاتم:4/1276)﴿4﴾ وہ کہتے ہیں یہ سب کچھ پہلے لوگوں کی لکھی ہوئی کتابوں سے ماخوذ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں نہ اسکے رسولوں کی طرف سے۔یہ ان کا کفر محض ہے ورنہ اس کتاب کو پہلے لوگوں کی کہانیاں کیسے کہا جاسکتا ہے جو گزرے ہوئے اور پہلے آنے والے لوگوں،انبیاء ومرسلین کے لائے ہوئے حقائق ،حق اور ہر پہلو سے کامل عدل وانصاف پر مشتمل ہے۔(تفسیر سعدی:1/760)

وَهُمۡ يَنۡهَوۡنَ عَنۡهُ وَيَنۡـئَوۡنَ عَنۡهُ‌ ۚ وَاِنۡ يُّهۡلِكُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا يَشۡعُرُوۡنَ(26)

اور وہ اس سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور ہی رہتے ہیں اور اپنی جانوں کے سوا وہ کسی کو ہلاک نہیں کر رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔(26)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام حاکم وغیرہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ مشرکین کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے سے روکتے تھے اور خود آپ کے دین کو قبول نہیں کرتے تھے اور ابن ابی حاتم نے سعید بن ابی ہلال سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ تعداد میں دس تھے اعلانیہ طور پر تو وہ آپ کی مدد میں لوگوں پر بھاری تھے مگر خفیہ طور پر تمام لوگوں سے زیادہ آپ پر زیادہ سخت

تھے۔(تفسیر ابن عباس:386/1)

سوال2: وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ''اور وہ اس سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور ہی رہتے ہیں'' کی وضاحت کریں۔

جواب: ﴿1﴾ وَهُمْ اور وہ یعنی مشرک اور نبی ﷺ کو جھٹلانے والے، گمراہ کرنے اور گمراہ ہونے والے۔ ﴿2﴾ يَنْهَوْنَ عَنْهُ ''اس سے لوگوں کو روکتے ہیں'' وہ لوگوں کو حق سے ڈراتے ہیں۔ ﴿3﴾ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ قرآن سے اور نبی ﷺ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔(جامع البیان:183/7) ﴿4﴾ وہ نبی ﷺ کی اتباع سے روکتے ہیں۔(تفسیر منیر:174/4)

سوال3: وَ اِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ''اور اپنی جانوں کے سوا وہ کسی کو ہلاک نہیں کر رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ دوسروں کو قرآن سننے سے روکتے ہیں وہ خوف رکھتے ہیں کہ کہیں متاثر نہ ہو جائیں اور کہیں اسے قبول نہ کر لیں۔ ﴿2﴾ یہ وہ لوگ ہیں جو خود بھی قرآن حکیم سے دور بھاگتے ہیں یہ مفلس لوگ ہیں اپنے آپ کو کامیابی کے راستے سے دور رکھتے ہیں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ ﴿3﴾ یہ رکنا اور روکنا یہ بھاگنا اور بھگانا دراصل تباہی کا سامان ہے مگر انہیں شعور نہیں۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ(27)

اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں۔ اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں۔(27)

سوال1: وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ ''اور کاش آپ دیکھیں کہ جب انہیں آگ پر کھڑا کیا جائے گا'' انکار کرنے والوں کو ان کا انجام کیسے دکھایا گیا ہے؟

جواب: انکار کرنے والے دوزخ کے کنارے کھڑے ہیں۔ رسوائی، شرمساری، اور حسرت کا منظر ہے۔ انکار کرنے کی اور سرکشی کرنے کی طاقت ختم ہو چکی ہے۔ ایک تمنا ہے دنیا میں واپس بھیج دیے جائیں اور اپنے رب پر ایمان لائیں۔ اس منظر کو دیکھ کر انسان کو موقع ملتا ہے کہ آج کی صورت حال بدل ڈالے یہ حق کو قبول کرنے کے لیے زبردست ذہنی تیاری ہے

سوال2: فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ''تو کہیں گے کہ اے کاش ہم واپس بھیج دیے جائیں اور ہم اپنے رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں اور ہم ایمان والوں میں سے ہو جائیں'' کافروں کی یہ تمنا کیسی تمنا ہے؟

جواب: یہ جھوٹی تمنا ہے اس لیے کہ یہ ان کی فطرت کے ساتھ میل نہیں کھاتی۔ اس تمنا سے پتہ چلتا ہے کہ انکار کرنے والے

اپنی جبلت کو ہی بھول جائیں گے نہ انکار، نہ جھگڑے، نہ لوگوں کو سیدھے راستے سے روکنا۔ کچھ بھی یاد نہ رہے گا۔ اگر ان کی یہ تمنا پوری بھی کردی جائے تب بھی یہ ایسا ہی کریں۔

سوال3: انکار کرنے والے دنیا میں لوٹا دیے جانے کی تمنا کیوں کریں گے؟

جواب: ﴿1﴾ یہ تمنا اس لیے کریں گے کہ جس حقیقت پر انہوں نے پردہ ڈال رکھا تھا وہ سامنے آجائے گی۔ ﴿2﴾ اس تمنا کا سبب یہ ہوگا کہ ان پر ان کے اعمال کے برے نتائج اور ان کا برا انجام واضح ہو جائے گا۔ ﴿3﴾ جب انہیں قیامت کے دن آگ کے کنارے کھڑا کیا جائے گا اور وہاں اپنی آنکھوں سے طوق و سلاسل کے دل دوز و جگر سوز عذابوں کا معائنہ کریں گے تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے اور تمنا کریں گے کاش! ہمیں پھر دنیا میں بھیج دیا جاتا اگر ایسا ہوتا تو ہم اپنے رب کی نشانیاں نہ جھٹلاتے اور ایمان دار بن کر زندگی گزار دیتے اور اللہ تعالیٰ کی عبادتوں اور نیک عمل میں لگے رہتے اور انبیاء کو کبھی نہ جھٹلاتے۔
(مختصر ابن کثیر: 495/1)

بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ (28)

بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلا شبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (28)

سوال1: بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ''بلکہ ان پر واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے'' کافروں نے کیا چھپا رکھا تھا؟

جواب ﴿1﴾ کافروں نے دلوں میں کفر چھپا رکھا تھا یعنی ان کے برے اعمال ظاہر ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی: 254/3) ﴿2﴾ کافر دلوں میں اس حقیقت کو چھپاتے تھے کہ وہ جھوٹے ہیں ان کے دلوں کا جھوٹ بعض اوقات ظاہر ہو جاتا تھا۔ ان کے دلوں کو بھلائی سے روکنے والے ان کے فاسد مقاصد تھے۔

سوال2: وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ''اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلا شبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ کافر اپنی تمناؤں میں جھوٹے ہیں ان کا مقصد محض اپنے اوپر سے عذاب کو دور کرنا ہے۔ ﴿2﴾ ان کو لوٹا بھی دیا گیا تو وہ پھر کفر اور شرک میں مبتلا ہو جائیں گے۔ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ بلکہ ان پر وہ چیز واضح ہو چکی جو وہ اس سے پہلے چھپایا کرتے تھے اور اگر وہ واپس بھیج دیے جائیں تو یقیناً دوبارہ وہی کریں گے جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور بلا شبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (الانعام: 28)

وَقَالُوٓا اِنۡ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ (29)

اورانہوں نے کہا کہ زندگی توبس ہماری دنیا کی زندگی ہےاور ہم ہرگز اٹھائے جانے والےنہیں ہیں۔(29)

سوال1:وَقَالُوٓا اِنۡ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا ’’اورانہوں نے کہا کہ زندگی توبس ہماری دنیا کی زندگی ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:موت کے بعدکی زندگی کاانکارکرنے والےکوکہتے ہیں کہ ہمیں وجودمیں لانے کامقصداس دنیا کی زندگی کےسواکچھ نہیں ہمیں دوبارہ اٹھایانہیں جائے گا۔

سوال2:کفرکرنے والوں کےعقیدے کی خرابی کوکس طرح واضح کیا گیاہے؟

جواب:《1》موت کے بعدکوئی زندگی نہیں۔《2》اللہ تعالیٰ کسی کودوبارہ زندہ نہ اٹھائے گا۔《3》کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔

سوال3:’’زندگی توبس ہماری دنیا کی زندگی ہے‘‘ کی بنیاد پرکیسے بین الانسانی تعلقات وجودمیں آتے ہیں؟

جواب:《1》انسان،انسان کے ساتھ جنگ میں مصروف میں رہتا ہے۔《2》انسانوں کا ہرطبقہ دوسرے طبقے کے خلاف مصروف عمل رہتاہے۔《3》انسان وحشیوں کی طرح جوجی میں آتا ہے کرتے پھرتے ہیں۔《4》انسانی تعلقات میں عدل وانصاف،ہمدردی،اوررحمدلی کانام ونشان تک نہیں ملتا۔

سوال4:وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ ’’اورہم ہرگز اٹھائے جانے والےنہیں ہیں‘‘اس عقیدے کے انسان کے اوپر کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:اس عقیدے کی بنیاد پرایک پاکیزہ اور بلندمرتبہ زندگی وجودمیں نہیں لائی جاسکتی کیونکہ:《1》اس اس محدوددنیا کے اندرقیدہوجاتاہے۔《2》اس کی سوچ جانوروں کی طرح محسوسات تک محدودہوجاتی ہے۔《3》اس کے اندردنیا کی حرص پیداہوجاتی ہے۔《4》وہ دنیا کے مال ومتاع کا بندہ بن جاتا ہے۔《5》وہ خواہش پرست ہوکر بے لگام ہوجاتا ہے۔《6》اس کی خواہشات پوری نہ ہوں تومحروم تصورکرتاہےاوراس کی ساری امیدیں ٹوٹ جاتی ہیں شعورکی یہ محدودیت انسان کوگراکرمٹی میں ملادیتی ہے۔

وَلَوۡ تَرٰٓى اِذۡ وُقِفُوۡا عَلٰى رَبِّهِمۡ ‌ؕ قَالَ اَلَـيۡسَ هٰذَا بِالۡحَـقِّ‌ ؕ قَالُوۡا بَلٰى وَرَبِّنَا‌ ؕ قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا كُنۡتُمۡ تَكۡفُرُوۡنَ (30)

اورکاش آپ دیکھیں جب انہیں اپنے رب کے سامنے کھڑاکیاجائے گا،وہ(اللہ)پوچھے گا:’’کیایہ حقیقت نہیں ہے؟وہ

کہیں گے: ''ہاں ہمارے رب کی قسم کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کیا کرتے تھے''۔(30)

سوال1: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ''اور کاش آپ دیکھیں جب انہیں اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا وہ (اللہ) پوچھے گا: کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: ''ہاں ہمارے رب کی قسم کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَلَوْ تَرٰٓى یعنی اگر آپ کافروں کو دیکھیں۔ ﴿2﴾ اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ''جب انہیں اپنے رب کے سامنے کھڑا کیا جائے گا'' جب وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے شرم سے سر جھکائے ہوں گے، دہشت زدہ، عذاب کے فیصلے کے منتظر، بڑے ہولناک منظر میں۔ ﴿3﴾ قَالَ ''وہ (اللہ) پوچھے گا'' اللہ تعالیٰ ان کو ڈانٹتے ہوئے ارشاد فرمائیں گے۔ ﴿4﴾ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ''کیا یہ حقیقت نہیں ہے'' یعنی وہ عذاب جو تم دیکھ رہے ہو برحق نہیں ہے۔ ﴿5﴾ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ''وہ کہیں گے: ''ہاں ہمارے رب کی قسم کیوں نہیں!'' اس موقع پر وہ اعتراف اور اقرار کریں گے۔ ﴿6﴾ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو عذاب چکھو اس وجہ سے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ فیصلہ سنا دیں گے۔

سوال2: یہ سوال انکار کرنے والوں کی کیا حالت بنا دے گا؟

جواب: ﴿1﴾ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ سوال شرم سار کر دے گا۔ ﴿2﴾ انسان اللہ تعالیٰ کے موقف سے ہل نہیں سکے گا۔ ﴿3﴾ اقرار کیے بغیر چارہ نہ رہے گا کہ ہاں اے ہمارے رب! یہ حقیقت ہے۔

سوال3: انکار پر عذاب بالکل مناسب انجام ہے دلائل سے واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ اسلام کے وسیع تصور حیات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو محسوسات کے تنگ دائرے میں بند کرتے ہیں اور انسانیت کے بلند مقام تک پہنچانا نہیں چاہتے۔ ﴿2﴾ انکار کرنے والوں نے اپنی زندگی کے نظام کو ایک گھٹیا تصور پر استوار کر لیا اور اتنے گرے کہ خود کو عذاب کا مستحق بنا لیا۔

رکوع نمبر10

قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰہِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتۡہُمُ السَّاعَۃُ بَغۡتَۃً قَالُوۡا یٰحَسۡرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطۡنَا فِیۡہَا ۙ وَ ہُمۡ یَحۡمِلُوۡنَ اَوۡزَارَہُمۡ عَلٰی ظُہُوۡرِہِمۡ ؕ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ (31)

یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا حتیٰ کہ جب قیامت ان پر اچانک آجائے گی تو وہ کہیں گے: ہائے افسوس اس کے بارے میں جو ہم نے کوتاہی کی! اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اُٹھائے ہوں گے۔ سن لو بُرا ہے جو بوجھ وہ اُٹھائیں گے! (31)

سوال 1: قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰہِ "یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا" نقصان کی وضاحت کریں۔؟

جواب: ﴿1﴾ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا عقل مند وہ ہے جس نے اپنے نفس کا حساب لیا اور موت کے بعد آنے والی زندگی کے لئے عمل کیا اور عاجز (احمق) وہ ہے جس نے اپنے نفس کو اپنی خواہشوں کے پیچھے لگا دیا اور پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی آرزو رکھی۔ (ترمذی) (اشرف الحواشی: 158/1) ﴿2﴾ جس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلایا وہ ہر بھلائی سے محروم کر دیا گیا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو جھٹلانے کی وجہ سے انسان ہلاکت میں ڈالنے والے کاموں پر جری ہو جاتا ہے اور یوں دنیا میں گھٹیا اور نچلی سطح کی زندگی گزارنے کا خسارہ پاتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہونے کا خسارہ حاصل کرتا ہے۔

سوال 2: انسان آخرت کا انکار کرنے کے لیے کیسے بچ سکتا ہے؟

جواب: انسان آخرت کا انکار کرنے سے تب بچ سکتا ہے جب وہ اپنے آپ کو عقل و دلائل سے مطمئن کرے۔ مثال کے طور پر یہ کہ جن چیزوں پر وہ اپنا حق سمجھتا ہے اور انہیں بے دریغ استعمال کرتا ہے ان کے بارے میں خود سے اسی طرح کے سوالات کیے جا سکتے ہیں۔ ﴿1﴾ جس زمین پر چلتا ہوں کس حق کی بنیاد پر چلتا ہوں۔ ﴿2﴾ جس ہوا سے سانس لیتا ہوں کیا میں نے اس کا کوئی معاوضہ دیا ہوا ہے۔ ﴿3﴾ کیا جس زمین سے میں رزق لیتا ہوں کیا اس زمین کا کائی جزو میرا بنایا ہوا ہے۔ ﴿4﴾ وہ سب کو حاصل کرنے کی دوڑ و دھوپ کرتا ہوں کیا اُس میں سے میری کوئی چیز بنائی ہوئی ہے۔ ﴿5﴾ کیا جو ان ساری چیزوں کا مالک ہے اس کا مجھ پر کوئی حق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو مالک موجودہ دنیا کو استعمال کرنے کا حق دیتا ہے۔ وہ ایک دن ان چیزوں کے حساب کتاب کے لیے کھڑا کر سکتا ہے۔

سوال 3: دل میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا یقین پختہ کرنے کا طریقہ کار بتائیں؟

جواب: اللہ رب العزت نے اور رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے بہت سے طریقے بتائے جیسے نماز، روزہ، کلام پاک کی تلاوت، دعائیں، حج۔ زکوۃ وغیرہ

پانچ وقت کی نماز انسان کو اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کو نماز میں رکھ دیا۔ رب العزت نے فرمایا: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔ (طٰہٰ:14) دعاؤں میں انسان اپنے آپ کو رب کے سامنے محسوس کرتا ہے۔ خاص طور پر سوتے جاگتے، دیگر امور کے بارے میں مسنون دعائیں۔ کلام پاک سب سے زیادہ رب کی ملاقات کی یاد دلاتا ہے اس یاد کو ذہن میں پختہ کرنا ہے۔ اسی طرح دیگر عبادات مثلاً روزہ، زکوۃ انسان کے ذہن میں رب سے ملاقات کو تازہ رکھتی ہیں۔ اور حج کے بارے میں تو اللہ رب العزت نے فرمایا: وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ حج رب العزت کے سامنے پیشی کی بہترین یاد دلاتا ہے حج کا ایک ایک عمل آخرت کی یاد کو پختہ کرتا ہے۔

سوال 4: کون سی چیز اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ذہن سے محو کر دیتی ہے؟

جواب: دنیا میں مصروفیت اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو ذہن سے محو کرتی ہے جب انسان حد سے زیادہ دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو رب سے ملاقات آہستہ آہستہ بھولنے لگتی ہے۔

سوال 5: حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً "حتیٰ کہ جب قیامت ان پر اچانک آ جائے گی" کی وضاحت کریں؟

جواب: جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی اور اچانک قیامت آ جائے گی تو اپنے عقائد اور اعمال پر ندامت کا اظہار کریں گے۔

سوال 6: قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا "تو وہ کہیں گے: ہائے افسوس اس کے بارے میں جو ہم نے کوتاہی کی!" انسان آخرت میں اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کو اعتراف کیسے کرے گا؟

جواب: ﴿1﴾ انسان آخرت میں اقرار کرنے پر مجبور ہوگا اس لیے کہ امتحان کی آزادی ختم ہو جائے گی۔ ﴿2﴾ دنیا میں غافلوں کو قیامت کے آنے کی توقع نہیں ہوتی لیکن جب وہ آ جائے گی تو اعتراف کر لیں گے کہ ہم سے بڑی کوتاہی ہوئی ہے۔

سوال 7: وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ "اور وہ اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے" سے کیا منظر سامنے آتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کچھ لوگ ہیں جو جانوروں کی طرح اپنی پشتوں پر بوجھ لادے ہوئے ہیں، یہ جرائم کا بوجھ ہے اور بہت بھاری ہے اور اس سے نجات پانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ ﴿2﴾ جانور بوجھ کو منزل تک پہنچا کر آرام کرتے ہیں لیکن مجرم بوجھ سمیت آگ کی طرف جا رہے ہیں۔ ﴿3﴾ اس منظر میں خوف ہر اس انسان کے شعور کو اپنے اعمال کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

سوال 8: اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ "سن لو برا ہے جو بوجھ وہ اٹھائیں گے" کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تبصرہ کیا ہے کہ کیسا برا ہے جو یہ بوجھ اٹھا رہے ہیں۔ ﴿2﴾ یہ گناہوں کا بوجھ ہے جو انہیں جہنم کی

طرف لے جا رہا ہے۔ ﴿3﴾ بوجھ اٹھانے والے خوف زدہ ہیں، ہراساں ہیں۔ ﴿4﴾ یہ بوجھ خسارہ ہے اور ہلاکت ہے وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی ابدی ناراضی کے مستحق ہوں گے۔

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (32)

اور دنیا کی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں اور آخرت کا گھر یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں تو کیا تم سمجھتے نہیں؟ (32)

سوال 1: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ''اور دنیا کی زندگی کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں'' دنیا کی زندگی کو کھیل اور تماشا کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا کی زندگی کو اس لیے کھیل اور تماشا کہا گیا ہے کہ یہ دل کا کھیل تماشا بھی ہے کیونکہ دل لہو ولعب سے شغف رکھتے ہیں اور ارادے اس سے پیوستہ رہتے ہیں اور لہو ولعب میں بچوں کی طرح مشغول ہوتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی نظر میں حقیقی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی نظر میں دنیا کی زندگی کی حقیقت کھیل اور تماشے کی ہے۔ یہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کا مقام ہے۔ ﴿4﴾ لہو ولعب کی زندگی موت کے ساتھ ختم ہوجاتی ہے جیسے کھیل تماشے ختم ہوجاتے ہیں۔ ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دنیا اور دنیا والے، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کا دم بھرنے والوں اور عالم و متعلم کو چھوڑ کر سب ملعون ہیں۔ (ترمذی) ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی کامیابی کے لئے کوشش کرنے کا درس دیا ہے کہ اے اللہ کے بندو! دنیا کی زندگی لہو ولعب سے زیادہ کچھ بھی نہیں اس لئے ان کی لذتوں کے اسیر نہ بنو اور اپنی آخرت کو کامیاب بنانے کی کوشش میں لگے رہو، اس لئے کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن 396/1:) ﴿7﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ؕ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ؕ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ جان لو! بلاشبہ دنیا کی زندگی محض ایک کھیل، دل لگی اور زینت اور تمہارا آپس میں فخر کرنا اور مال اور اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے، جیسے بارش کی مثال ہے کہ اُس سے اگنے والی کھیتی کسانوں کو خوش کر دیتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے تو آپ اُس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضامندی بھی ہے اور دنیا کی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔ (الحدید:20) ﴿8﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت۔'' (صحیح مسلم:7417)

سوال 2: لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ''کھیل تماشا'' کن کن لوگوں کی زندگی لہوولعب کی ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جولوگ اس دنیا کو اللہ کی دنیا نہ سمجھیں ان کی زندگی لہوولعب ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ جولوگ اس زندگی کو مقصد نہیں سمجھتے۔

سوال 3: وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ''اور آخرت کا گھر یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں'' کس کی زندگی تقویٰ کی زندگی ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس کی زندگی تقوی والی زندگی ہوتی ہے جو اس دنیا کو اللہ تعالیٰ کی دنیا سمجھ کر گزاریں۔ ﴿2﴾ جو آخرت پر ایمان رکھ کر زندگی گزاریں۔ ﴿3﴾ جو اپنے ہر عمل کے لیے اپنے آپ کو رب کے آگے محسوس کرتا ہے۔ ﴿4﴾ جس کی زندگی اللہ تعالیٰ کے ابدی اصولوں کے مطابق ہو۔

سوال 4: آخرت کا مقام کن لوگوں کے لیے بہتر ہے؟

جواب: ﴿1﴾ آخرت کا مقام ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو لوگ نقصان سے بچنا چاہتے ہوں۔ ﴿2﴾ جو اللہ تعالیٰ سے ڈر کر تقویٰ والی زندگی گزارتے ہیں۔ ﴿3﴾ جو شرک سے بچتے ہیں۔ ﴿4﴾ ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَرَضِیَ بِالْکَفَافِ وَعَمِلَ لِمَابَعْدَ الْمَوتِ۔ یعنی عقلمند ہوشیار وہ آدمی ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔ اور بقدر کفایت معاش پر راضی ہو جائے اور مابعد الموت کے لئے سارا عمل وقف کردے۔'' (تفسیر معارف القرآن:311/3)

سوال 5: اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ''تو کیا تم سمجھتے نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی کیا تم عقل نہیں رکھتے جس سے یہ سمجھ سکو کہ کون سا گھر بہتر ہے دنیا یا آخرت کا اور کس کو ترجیح دینی ہے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ(33)

یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے۔ بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔(33)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام ترمذی اور حاکم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابوجہل نے رسول اکرم ﷺ سے کہا کہ ہم آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ اس چیز کی تکذیب کرتے ہیں جو آپ لے کر آئے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یہ ظالم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔ (تفسیر ابن عباس:387/1)

سوال 2: قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ ''یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً غم زدہ کرتی ہیں جو وہ کہتے

ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ کو جھٹلانے والے آپ کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں اس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے۔ آپ ﷺ صبر کریں تا کہ آپ ﷺ کا مقام بلند ہو۔ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کو امین کہا کرتے تھے۔ رب العزت نے فرمایا: اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ تو کیا وہ شخص جس کے لیے اُس کا بُرا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو پھر وہ اُسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ پس یقیناً اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، چنانچہ آپ کی جان اُن پر افسوس کر کے نہ جاتی رہے، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے جو کچھ بھی وہ کرتے ہیں۔ (فاطر:8) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ شاید آپ خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ مومن کیوں نہیں ہوتے؟ (الشعراء:3) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا پس شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟ (الکھف:6)

سوال3: فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ’’ جو وہ کہتے ہیں تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے۔ بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں‘‘ ظالم نبی ﷺ کو نہیں اللہ کی آیت کو جھٹلاتے ہیں اس کی کوئی مثال دیں؟

جواب: ﴿1﴾ ابوجہل نے اللہ تعالیٰ کے رسول سے کہا: اے محمد ﷺ! اللہ کی قسم ہم تمھیں نہیں جھٹلاتے۔ یقیناً تم ہمارے درمیان ایک سچے آدمی ہو مگر ہم اس چیز کو جھٹلاتے ہیں جس کو تم لائے ہو۔ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کو ’’امین‘‘ کہا کرتے تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو جھٹلاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے ہاتھ پر ظاہر کیا۔ (تفسیر سعدی:763/1) ﴿3﴾ علامہ ابوالسعود نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ نبی کریم ﷺ کا مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا بلند و بالا ہے کہ اس کے بعد کوئی مقام نہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تکذیب کو اپنی ایتوں کی تکذیب قرار دیا۔ (تیسیر الرحمٰن:396/1)

سوال4: مکہ کے لوگ رسول اللہ کو سچا انسان مانتے تھے مگر آپ کی زبان پر جاری ہونے والے سچے کلام کو نہیں مانتے تھے اس کا سبب کیا تھا؟

جواب: ﴿1﴾ جب کسی انسان کو سچا انسان کہا جاتا ہے۔ تو یہ تسکین رہتی ہے کہ ہمارے جیسا انسان ہی ہے۔ جب کہ یہ ماننا کہ کسی کی زبان پر اللہ کا کلام جاری ہوا ہے اسے اپنے سے اونچا درجہ دینا ہے، یہ اعتراف انسان کے لیے مشکل ترین کام ہے۔ ﴿2﴾ کسی متعلق یہ ماننا کہ اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کا کلام جاری ہوا ہے دراصل اسے بہت بڑا اعزاز دینا ہے یہ اعزاز کم

ظرف دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔اس لیے سچے انسان کی زبان سے بھی سچے کلام کو سن کر تسلیم نہیں کرتے۔

سوال5:اہل مکہ نے رسول اللہ کو جھٹلایا تھا سبب کیا تھا؟

جواب:اہل مکہ کے جھٹلانے کا سبب سب سے بڑا یہ تھا کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ اس دعوت کا ماننے کے نتیجے میں ہم سے ہماری قیادت چھین جائے گی۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ (34)

اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیئے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں۔(34)

سوال1:وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا'' اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے اس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیئے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی'' کے الفاظ کیا پیغام دیتے ہیں؟

جواب:《1》دعوت حق ایک ہے، نبی ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ﷺ قوم کے جھٹلانے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر کریں اور پورے اطمینان سے فرائض ادا کریں۔خباب بن الارت رضی اللہ عنہ نے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اپنا حال زار بیان کیا نبی ﷺ اس وقت کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پر بیٹھے ہوئے تھے ہم نے عرض کیا کیوں نہیں آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے۔نبی ﷺ نے فرمایا،تم سے پہلے بہت سے نبیوں اور ان پر ایمان لانے والوں کا حال یہ ہوا کہ ان میں سے کسی ایک کو پکڑ لیا جاتا اور گڑھا کھود کر اس میں انہیں ڈال دیا جاتا پھر آرا لایا جاتا اور ان کے سر پر رکھ کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کے کنگھے ان کے گوشت اور ہڈیوں میں دھنسا دیئے جاتے۔لیکن یہ آزمائش بھی انہیں ان کے دین سے نہیں روک سکتی تھیں اللہ کی قسم اس اسلام کا کام مکمل ہوگا اور ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک اکیلا سفر کرے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوگا اور بکریوں پر سوائے بھیڑیئے کے خوف کے(اور کسی لوٹ وغیرہ کا کوئی ڈر نہ ہوگا) لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔(صحیح بخاری:6943)《2》لوگ اس دعوت کو جھٹلاتے ہیں رب العزت کا فرمان ہے:فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا

يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ چنانچہ آپ صبر کریں جیسے پختہ ارادے والے رسولوں نے صبر کیا اور اُن کے لئے تم جلدی کا مطالبہ نہ کرو، جس دن یہ لوگ وہ (عذاب) دیکھ لیں گے جس کا اُن سے وعدہ کیا جارہا ہے تو گویا کہ وہ دن کی ایک گھڑی سے زیادہ دنیا میں نہیں رہے، پیغام پہنچا دینا ہے چنانچہ نافرمان لوگوں کے سوا کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا؟ (الاحقاف:35) ﴿3﴾ حق کی دعوت دینے والوں کو ہمیشہ اذیتیں دی جاتی رہی ہیں وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا اور جو کچھ لوگ کہتے ہیں اُس پر صبر کرو اور انہیں چھوڑ دو، اچھے طریقے سے چھوڑنا۔ (مزمل:10) ﴿4﴾ وَ اُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا '' اور ایذا دیئے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی''یعنی جیسے رسولوں کو ایذا دی گئی اور انہوں نے صبر کیا تو ہماری مدد آ گئی اس طرح آپ ﷺ بھی ایذاؤں پر صبر کریں ہماری مدد آئے گی۔ لوگوں کے جھٹلانے اور اذیت دینے پر داعیوں کو صبر کرنا پڑتا ہے۔ ﴿5﴾ لا الہ الا اللہ کہتے ہیں جو مشکلات کل کے داعیوں کو پیش آئیں ہر داعی حق کے راستے آتی ہیں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ کی مدد اللہ تعالیٰ کے اصولوں کے مطابق وقت پر آتی ہے۔ ﴿7﴾ اللہ کی سنت کسی داعی کی نیک نیتی، اخلاص اور شدید خواہش بدل نہیں سکتی۔

سوال 2: رسول اللہ کو ان کے جھٹلائے جانے پر کیسے تسلی دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ تم سے پہلے رسول بھی جھٹلائے جا چکے۔ ﴿2﴾ پہلے رسولوں نے تکذیب پر صبر کیا۔ ﴿3﴾ رسولوں کے صبر کے بعد ہماری مدد پہنچ گئی۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی باتیں کسی کے جھٹلانے سے بدلنے والی نہیں ہیں۔

سوال 3: وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ '' اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اس نے فرمایا: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور اُن لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ (المومن:51) ﴿2﴾ اس کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے، اللہ تعالیٰ یقیناً بڑی قوت والا ہے، سب پر غالب ہے۔ (المجادلہ:21)

سوال 4: وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ '' اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ انبیاء و مرسلین کی خبروں سے آپ ﷺ کے دل کو اطمینان ملے گا اور قوت حاصل ہوگی بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ ﴿2﴾ نبی کریم ﷺ کو مزید تسلی دی جا رہی ہے کہ جب مصیبت عام ہوتی ہے تو اس کا برداشت کرنا آسان

ہوتا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:397/1)

وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ (35)

اوراگر آپ پران کی بے رخی گراں گزرتی ہے تو اگر آپ میں طاقت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ و یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگاؤ۔تو ان کے پاس کوئی نشانی لے آؤ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یقیناً ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا چنانچہ آپ نادانوں میں سے ہرگز نہ ہونا۔(35)

سوال1:وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ’’اوراگر آپ پران کی بے رخی گراں گزرتی ہے تو اگر آپ میں طاقت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ و یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگاؤ۔تو ان کے پاس کوئی نشانی لے آؤ‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اگر آپ ﷺ پر لوگوں کا اللہ تعالیٰ،اس کے دین،اس کے رسول سے منہ پھیرنا شاق گزرتا ہے اور آپ ﷺ کی شدید خواہش ہے کہ وہ ایمان لے آئیں تو آپ کوشش کر دیکھیں زمین میں بھی،آسمانوں میں بھی،اور کوئی نشانی لے آئیں تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔《2》اللہ رب العزت نے واضح کیا ہے کہ ہدایت دینا آپ کا اختیار نہیں اس لیے آپ ﷺ کی کوششیں بارآور نہیں ہوسکتیں۔ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔《3》یہ آیت اعراض کرنے والوں کی ہدایت کی تمنا اور امید کو منقطع کر دیتی ہے۔

سوال2:داعی کے دل میں معجزات دکھا کر لوگوں کو راہ راست پر لانے کی خواہش کیوں پیدا ہوتی ہے۔

جواب:《1》حق کی دعوت دینے والا چاہتا ہے کہ کسی طرح قوم راہ راست پر آجائے۔《2》دعوت دینے والا اپنی قوم کی گمراہی پر دل گرفتہ رہتا ہے۔وہ اپنی قوم کو دنیا کی تباہی اور آخرت کے عذاب کے راستے پر چلتا نہیں دیکھ سکتا اس لیے وہ چاہتا ہے کہ کوئی ایسا معجزہ آجائے کہ لوگ ایمان لے آئیں۔

سوال3:انسانوں کو ہدایت دینے کے لیے معجزات کیوں نہیں دکھائے جاتے ہیں؟

جواب:《1》اگر حق کی دعوت ایسے معجزات کے ساتھ پیش کی جائے کہ لوگ مجبور ہو کر ایمان لے آئیں تو اختیار کی آزادی ختم ہوجاتی ہے۔《2》امتحان کے لیے آزادانہ اختیار کا ماحول ہونا ضروری ہے معجزات اختیار کو ختم کر دیتے ہیں،اس لیے ہدایت کا انحصار معجزات پر نہیں رکھا گیا۔

سوال4: رسول اللہ ﷺ کو بے رخی کرنے والوں کی ایمان کی خواہش پر رب العزت نے کیا سرزنش کی ہے؟

جواب1:۔اگر برداشت نہیں ہوتی اور معجزہ دکھانا چاہتے ہیں تو استطاعت ہے تو ﴿1﴾ زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈھ لیں۔﴿2﴾ آسمان تک پہنچنے کیے کوئی سیڑھی لگالیں کوئی حیران کن معجزہ پیش کردیں۔﴿3﴾ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا لہذا آپ نادان مت بنو۔

سوال5: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یقیناً ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ چنانچہ آپ نادانوں میں سے ہرگز نہ ہونا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا رب العزت کا فرمان ہے۔ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ اور اگر آپ کا رب چاہتا تو جو زمین میں ہیں سب اکٹھے ضرور ایمان لاتے ،تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کریں گے یہاں تک کہ وہ سب مومن ہوجائیں۔(یونس:99)﴿2﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے رسول کے دل میں لوگوں کے ایمان کی بڑی تڑپ تھی آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو فرمایا کہ ایمان وہی لائے گا جس کی قسمت میں ازلی سعادت ہوگی۔(مختصر ابن کثیر:498/1) فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ'' چنانچہ آپ نادانوں میں سے ہرگز نہ ہونا'' جاہل وہ ہیں جو حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اشیاء اور اموروکوان کے مقام پر نہیں رکھتے ۔آپ ﷺ سے فرمایا گیا کہ آپ ﷺ نادانوں جیسی خواہش نہ فرمائیں۔﴿4﴾ آپ ان کے ایمان کی شدید تمنا یا ان کی مانگ پوری کرنے کی شدید خواہش کر کے ان نادانوں میں سے نہ بن جایئے جنہیں اللہ کی مشیت یا اس کی حکمت و مصلحت کے تقاضوں کا پتہ نہیں۔(تیسیر الرحمٰن:397/1)

سوال6: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جبراً ہدایت پر جمع نہیں کیا پھر اس کے مقابلے میں کیا طریقہ کار اختیار کیا؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خاص مقصد کے لیے پیدا کیا ہے کہ اس کا امتحان لیا جائے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے حق کو انبیا کے توسط سے انسانوں کے سامنے رکھا۔﴿3﴾ اس نے ماننے اور نہ ماننے کا اختیار دیا۔﴿4﴾ اس نے آخرت میں انصاف کا دن رکھا اور جزا اور سزا کا قانون دیا۔﴿5﴾ اللہ تعالیٰ نے آزاد مرضی سے قبول کی جانے والی ہدایت پر اجر رکھا ہے اور جبر کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۭ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ(36)

بلاشبہ قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا۔پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔(36)

سوال 7: حق کی دعوت پر کیا ردعمل سامنے آتے ہے؟

جواب: حق کی دعوت پر دو گروہ سامنے آتے ہیں ایک گروہ وہ جو قبول کر لیتا ہے اور دوسرا قبول نہیں کرتا۔

سوال نمبر 22: اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ''بلاشبہ قبول تو صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ ''بلاشبہ قبول کرتے ہیں''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کی دعوت تو وہی قبول کریں گے جو آپ کے حکم پر لبیک کہیں گے۔ ﴿2﴾ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ''وہی لوگ جو سنتے ہیں'' جو اپنے دل سے سنتے ہیں جہاں تک سننے کی بات ہے تو وہ اچھے برے سبھی سنتے ہیں لیکن دل کے کانوں سے سننے والا لبیک کہتا ہے۔ ﴿3﴾ آپ ﷺ کی باتیں سن کر وہی مانے جو آپ ﷺ کی باتوں یعنی احادیث کو سمجھنے کی کوشش کرے گا اور انہیں یاد رکھے گا۔ رب العزت کا فرمان ہے: میری طرف وحی نہیں کی جاتی اس کے سوا کہ یقیناً میں صرف کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔ (ص:70)

سوال 8: حق کی دعوت وہ قبول کرتے ہیں جو سُنتے ہیں، سننے سے کیا مراد ہے۔

جواب: ﴿1﴾ حق کی دعوت اللہ تعالیٰ کے کلام کے ذریعے ظاہر ہوتی ہے۔ ﴿2﴾ انسان کے منہ سے نکلے ہوئے کلام میں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو پالینا تب ہی ممکن ہے جب انسان کے دل کے دروازے کھلے ہوں۔ ﴿3﴾ کھلے دل کے ساتھ سننے والے کلام کو قبول کر لیتے ہیں اور اُن کے دل زندہ ہو جاتے ہیں۔

سوال 9: وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ''اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ اُٹھائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ مشرکین مردوں کے مانند ہیں ان سے ایمان کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے؟ ایمان تو وہ لوگ لائیں گے جو زندہ ہوں گے اور اللہ رسول کی باتیں غور سے سنیں گے اور ان کی عبرت حاصل کریں گے۔ (تیسیر الرحمٰن :397/1) ﴿2﴾ آپ ﷺ کی دعوت کا جواب تو وہ لوگ دیں گے جن کے دل زندہ ہیں اور جو دل کے کانوں سے سنتے ہیں اور قبول کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کے دل مرچکے ہیں انہیں یہ کبھی شعور نہیں کہ ان کی سب سے بڑی ضرورت کیا ہے ایسے لوگ آپ ﷺ کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے نہ وہ آپ ﷺ کی اطاعت کریں گے۔ ﴿3﴾ رب العزت کا فرمان ہے۔ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ اور نہ زندہ اور نہ مردہ برابر ہو سکتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور آپ اُن کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں۔ (فاطر:22) ﴿4﴾ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنادی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں

چلتا ہے، اُس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔ (الانعام:122) اللہ تعالیٰ اپنے کلام سے مردہ دلوں کو زندہ کرتے ہیں

سوال10: اس آیت میں ''مردہ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿2﴾ مردہ سے مراد ایسا انسان ہے جس کی فطرت کام نہیں کرتی نہ وہ سنتا ہے نہ قبول کرتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ جس کے اندر حق کو قبول کرنے کی استعداد جاتی رہتی ہے۔

سوال11: کیا نبی ایسے ''مردوں'' زندہ کرسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مردہ دلوں کا علاج نبی کے پاس نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ ان کے دلوں پر دلیل اثر انداز نہیں ہوتی۔ ﴿3﴾ مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے تو زندہ کرسکتا ہے۔

سوال12: وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ '' اور مردوں کو تو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا پھر وہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ اپنی فطرت مسخ کر بیٹھتے ہیں۔ حق کو قبول نہیں کرتے ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وابستہ ہوجاتا ہے چاہے تو ان کے دلوں کو زندگی عطا کردے۔ ﴿2﴾ مردہ دلوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُٹھائے گا اور آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کا ہوگا۔ ﴿3﴾ ان لوگوں کے لیے وعدے کا وقت قیامت کا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور سب اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ ﴿4﴾ اس آیت کے ظاہری معنی لیے جائیں تو اس سے مراد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا اور ان کے اعمال کا حسان کتاب لے گا۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (37)

اور انہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟ آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کوئی معجزہ اتارے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (37)

سوال1: وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ '' اور انہوں نے کہا کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اُتارا گیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَقَالُوْا کفار مکہ نے کہا۔ ﴿2﴾ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اس پر اس کے رب کی طرف سے معجزہ کیوں نہیں اتارا گیا جیسا کہ صالح علیہ السلام کی اونٹنی، موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور عیسیٰ علیہ السلام کا مائدہ۔ (تفسیر منیر:198/4) ﴿3﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاۗءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ قَبِيْلًا یا جیسے آپ نے دعویٰ کیا ہے، ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے

گرادیں یا اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو آپ ہمارے سامنے لے آئیں۔(بنی اسرائیل:92)﴿4﴾اصل سوال نشانی کا نہیں بلکہ لوگوں کی بے علمی کا ہے ورنہ نشانیاں تو پوری کائنات میں پھیلی ہوئیں ہیں۔

سوال2: قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً ”آپ کہہ دیں یقیناً اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ کوئی معجزہ اتارے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ آپ ﷺ کو حکم دیا گیا قُلْ آپ ﷺ انہیں جواب دیتے ہوئے کہہ دیں اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے ہر چیز اس کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نشانی اتارنے کی قدرت رکھتا ہے۔

سوال3: وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ”لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ان میں سے اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں نہیں جانتے اور جہالت سے نشانیوں کا مطالبہ کررہے ہیں۔﴿2﴾ نشانیاں ظاہر بھی ہوجائیں گی تو وہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ جو کوئی زندہ رہے گا دلیل کے ساتھ زندہ رہے گا اور جو ہلاک ہوگا دلیل کے ساتھ ہلاک ہوگا۔ وَمَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا اور ہمیں نہیں روکا کہ ہم معجزات بھیجیں مگر یہ کہ ان سے پہلے لوگوں نے بھی اُن کو جھٹلا دیا تھا اور ہم نے ثمود کو اونٹنی کا واضح معجزہ دیا چنانچہ انہوں نے اس پر بھی ظلم کیا اور ہم خوف دلانے کے لیے ہی معجزات بھیجتے ہیں۔(بنی اسرائیل:59)

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰۤـئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ (38)

اور زمین میں کوئی جانور اور کوئی پرندہ نہیں جو اپنے پروں سے اڑتا ہو مگر تمہاری طرح کی اُمتیں ہیں۔ ہم نے اپنی کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ پھر یہ سب اپنے ربّ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے۔(38)

سوال1: وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰۤـئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ”اور زمین میں کوئی جانور اور کوئی پرندہ نہیں جو اپنے پروں سے اڑتا ہو مگر تمہاری طرح کی امتیں ہیں“ وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے کمال علم اور کمال قدرت کے لیے رب العزت نے زمین میں رہنے والے جانوروں، ہوا میں اڑنے والے پرندوں، جنگلوں میں رہنے والے وحشی جانوروں اور مویشیوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ سب تمہاری طرح کے گروہ ہیں۔ انہیں ہم نے پیدا کیا ہے جیسے تمہیں پیدا کیا ہے انہیں ہم رزق دیتے ہیں جیسے تمہیں دیتے ہیں وہ ہماری قدرت

اورمشیت کے تحت ہیں ان پر ہمارے فیصلے اسی طرح نافذ ہیں جیسے تم پر ہیں ۔《2》وَ مَامِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُهَا وَیَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیۡ كِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ زمین میں چلنے والا کوئی جان دار نہیں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے اور وہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو بھی جانتا ہے اور اس کے سونپے جانے کی جگہ کو بھی، سب کچھ ایک واضح کتاب میں ہے۔(ھود:6)

سوال2: جانوروں اور پرندوں کی زندگی سے ہماری توجہ کس جانب مبذول کروائی جارہی ہے؟

جواب:《1》تمام جان داروں کی زندگی منظّم طریقے سے بسر ہورہی ہے۔《2》ہر جان دار کی زندگی با مقصد ہے ایک ہی سکیم کے مطابق ہے۔《3》سب مخلوقات ایک ہی خالق کی پیدا کردہ ہیں۔

سوال3: جان دار ایک امت ہیں سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》جان داروں میں ایک جیسی خصوصیات ہیں۔《2》جاندار ایک طرح کی زندگی بسر کرتے ہیں۔《3》ان کی زندگی بغیر سکیم اور تدبیر کے نہیں۔

سوال4: اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ سے کیا مراد ہے؟

جواب: انسان کی طرح جانوروں کی زندگی کے معاملات ہیں۔

سوال5: جان داروں کی زندگیاں ہمارے لیے کیسے نشانیاں ہیں؟

جواب:《1》فطرت پر قائم ہونے میں ہی بھلائی ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کے طریقہ عمل کو ہی اختیار کرنا چاہیے۔

سوال6: جانوروں اور انسانوں کی دُنیا میں کیا فرق ہے

جواب:

جانوروں کی دنیا	انسانوں کی دُنیا
1: مکمل طور پر فطرت کے مطابق ہے۔	1: فطرت سے ہٹی ہوئی ہے۔
2: رزق تلاش کرتے ہیں لوٹ مار اور ظلم نہیں کرتے۔	2: انسان رزق کی تلاش میں لوٹ مار اور ظلم کرتے ہیں۔
3: جانوروں کی ضروریات ہیں مگر اُن میں حرص اور خودغرضی نہیں۔	3: انسان اپنی ضروریات کی تکمیل میں حرص اور خودغرضی کا شکار ہو جاتا ہے۔

4: جانوروں میں حسد اور غرور نہیں ہوتا۔	4: انسان حسد اور غرور میں مبتلا ہوتے ہیں
5: جانوروں کے باہمی تعلقات میں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے کا سلسلہ نہیں ہوتا۔	5: انسان اپنے تعلقات کے لیے دوسروں کی ٹانگ کھینچتے ہیں۔
6: جانور ایک دوسرے کو تکلیف دیتے ہیں مگر بغض اور عداوت نہیں رکھتے۔	6: انسانوں کو تکلیف پہنچے تو بغض اور عداوت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔
7: جانور کام کرتے ہیں مگر کریڈٹ لینے کے لیے نہیں	7: انسان کریڈٹ لینے کے لیے کام کرتے ہیں
8: جانور اللہ کے آگے سرکشی نہیں کرتے	8: انسان رب کے سامنے سرکشی کرتا ہے۔

سوال7: مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ''ہم نے اپنی کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اَلْكِتٰبِ سے مراد لوح محفوظ تقدیر کی کتاب ہے۔(ایسر التفاسیر:388)﴿2﴾ ہم نے لوح محفوظ میں کسی چیز کو لکھنے میں کوئی کمی نہیں کی۔ سب چھوٹی بڑی چیزیں لوح محفوظ میں لکھ دی گئی ہیں۔ دنیا کے تمام ہونے والے واقعات قلم سے لکھے جا چکے ہیں۔﴿3﴾ اس آیت میں کتاب سے مراد قرآن ہو تو رب العزت کا فرمان ہے۔ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰؤُلَاءِ ۭ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان پر ایک گواہ ان ہی میں سے اُٹھائیں گے اور ان لوگوں پر آپ کو گواہ بنا کر لائیں گے اور ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے جو کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت ہے۔(النحل:89)

سوال8: ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ''پھر یہ سب اپنے رب کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس زندگی کے بعد تمام امتوں کو قیامت کے دن حشر کے میدان میں جمع کیا جائے گا۔﴿2﴾ اس دن اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال کی جزا دیں گے اور ان پر اپنا فیصلہ نافذ کریں گے۔﴿3﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ اور اُس کی نشانیوں میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش ہے اور جو اُس نے اُن دونوں میں کوئی بھی جاندار پھیلا دیے ہیں اور وہ جب چاہے اُنہیں جمع کرنے پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔ (الشوریٰ:29)

سوال9: اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے بارے میں کیا وضاحت ملتی ہے؟

جواب: اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ لوح محفوظ میں ساری کائنات کی تقدیر لکھ دی گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر میں سے

ہے۔اس کے قضاوقدر کے چار مراتب ہیں۔﴿1﴾اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو شامل ہے۔﴿2﴾لوح محفوظ تمام موجودات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔﴿3﴾اس کی مشیت اور قدرت ہر چیز پر نافذ ہے۔﴿4﴾اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا حتیٰ کہ بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (39)

اورجن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، وہ بہرے، گونگے ہیں، اندھیروں میں پڑے ہیں، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے۔اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلا دیتا ہے۔(39)

سوال1: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّ بُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ''اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، وہ بہرے، گونگے ہیں، اندھیروں میں پڑے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات اور رسولوں کو جھٹلانے والوں کا حال بیان کیا ہے کہ انہوں نے ہدایت کا راستہ چھوڑ کر ہلاکت کا راستہ اپنالیا ہے۔﴿2﴾ کم علم، جاہل، نادان اور ناسمجھ لوگوں کی مثال ہے۔صُمٌّ حق سننے سے بہرے ہیں وَّبُكْمٌ حق کہہ نہیں سکتے، حق کہنے سے گونگے ہیں جب بھی بولیں گے ناحق اور باطل پر بولیں گے۔فِى الظُّلُمٰتِ اندھیروں میں یعنی کفر، جہالت، ظلم، نافرمانی، خواہش پرستی، نفس پرستی اور نافرمانی کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔﴿3﴾یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گمراہ کردیے گئے ہیں کیونکہ وہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے۔

سوال2: لوگ قرآن حکیم میں پائی جانے والی نشانیاں پر غور وفکر کیوں نہیں کرتے؟

جواب: لوگ قرآن حکیم میں پائی جانے والی نشانیوں پر اس لیے غور وفکر نہیں کرتے کہ حق کو قبول کرنے کی صلاحیت کو ہی معطل کر دیا کیسے مثلاً﴿1﴾ان کو سننے کے لیے کان دیے مگر وہ بہرے ہیں سنتے ہی نہیں۔﴿2﴾ان کو بولنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے زبان دی مگر وہ گونگے ہیں، کوئی بات ہی نہیں کرتے۔ان کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں اس لیے کام نہیں کرتیں کہ کوئی اچھی بات یہ دماغوں تک منتقل نہیں کرتے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کی اثر کرنے والی اور جھنجوڑنے والی آیات ہیں کا اثر نہیں ہوتا اور انہیں بات سمجھ نہیں آتی۔

سوال3: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑتا ہے اس کے اندر کیسے تبدیلی آتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی آیات سے منہ موڑنے والوں کی فطرت بگڑ جاتی ہے وہ اس قابل نہیں رہ جاتی کہ ہدایت قبول کر کے اعلیٰ زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے۔بگڑی ہوئی فطرت کے لوگ روشن کلام سے اور روشن ماحول میں بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔

سوال4: انسان کا ہدایت اور گمراہی کی طرف رجحان اور میلان کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب: انسان کے رجحانات اور میلانات اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ صلاحیت سے ہوتے ہیں

سوال5: انسان کے اندر رجحانات اور میلانات کام کیسے کرتے ہیں؟

جواب: انسان کے اندر رجحانات اور میلانات اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق کام کرتے ہیں۔

سوال6: انسان کے اندر گمراہی یا ہدایت کیسے آتی ہے؟

جواب: انسان کے رجحانات اور میلانات کے نتیجے کے طور پر گمراہی آتی ہے لیکن اللہ کے مشیت کے دائرے کے اندر ہوتی ہے اور یہ مشیت بے قید ہے۔

سوال7: مَنۡ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضۡلِلۡهُ ؕ وَمَنۡ يَّشَاۡ يَجۡعَلۡهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ''اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے۔اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے پر چلا دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کرتا ہے یا ہدایت دے کر سیدھے راستے پر چلاتا ہے اپنی حکمت سے اور اپنے فضل وکرم سے چلاتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا ہدایت اور گمراہی کے بارے میں اصول یہ ہے کہ ہدایت اور گمراہی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں آتی ہے۔ ﴿3﴾ ہدایت اور گمراہی اس قانون فطرت کے مطابق ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ دل اللہ تعالیٰ کی دو کریم انگلیوں کے اختیار میں ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ کی مشیت اس کی مددگار رہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جدوجہد کرتا ہے۔ ﴿5﴾ جو شخص حق سے دشمنی کا راستہ اختیار کرتا ہے وہ گمراہ ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت سے یہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے، انسان خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ ﴿6﴾ رب العزت نے فرمایا: مَثَلُهُمۡ كَمَثَلِ الَّذِى اسۡتَوۡقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ وَتَرَكَهُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ اُن کی مثال اُس شخص کی مثال کی طرح ہے جس نے آگ بھڑکائی، تو جب اس نے اُس کے اردگرد کی چیزوں کو روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ ان کے نور کو لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ وہ نہیں دیکھتے۔ (البقرہ:17) ﴿7﴾ اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِىۡ بَحۡرٍ لُّـجِّىٍّ يَّغۡشٰهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ يَدَهٗ لَمۡ يَكَدۡ يَرٰٮهَا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ یا جیسے انتہائی گہرے سمندر میں تاریکیاں ہوں جسے ایک موج ڈھانپتی ہے اس کے اوپر ایک اور موج ہے اس کے اوپر ایک بادل ہے، اوپر تلے کئی اندھیرے ہیں، جب آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے قریب سے نہ دیکھ پائے اور جس کو اللہ تعالیٰ ہی نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔ (النور:40)

سوال8: جب رجحانات اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق انسان ہدایت یا گمراہی کے راستے پر چلتا ہے تو جزا اور سزا کیوں ہے؟

جواب: جزاوسزااس لیے ہے کہ:《1》انسان کا رجحان اور میلان اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے مگر آزاد ہے۔《2》اگرچہ انسان کے کام اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق ہیں مگر انسان کا ارادہ آزاد ہے۔《3》انسان برے کام پر سزا یا اچھے کام کی جزا اس لیے پائے گا کہ آزاد ارادے سے انسان کے اس کو انجام دیا ہوگا۔ یہ دراصل ارادے کی کامیابی یا ناکامی ہے۔ آزاد ارادہ کامیاب ہے تو جزا ارادہ ناکام ہے۔ تو سزا ہے۔

سوال9: جولوگ حق کی دعوت کو جھٹلاتے ہیں کیا اپنے آزاد ارادے سے جھٹلاتے ہیں؟

جواب:《1》جولوگ حق کو جھٹلاتے ہیں حق الیقین رکھتے ہیں کہ سچی دعوت فطرت کے عین مطابق ہے یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے ۔اس علم کے باوجود اپنی ذاتی خواہشات سے آزاد ارادے سے دعوت کا جھٹلاتے ہیں۔《2》ہدایت اور گمراہی انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے اور یہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی وَیَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہل ایمان کے راستے کے علاوہ کسی کی پیروی کرے تو ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے (النساء:115) وَمَا کَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ تُؤۡمِنَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ وَیَجۡعَلُ الرِّجۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ لَا یَعۡقِلُوۡنَ اور کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ ہو ایمان لائے مگر اللہ تعالیٰ کے اذن سے اور وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے جو لوگ نہیں سمجھتے۔ (یونس:100) وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ اور جنھوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی انہیں ہم ضرور اپنے واستے دکھائیں گے اور بلاشبہ یقیناً اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔ (العنکبوت:69)

سوال10: اس آیت کے مطابق اسلام میں ایک داعی کا کردار کیا ہوتا ہے؟

جواب:《1》حق کی دعوت دینے والے نے پیغام پہنچانا ہے اس راستے پر آگے بڑھنا ہے اور راستے کی مشکلات کو برداشت کرنا ہے《2》لوگ ہدایت کے راستے پر آتے ہیں یا نہیں، دعوت دینے والے نے اس بارے میں پریشان نہیں ہونا۔《3》دعوت دینے والے سے یہ نہ پوچھا جائے گا کہ اس دعوت کے نتیجے میں کتنے لوگ ہدایت کے راستے پر آئے؟《4》دعوت دینے والے سے یہ پوچھا جائے گا کہ اس دعوت کا کتنا حق ادا کیا؟ کتنی مشکلات کو برداشت کیا کب تک حق پر جمے رہے۔《5》دعوت دینے والا کسی کو ہدایت نہیں دے سکتا اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔《6》لوگ ہدایت قبول نہ کریں تو اُن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔

قُلۡ اَرَءَیۡتَکُمۡ اِنۡ اَتٰىکُمۡ عَذَابُ اللّٰہِ اَوۡ اَتَتۡکُمُ السَّاعَۃُ اَغَیۡرَ اللّٰہِ تَدۡعُوۡنَ ۚ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ (40)

آپ کہہ دیں تمہارا کیا خیال ہے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے۔ تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی

غیر کو پکارو گے اگر تم سچے ہو؟(40)

سوال1: قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ ’’آپ کہہ دیں تمہارا کیا خیال ہے اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آجائے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: رب العزت نے اپنے رسول سے فرمایا کہ آپ ﷺ مشرکوں سے کہہ دیں کہ جب تم پر مصائب آتے ہیں، مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتے ہو، رنج وغم میں گھر جاتے ہو یہ بتاؤ کہ اس وقت کس کو پکارتے ہو۔﴿2﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا (بنی اسرائیل:67)﴿3﴾ وَلَوْ یُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَیْرِ لَقُضِیَ اِلَیْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو بہت جلدی بھلائی دینے کی طرح ان کو برائی جلدی دے تو یقیناً ان کی مدت ان کی طرف پوری کردی جائے تو جو لوگ ہماری ملاقات کی اُمید نہیں رکھتے ان لوگوں کو ہم ان کی سرکشی میں چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ حیران پھرتے ہیں۔(یونس:11)

سوال2: اللہ تعالیٰ کا عذاب اور ناگہانی آفتیں انسان کے اوپر آتیں ہیں تو اس کے مقابلے میں انسان کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ عذاب اور آفتوں سے انسان کا دل دہل جاتا ہے۔﴿2﴾ انسان کے دل ودماغ سے شرک کا گرد وغبار چھٹ جاتا ہے۔﴿3﴾ انسان کی فطرت نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔﴿4﴾ ایک اللہ تعالیٰ پر یقین جو انسانی فطرت کی گہرائیوں میں ہے وہ سامنے آتا ہے۔﴿5﴾ انسان صرف ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔

سوال3: اَغَیْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ’’تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو پکارو گے اگر تم سچے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: کہہ دو اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہو اور جیسا کہ تمہارا گمان تمہارے معبود تمہیں نفع دے سکتے ہیں یا نقصان پہنچا سکتے ہیں تو کیا تم سختیوں اور مصیبتوں کے طوفان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کو پکارو گے۔

سوال4: انسان کے اوپر پڑے ہوئے غفلت اور سرکشی کے پردے کیسے اٹھتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ انسان کے اوپر پڑے ہوئے غفلت اور سرکشی کے پردے خوف ناک صورت حال کے سامنے آنے سے اُٹھتے ہیں یعنی عذاب سے یا قیامت سے۔﴿2﴾ خوف ناک صورت حال انسان کی اصل فطرت کو غفلت اور سرکشی سے نکال لاتی ہے۔

بَلْ اِیَّاهُ تَدْعُوْنَ فَیَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ(41)

بلکہ تم اسی کو پکارو گے، پھر اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو دور کردے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے، اور تم ان سب کو بھول جاؤ گے جنہیں تم شریک بناتے ہو۔(41)

سوال1: بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَاتَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَاتُشْرِكُوْنَ ''بلکہ تم اسی کو پکارو گے پھر اگر وہ چاہے گا تو اس مصیبت کو دور کرے گا جس کی طرف تم اسے پکارو گے جنہیں تم شریک بناتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب مصائب میں تم اپنے معبودوں کو بھول جاتے ہو تو مان لو کہ تم جانتے ہو کہ وہ نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں نہ موت وحیات پر ان کا کوئی اختیار ہے، نہ دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔﴿2﴾ تم مصائب میں اخلاص سے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہو تو مان لو کہ تم یقین رکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نفع ونقصان کا مالک ہے اور وہی مجبور کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔ ﴿3﴾ غور کرو مصیبت میں اس کو مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہو اور اچھے حالات میں اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو تمہارے پاس اس طرز عمل کی کوئی دلیل ہے یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑ رہے ہو۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اگر آپ اُن سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ آپ کہہ دیں تو کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے تو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو کیا وہ اُس کے نقصان کو ہٹانے والی ہیں؟ یا وہ مجھ پہ رحمت کا ارادہ کرے تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روکنے والی ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ میرے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (الزمر:38)

سوال2: وَتَنْسَوْنَ مَاتُشْرِكُوْنَ ''اور تم ان سب کو بھول جاؤ گے جنہیں تم شریک بناتے ہو'' کی وضاحت کریں؟ انسان شرک کی حقیقت کو کب اور کیسے پاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ خوفناک صورت حال میں جب غفلت ختم ہوتی ہے تو انسان ایک مالک کو پکارنے لگتا ہے۔ ﴿2﴾ خوف ناک صورتحال میں انسان کو یہ یاد بھی نہیں رہتا کہ اُس نے کبھی شرک کیا تھا۔ ﴿3﴾ خوف ناک صورت حال میں شرک کی حقیقت بھی ذہنوں سے محو ہو جاتی ہے۔ ﴿4﴾ جب غفلت ختم ہوتی ہے۔ اصل فطرت سامنے آتی ہے تو انسانی فطرت رب کے سامنے رہنا ردعمل ظاہر کرتی ہے اور امید کرتی ہے کہ خوفناک حالات میں اللہ تعالیٰ ہی مدد کر سکتے ہیں اور کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔

سوال3: انسان خشوع وخضوع والا انسان کیسے بن جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اچانک خطرے پر جب انسان کو جھنجھوڑا جائے تو شرک کا گرد وغبار چھٹ جاتا ہے۔ ﴿2﴾ انسانی فطرت جب اپنے رب کو اچھی طرح جان لیتی ہے۔

﴿3﴾ انسان جب اپنے رب کو پکارتا ہے جیسے اُس وقت پکارا تھا جب اس نے پیدا کیا تو انسان مطیع فرمان اور خشوع وخضوع والا انسان بن جاتا ہے۔

رکوع نمبر 11

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ (42)

اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم بہت سی اُمتوں میں رسول بھیج چکے ہیں پھر ہم نے اُن کو تنگ دستی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں۔(42)

سوال 1: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی ہم بہت سی اُمتوں میں رسول بھیج چکے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے تاریخی اعتبار سے مختلف قوموں کی اصلاح کے لیے کیا طریقۂ کار اختیار کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے تاریخی اعتبار سے قوموں کی اصلاح کے لیے رسول بھیجے۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ سے پہلے بھی رسول اپنی امتوں کی طرف بھیجے جاتے رہے۔ رسولوں نے انہیں ایمان، توحید اور عبادت کا حکم دیا۔ (ایسر التفاسیر:390) ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے انہیں مشکلات اور مصائب سے دوچار کیا کہ وہ عاجزی اختیار کریں۔

سوال 2: فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ''پھر ہم نے ان کو تنگ دستی اور تکلیف میں پکڑا تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رسولوں کو بھیجا اور لوگوں نے کفر کیا اور نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنگ دستی اور تکلیف میں مبتلا کیا تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم کرتے ہوئے فقر و مرض اور آفات و مصائب کے ذریعے سے ان کی گرفت کی۔ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ''تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں'' شائد کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس عاجزی سے گڑ گڑائیں اور سختی کے وقت اس سے پناہ طلب کریں۔ (تفسیر سعدی:768/1:1) ﴿3﴾ تا کہ وہ ہماری طرف عاجزی اختیار کریں پھر وہ کفر کے بعد ایمان کی طرف اور شرک کے بعد توحید کی طرف اور نافرمانی کے بعد فرماں برداری کی طرف لوٹ آئیں۔ (ایسر التفاسیر:390) ﴿4﴾ ''تا کہ وہ عاجزی اختیار کریں'' یعنی وہ اپنے رب کی طرف خشوع وخضوع سے جھک جائیں اور وہ اس کی طرف اپنے کفر اور نافرمانیوں سے توبہ کریں۔ مصیبتوں کے نزول کے وقت دل ڈر جاتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی:527/6)

سوال 3: زندگی کے حادثات کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: زندگی کے حادثات محض حادثات نہیں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے محسوس پیغامات ہیں۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کسی قوم کو مصائب و آلام میں کیوں مبتلا کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ مصائب میں اس لئے مبتلا کرتے ہیں تا کہ

(i) سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بیدار ہو۔ (ii) تا کہ لوگ اپنے رویے پر نظر ثانی کریں۔ (iii) تا کہ غفلت میں ڈوبے ہوئے لوگ سبق لیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ مصائب میں اس لئے مبتلا کرتے ہیں تا کہ لوگ عاجزی اختیار کریں۔

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (43)

پھر جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی؟ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے۔ (43)

سوال1: فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا ’’ پھر جب اُن پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے کیوں نہ عاجزی اختیار کی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس لیے مبتلا کرتے ہیں تا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ پکڑیں لیکن جب سختیوں کے بعد ان کے دل پتھر ہو گئے، حق کے لیے نرم نہ پڑے تو اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے ’’ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان پر ہمارا عذاب آیا تو انہوں نے نہ عاجزی اختیار کی‘‘۔

سوال2: انسان مصائب اور حادثات سے نصیحت حاصل کیوں نہیں کرتا؟

جواب: ﴿1﴾ انسان خود کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیتا ہے کہ اس قسم کے اُتار چڑھاؤ تو زندگی میں آتے رہتے ہیں۔ ﴿2﴾ شیطان ہر واقعے کی خوش نما توجیہہ پیش کر کے انسان کے ذہن کو نصیحت کی بجائے غفلت کی طرف پھیر دیتا ہے۔

سوال3: وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ’’ بلکہ ان کے دل سخت ہو گئے‘‘ انسان کا دل مصائب اور مشکلات کے بعد سخت کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان جب حادثات کو زمانے کے نشیب وفراز سمجھ کر قبول کرتا ہے۔ ﴿2﴾ جب وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا۔ ﴿3﴾ جب وہ واقعات کی بار بار غلط توجیہہ کرتا ہے تو حق اور باطل کے بارے میں اس کے دل سے احساس ختم ہو جاتا ہے اور وہ سنگ دلی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ﴿4﴾ جب وہ مصائب میں رجوع الی اللہ اختیار نہیں کرتا تو اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔

سوال4: وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ’’ اور شیطان نے ان کے لیے خوش نما بنا دیا جو وہ عمل کرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: شیطان کی تزئین کی وجہ سے وہ اپنے آپ کوحق کے راستے پر سمجھتے رہے شیطان نے انہیں سمجھایا کہ جووہ عمل کررہے ہیں وہی سب سے بڑی نیکی ہے اس طرح شیطان ان کی عقلوں کے ساتھ کھیلتا رہا۔

سوال5: انسان مشکلات ومصائب میں رجوع الی اللہ کیسے اختیار کرسکتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب مصائب اور مشکلات میں انسان اپنے اندر جھانکیں۔ ﴿2﴾ جب مصائب میں انسان اپنے حالات پر غوروفکر کریں۔ ﴿3﴾ جب انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیں۔ ﴿4﴾ جب مصائب میں انسان اپنے تکبر کو چھوڑ کر سنجیدہ رویہ اختیار کرلیں۔ ﴿5﴾ جب وہ اخلاص سے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ یہ مشکلات دور کردے اور اپنی رحمت کے درووازے کھول دے۔ ﴿6﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ کے سوا کوئی پناہ نہ پائے۔ ﴿7﴾ جب وہ مصائب آتے ہی حق کو قبول کرلیں تو دل جاگ اٹھتے ہیں اور اُنہیں رجوع الی اللہ نصیب ہوجاتا ہے۔

سوال6: انسان کا دل مشکلات میں نرم کیسے پڑتا ہے؟

جواب: جب انسان کی چشمِ بصیرت کھلتی ہے تو دل نرم پڑنا شروع ہوجاتا ہے۔

فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَىۡءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوۡا بِمَاۤ اُوۡتُوۡۤا اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ(44)

سوجب اُنہوں نے اُس نصیحت کو بھلا دیا جواُنہیں کی گئی تھی تو ہم نے اُن پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے حتیٰ کہ جب وہ خود ان پر اترانے لگے جووہ دیے گئے تو ہم نے اچانک اُن کو پکڑ لیا تو اچانک وہ مایوس تھے۔(44)

سوال1: فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ ''سوجب اُنہوں نے اُس نصیحت کو بھلا دیا جواُنہیں کی گئی تھی'' پچھلی قوموں نے کس چیز کو بھلا دیا تھا؟

جواب: پچھلی اقوام نے اللہ تعالیٰ کو، اس کی تعلیمات کو اور آخرت کی جوابدہی کو بھلا دیا تھا۔

سوال2: پچھلی قوموں نے کیسے خدا فراموشی اختیار کی؟

جواب: ﴿1﴾ پچھلی قوموں نے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کو بھلا دیا تو آخرت کی جواب دہی کا خوف نہ رہا۔ ﴿2﴾ انہوں نے مصائب اور مشکلات سے نہ عبرت پکڑی نہ رب کا دامن پکڑا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنی تک چھوڑ دیں۔ ﴿3﴾ انہوں نے نعمتیں ملنے پر شکر گزاری کی بجائے اتراہٹ، فخر وغرور اور تکبر کیا۔ ﴿4﴾ شیطان نے ان کے سامنے خدا فراموشی کو مزین کردیا تو وہ اپنی لذتوں میں گم ہوکررہ گئے۔ ﴿5﴾ شیطان نے انہیں اطمینان دلایا کہ جوتم کررہے ہو ٹھیک کر

رہے ہوتو وہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے۔

سوال3: فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ''تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ہر چیز کے دروازے کھولنے سے مراد دنیا اوراس کی لذتوں اوراس کی غفلتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ تنگی کوخوش حالی سے بدل دیا جاتا ہے،عیش وعشرت میں وسعت دی جاتی ہے،تکالیف اور بیماریوں کی جگہ جسمانی صحت اورسلامتی دی جاتی ہے جوان کے لیے استدراج ہے۔(تفسیر جامع البیان:204/7)

سوال4: کسی قوم کے لئے کون کون سی خوش حالیوں کے دروازے کھولے جاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ ہرقسم کی ضروریات وافر مقدار میں پوری کی جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ ہرقسم کی لذتیں عطا کی جاتی ہیں۔ ﴿3﴾ ہرقسم کا سازوسامان دنیا دیا جاتا ہے جس کو وہ اپنے لیے باعث عزت اورشان وشوکت سمجھتی ہے ﴿4﴾۔ ہر چیز بغیر کسی رکاوٹ اور پابندی کے عام کردی جاتی ہے۔ ﴿5﴾ بغیر کسی مشقت کے سہولت کے ساتھ نعمتیں مہیا کردی جاتی ہیں۔

سوال5: حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا ''حتیٰ کہ جب وہ خودان پراترانے لگے جووہ دیے گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب وہ مال، اولاد اور جائیداد پر پھول گئے اور اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور اترا کرنافرمانیوں پراترآئے۔(مختصرابن کثیر:501/1) ﴿2﴾ عقبہ بن مسلم عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنے بندے کو نعمتیں عطا کی ہیں بے شک وہ استدراج ہے پھراس آیت کی تلاوت کی فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ سے وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ تک۔(جامع البیان:206/7)

سوال6: انسان پرخوش حالی کیسے اثرانداز ہوتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ خوش حالی عطافرمائیں اورانسان نعمتوں پرشکرادانہ کرے تووہ ان میں مگن ہوجاتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ عیش وعشرت میں غرق ہوجاتا ہے۔ ﴿3﴾ نعمتوں میں نہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے نہ اس کا شکرادا کرتا ہے۔ ﴿4﴾ اس کے دل سے نعمتیں دینے والے کا احساس تک مٹ جاتا ہے۔ ﴿5﴾ اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ڈر سے خالی ہوجاتا ہے۔ ﴿6﴾ وہ لذتوں میں گھر جاتا ہے اوراپنے آپ کوان کے حوالے کردیتا ہے۔ ﴿7﴾ اس کی زندگی میں اعلیٰ اقدار کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ ﴿8﴾ وہ اخلاقی اعتبار سے تباہ ہوجاتا ہے۔

سوال7: اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ''تو ہم نے اچانک ان کو پکڑلیا تو اچانک وہ مایوس تھے'' انسان اللہ تعالیٰ کی تنبیہات کو نظرانداز کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کیا معاملہ کرتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی تنبیہات کو نظرانداز کرتے ہیں توغفلت کی وجہ سے ان پرخوش حالیوں کی بارش کردی جاتی

ہے۔ ﴿2﴾ان کی دنیامیں عزت ومقبولیت میں اضافہ کردیاجاتاہے۔﴿3﴾ اَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً ’’توہم نے اچانک ان کوپکڑلیا‘‘ جب لوگ خوش حالیوں میں مست ہوکرڈھیٹ ہوجاتے ہیں تواچانک ان پراللہ تعالیٰ کاعذاب ٹوٹ پڑتاہے۔﴿4﴾ فَاِذَا هُمۡ مُّبۡلِسُوۡنَ ’’تواچانک وہ مایوس تھے‘‘ بدمستی کی حالت میں اچانک اللہ تعالیٰ پکڑتے ہیں تووہ ہر بھلائی سے ناامید ہوجاتے ہیں ۔﴿5﴾ یہ عذاب کی سخت ترین نوعیت ہے کہ انہیں اچانک غفلت اوراطمینان کی حالت میں پکڑلیاجائے تاکہ ان کی سزاسخت اورمصیبت بہت بڑی ہو۔(تفسیر سعدی:769/1)

سوال8:حق کونظرانداز کرنے کی کیاحقیقت ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق کونظرانداز کرنادراصل اللہ تعالیٰ کی ناقدری کرناہے۔﴿2﴾ حق کونظرانداز کرنااس دنیامیں اپنی بڑائی قائم کرنے کی بنیاد پر ہوتاہے۔﴿3﴾اس دنیامیں بڑائی کاحق اللہ تعالیٰ کاہے۔جواپنی بڑائی قائم کرناچاہتاہے وہ ظلم کرتاہے اوراللہ تعالیٰ کے آگے گستاخی کرتاہے۔

سوال9:حق کونظرانداز کرنے پراللہ کی طرف سے خوش حالیوں کی بارش کیوں کی جاتی ہے؟

جواب:﴿1﴾ حق کونظرانداز کرنے پرخوش حالیاں ملنادراصل ایک سزاہے۔﴿2﴾انسان کوخوش حالیاں اس لئے دی جاتی ہیں تاکہ اس کے اندر کے میلانات اوررجحانات باہرآجائیں۔﴿3﴾خوش حالیاں اس لئے بھی دی جاتی ہیں تاکہ انسان اپنی بے حسی کوبڑھالے۔﴿4﴾خوش حالیاں پاکرجب انسان ڈھیٹ ہوجاتاہے توخودکواللہ تعالیٰ کے عذاب کامستحق ثابت کرتاہے۔﴿5﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ عَلٰى مَاۤ اَنۡتُمۡ عَلَيۡهِ حَتّٰى يَمِيۡزَ الۡخَبِيۡثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطۡلِعَكُمۡ عَلَى الۡغَيۡبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجۡتَبِىۡ مِنۡ رُّسُلِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنۡ تُؤۡمِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَلَكُمۡ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ اللہ تعالیٰ ایسانہیں ہے کہ وہ مومنوں کواسی حالت پرچھوڑدے جس پرتم ہویہاں تک کہ وہ ناپاک کوپاک سے الگ نہ کردے اورکبھی ایسانہیں ہے اللہ تعالیٰ تمہیں غیب کی اطلاع دےلیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جس کوچاہتاہے منتخب کرتاہے چنانچہ تم اللہ تعالیٰ پراوراس کے رسولوں پرایمان لاؤاوراگرتم ایمان لاؤاورمتقی بنوتوتمہارے لئے بہت بڑااجرہے۔(آل عمران:179)

سوال10:انسان کوخوش حالیوں اوربدحالیوں میں کیوں مبتلاکیاجاتاہے؟

جواب:﴿1﴾انسان کوآزمائش کے لئے،خوش حالیوں اوربدحالیوں میں مبتلاکیاجاتاہے۔﴿2﴾ یہ جاننے کے لئے کہ وہ مصیبت میں صبرکرتاہے یانہیں۔﴿3﴾ یہ جاننے کے لئے کہ وہ خوش حالی میں شکرکرتاہے یانہیں۔﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا:تم دیکھوکہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے باوجودکسی کواپنی دنیاوی نعمتوں سے نوازرہاہےتوسمجھ لوکہ اسے ڈھیل دی جارہی ہے پھرآپ ﷺ نے یہی آیت پڑھ کرسنائی۔(مسنداحمد)

سوال 11: خوش حالی کے بعد اچانک پکڑ پر انسان کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان اللہ تعالیٰ کی اچانک پکڑ میں آتا ہے تو حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ ﴿2﴾ اس کو کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ کدھر جائے۔ ﴿3﴾ پھر وہ مایوس ہو جاتا ہے۔

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (45)

چنانچہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔ (45)

سوال 1: فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ''چنانچہ ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی جنہوں نے ظلم کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جڑ کٹ جانے سے مراد ظالموں کی عذاب سے بربادی اور ان کا اسباب سے منقطع ہونا ہے۔ ﴿2﴾ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتا ہے تو اسے میانہ روی اور پارسائی عطا فرماتا ہے اور جب کسی قوم کی جڑ کاٹنا چاہتا ہے تو اس پر خیانت کے دروازے کھول دیتا ہے پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ (مسند احمد)

سوال 2: ظالموں سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: ان سے مراد مشرک ہیں۔ قرآن مجید میں شرک کو ظلم اور مشرکوں کو ظالم قرار دیا گیا ہے۔

سوال 3: کسی قوم کے دَابِرُ (جڑ) کٹنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: ﴿1﴾ کسی قوم کا دابر اس شخص کو کہتے ہیں جو سب سے پیچھے آتا ہے یعنی آخری آدمی۔ ﴿2﴾ اس سے مراد پوری قوم کی جڑ کٹنا ہے۔ اس لئے کہ آخری آدمی بعد میں کٹتا ہے پہلے والے پہلے کٹتے ہیں۔

سوال 4: وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر نے جھٹلانے والوں کی جو ہلاکت مقدر کی ہے اس پروردگار عالم کی تعریف ہے کیونکہ اسی سے اللہ تعالیٰ کی آیات، اس کے اولیاء کی عزت وتکریم، اس کے دشمنوں کی ذلت ورسوائی اور رسولوں کی تعلیمات کی سچائی ظاہر ہوتی ہے۔ (تفسیر سعدی: 769/1)

سوال 5: اللہ تعالیٰ کی حمد تو اس کے انعامات پر ہوتی ہے پھر انسانوں کی جڑ کٹنے پر وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''اور سب تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو جہانوں کا رب ہے'' کہنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی زمین کا ظالموں سے پاک ہونا اس کی رحمت ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی حمد اس کے انعام پر شروع ہوتی ہے تو زمین کو پاک کرنا اس کا بہت بڑا انعام اور رحمت ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ(46)

آپ کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ (نعمتیں) دلا دے؟ آپ دیکھیں ہم کس طرح آیات کو پھیر پھیر کرلاتے ہیں پھر بھی وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔(46)

سوال1: قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ’’آپ کہہ دو کہ کیا تم نے دیکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ (نعمتیں) دلا دے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قُلْ ’’آپ کہہ دو‘‘یعنی اے محمد ﷺ آپ ان جھٹلانے والوں اور دشمنی رکھنے والوں سے کہہ دو۔ (الاساس:1634/3:3)《2》اَرَءَيْتُمْ ’’کیا تم نے دیکھا‘‘اس صیغے میں تعجب ہے۔(ایسر التفاسیر:391)《3》اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ ’’اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے‘‘ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی حالت میں لے آئے کہ نہ تمہاری سماعت ہو، نہ بصارت اور نہ سوچنے سمجھنے کی قوت۔《4》آیت میں مذکور تینوں اعضاء جسم انسانی کے اشرف اعضاء ہیں جب وہ بے کار ہو جاتے ہیں تو جسم انسانی کا نظام معطل ہو جاتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہی تینوں کا ذکر کیا۔(تیسیر الرحمٰن :400/1)《5》مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ’’تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ (نعمتیں) دلا دے‘‘ ہے کوئی ایسا معبود جو یہ قوت لوٹا دے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی قادر نہیں ہے تو مان جاؤ کہ وہی ایک معبود ہے جب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قدرت نہیں جو آنکھیں، کان اور دل عطا کر سکے تو پھر اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کیوں کرتے ہو جس کے پاس کچھ بھی اختیار نہیں۔

سوال2: انسان کو کان آنکھیں اور دل جیسی صلاحیتیں دے کر رب کیا مطالبہ کرتا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان کان رکھتے ہوئے غور سے سنے کیونکہ سب کچھ اسی نے عطا کیا ہے جیسا کہ فرمایا: قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ آپ کہہ دیں کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ یا کون ہے جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے؟ اور کون زندہ کو مردہ سے

نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے؟ اور کون ہر کام کی تدبیر کرتا ہے؟ تو جلد ہی وہ کہیں گے ”اللہ تعالیٰ“ کہو: ”تو کیا تم ڈرتے نہیں؟“ سو وہ اللہ تعالیٰ تمہارا حقیقی رب ہے پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا ہے؟ پھر تم کدھر پھیرے جا رہے ہو؟ (یونس:31,32) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان آنکھیں رکھتے ہوئے توجہ سے دیکھے اور سبق لے۔ ﴿3﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ کہہ دو وہ (اللہ) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے، تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو (الملک:23) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ انسان دل رکھتے ہوئے غور وفکر کرے اور واقعات سے صحیح نتائج اخذ کرے۔

سوال3: کان آنکھوں اور دل کو لے جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ انسان صلاحیت رکھنے کے باوجود ان سے وہ کام نہ لے سکے یعنی کانوں سے توجہ سے نہ سن سکے، کھلی آنکھوں سے حقائق کو نہ دیکھ سکے اور دل سے غور وفکر نہ کر سکے۔

سوال4: انسان سے کان، آنکھیں اور دل کیوں چھین لیے جاتے ہیں؟

جواب: جو انسان اپنی صلاحیتوں سے وہ کام نہ لے جس کی وجہ سے صلاحیتیں دی گئی ہیں تو وہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔

مثلاً بظاہر کان موجود ہیں مگر حق سننے کے لئے بہرے ہو جائیں، بظاہر آنکھیں ہونے کے باوجود حق دیکھنے کے لئے آنکھیں اندھی ہو جائیں، بظاہر دل ہو مگر حق سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو جائے۔ اس طرح انسان اپنے آپ کو بے قدر و قیمت بنالیتا ہے۔ صلاحیتوں کے لیے نااہل ثابت ہو جانے پر اس سے یہ نعمتیں چھین لی جاتی ہیں۔

سوال5: دنیا میں رہنے والے ایسے انسان جن سے کان، آنکھیں اور دل چھین لئے جائیں کس نوعیت کے انسان بن جاتے ہیں؟

جواب: جس کے پاس کان نہ رہیں وہ بہرا بن جاتا ہے اور جس کے پاس آنکھیں نہ رہیں وہ اندھا بن جاتا ہے اور جس کے پاس دل نہ رہے وہ بے عقل، دیوانہ بن جاتا ہے ایسا انسان آخرت کے اعتبار سے ذلیل اور بے قیمت ہو کر رہ جاتا ہے اور اس سے بڑی کوئی محرومی نہیں۔

سوال6: یہ سوال کہ مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ ”تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ (نعمتیں) دلا دے“ انسان کو کہاں لا کر کھڑا کر دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان یہ جانتا ہے کہ اگر اس کی قوتیں اللہ تعالیٰ چھین لے تو کوئی واپس نہیں دلا سکتا، غور وفکر کرنے والے کے لیے یہ سوال کپکپی طاری کر دیتا ہے۔ ﴿2﴾ یہ سوال انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے سامنے لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔

سوال7: اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ''آپ دیکھیں ہم کس طرح آیات کو پھیر پھیر کرلاتے ہیں پھر بھی وہ منہ موڑ لیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو ہم اپنی آیات کو کس کس اسلوب میں بیان کرتے ہیں کیسے اپنی نشانیوں کو طرح طرح سے سامنے لاتے ہیں تاکہ حق کا راستہ روشن اور مجرموں کے راستے سے واضح ہو جائے۔

سوال8: ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ''پھر بھی وہ منہ موڑ لیتے ہیں'' کا مفہوم واضح کریں؟

جواب: ﴿1﴾ صدف کا مطلب ہے پہلو تہی کرنا، منہ موڑنا، کترانا، روگردانی کرنا۔ ﴿2﴾ صدف کا فعل بیمار اونٹ سے سرزد ہوتا ہے وہ ایک طرف جھکتا ہے اور سیدھے راستے پر بھی ٹیڑھا چلتا ہے۔ ﴿3﴾ يَصْدِفُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان جن کے سامنے حق واضح کیا جا رہا ہے وہ بیمار اونٹ کی طرح ایک طرف جھکتے ہیں۔ ﴿4﴾ جس جانب ان کا جھکاؤ ہوتا ہے وہ حق نہیں ہوتا۔ ﴿5﴾ وہ حق کے واضح بیان کے بعد سیدھے راستے کو چھوڑ کر ٹیڑھے راستے پر چلتے چلے جا رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے اعتراض کرتے ہیں۔ ﴿6﴾ حق کو چھوڑنے والوں کے لئے اس فعل کا قابل نفرت تصور دیا گیا ہے۔

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ (47)

آپ کہیں کیا تم نے دیکھا کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک یا اعلانیہ آجائے تو نہیں ہلاک کیا جائے گا سوائے ظالم لوگوں کے۔(47)

سوال1: قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً ''آپ کہیں کیا تم نے دیکھا کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آجائے'' اللہ تعالیٰ نے اچانک عذاب آجانے کو انسان کے سامنے کیوں رکھا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ یعنی آپ مجھے خبر دو۔ ﴿2﴾ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آجائے یا اس کے آثار ظاہر ہو جائیں جن سے تمہیں عذاب کے بارے میں علم ہو جائے۔ ﴿3﴾ بَغْتَةً سے مراد وہ عذاب ہے جو اچانک اور کسی سابق اطلاع کے بغیر آئے۔ اور جَهْرَةً سے مراد وہ جو کسی سابقہ اشارہ اور اطلاع کے بعد آئے۔ (تیسیر الرحمٰن: 400/1) ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو جھنجوڑا ہے کہ سوچو اگر عذاب آیا تو اس کی زد میں ظالموں کے سوا کون آئے گا۔ ﴿5﴾ اللہ تعالیٰ انسان کو ڈرانا چاہتے ہیں تاکہ اپنا بچاؤ کرلیں۔ ﴿6﴾ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ انسان ایسی صورت حال کے پیش آنے سے پہلے ان کاموں سے باز رہیں جس کی وجہ سے عذاب آتا ہے۔ ﴿7﴾ اللہ تعالیٰ نے اس صورت حال کو اس لئے سامنے رکھا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ انسان کی فطرت کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف ہے وہ ایسی صورت حال سے ڈر کر سیدھا راستہ اختیار کرلے گا۔

سوال2: هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ''تو نہیں ہلاک کیا جائے گا سوائے ظالم لوگوں کے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》عذاب آنے پر ظالم ہلاک ہوں گے۔《2》ان کی ہلاکت کا سبب وہ ظلم وعناد ہے جو عذاب کے واقع ہونے کا سبب بنا۔《3》اللہ تعالیٰ نے ظلم کرنے اور اس پر قائم رہنے سے ڈرایا ہے کہ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم ہمیشہ کی تباہی و بربادی اور ہلاکت ہے۔《4》رب العزت نے فرمایا: اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں (الانعام:82)

وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ ۚ فَمَنۡ اٰمَنَ وَاَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ(48)

اور ہم رسولوں کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں پھر جو لوگ ایمان لائیں اور اصلاح کریں تو اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔(48)

سوال1: وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّا مُبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ ''اور ہم رسولوں کو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے ہی بنا کر بھیجتے ہیں'' اللہ تعالیٰ رسول کیوں بھیجتے ہیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ رسول اس لیے بھیجتے ہیں کہ وہ اچھے انجام کی خوش خبری دیں اور برے انجام سے ڈرائیں۔《2》اللہ تعالیٰ رسول اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ انسانوں کو رب کا راستہ اختیار کرنے کی دعوت دیں۔《3》انبیاء ورسل کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوگوں کو بلائیں جنت کی خوشخبری دیں اور جہنم سے ڈرائیں ان کی ذمہ اری یہ نہیں ہے کہ کافروں کی خواہش اور ان کی منشا کے مطابق اللہ تعالیٰ سے نشانیاں بھیجنے کی دعا کرتے رہیں۔(تیسیر الرحمٰن:401/1)

سوال2: دین میں رسول کا کیا مقام ہے؟

جواب:《1》رسول انسان ہوتے ہیں۔《2》اللہ تعالیٰ کے پیغام کو انسانوں تک پہنچانے کے لیے مامور ہوتے ہیں۔ان کا کام برے انجام سے ڈرانا اور اچھے انجام کی خوشخبری دینا ہے۔《3》پیغام دینے کے بعد رسول کا فریضۂ رسالت ختم ہو جاتا ہے۔《4》انسان رسولوں کی بات ماننے کے پابند ہیں۔《5》انسانوں کے لیے رسولوں کو مثالی شخصیات بنایا گیا حق کی پیروی کرنے سے ہی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت نصیب ہو سکتی ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دعوت دینے والا کیا کام کرنے کا پابند ہوتا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کا داعی ''منذر'' ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو برے انجام سے ڈرائے۔《2》اللہ تعالیٰ کا داعی ''مبشر'' ہوتا ہے کہ وہ انسانوں کو اچھے انجام کی خوشخبری دے۔

سوال4: رسولوں کی دعوت پر اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے کیا مطالبہ ہے؟

جواب: رسولوں کی دعوت پر اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ ایمان لے آئیں اور اپنی اصلاح کر لیں۔

سوال 5: اس دنیا میں انسان کا امتحان کس بنیاد پر ہو رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس دنیا میں انسان کا امتحان علم اور شعور کی بنیاد پر ہو رہا ہے۔ جو شخص حق کا علم حاصل کرتا ہے۔ حق کو پہچان لیتا ہے تو وہی ایمان لاتا ہے۔ ﴿2﴾ جو شخص علم اور شعور کی بنیاد پر ایمان لاتا ہے وہ اس پر عمل کرتا ہے اور جو شخص جہالت اور بے شعوری کی ساتھ ایمان لانے کا دعوی کرتا ہے وہ اس پر عمل پیرا نہیں ہو پاتا۔ ﴿3﴾ انسان کا امتحان ہے کہ وہ علم اور شعور کے راستے کو اختیار کرتا ہے یا جہالت اور بے شعوری کے راستے کو۔

سوال 6: فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ ’’پھر جو لوگ ایمان لائیں اور اصلاح کریں‘‘ ایمان لا کر صالح عمل کرنے والوں کے لیے کیا خوشخبری ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ایمان لا کر عمل صالح کرنے والوں کے لیے خوش خبری ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے نہ کوئی خوف ہوگا نہ کوئی غم۔ ﴿2﴾ ایمان لانے سے مراد اللہ تعالیٰ، فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان ہے اور اصلاح سے مراد ایمان، اعمال اور سنت کی اصلاح ہے۔

سوال 7: فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ’’تو اُن پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ان کو مستقبل میں آنے والے معاملات سے کوئی خوف نہیں ہوگا جو ایمان لائے اور جنہوں نے اصلاح کی۔ ﴿2﴾ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ اور نہ وہ گزرتے ہوئے امور پر غم زدہ ہوں گے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ (49)

اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تو اُن کو عذاب پہنچے گا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ (49)

سوال 1: وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ’’اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا‘‘ جب انسان کو حق کا انکار کرنے کے انجام سے ڈرایا جائے تو وہ انکار کیوں کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ سے بے خوف انسان اپنے دنیا کے معاملات کو درست دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ کا خوف رکھنا اس کے لیے درست نہیں ہے۔ ﴿2﴾ زیادہ بے خوف انسان عذاب لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اس لئے کہ انہیں یقین ہوتا ہے کہ ان پر عذاب نہیں آ سکتا۔

سوال 2: يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ ’’ان کو عذاب پہنچے گا‘‘ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حق کو جھٹلانے والوں کی کیا سزا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حق کو جھٹلانے والے اس کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہیں گے۔ ﴿2﴾ کافروں

اور رسولوں کے جھٹلانے والوں پر عدم اطاعت رسول ﷺ اور حرمتوں کے پردے چاک کرنے کی وجہ سے عذاب ہی عذاب ہے۔(مختصرابن کثیر:502/1)

سوال3: بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ''اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے'' عذاب میں مبتلا ہونے کی کون سی دوخاص وجوہات بتائی گئی ہیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلانا۔《2》اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرنا۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ(50)

آپ کہہ دیں میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں یقیناً کوئی فرشتہ ہوں، نہیں میں پیروی کرتا مگر جو میری طرف وحی کی جاتی ہے، آپ کہہ دیں کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوتے ہیں؟ تو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے؟(50)

سوال1: قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ''آپ کہہ دیں میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ میں تم سے نہیں کہتا یعنی معجزات کا مطالبہ کرنے والوں سے یا یہ کہنے والوں سے کہ تم چاہتے ہو کہ ہم تمہیں بھی الٰہ مان لیں۔《2》عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ ''میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں'' خزائن اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کے رزق اور رحمت کی کنجیاں ہیں۔ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں سے جو کچھ کھول دیتا ہے تو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے وہ بند کردیتا ہے تو اس کے بعد اسے کوئی بھیجنے والا نہیں اور وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔(فاطر:2)《3》یعنی نہ تو میں اللہ تعالیٰ کے خزانوں کا مالک ہوں، نہ مجھے ان میں تصرف کا اختیار ہے۔ (مختصرابن کثیر:503/1)

سوال2: وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ''اور نہ ہی میں غیب کو جانتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》میں یہ نہیں کہتا کہ میں غیب دان ہوں، غیب کا علم تو اللہ تعالیٰ کے ہی پاس ہے۔《2》عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا غیب کا جاننے والا وہی ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر کوئی رسول، جسے اس نے پسند کرلیا، تو یقیناً وہ اُس کے آگے پیچھے پہرا لگا دیتا ہے۔

(جن:26,27)《3》مجھے غیب کی بعض باتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہوتا ہے۔《4》مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں (ام المومنین) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تکیہ لگائے بیٹھا تھا۔انہوں نے فرمایا: اے ابوعائشہ (یہ ان کی کنیت ہے) تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر کوئی ان کا قائل ہوجائے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا۔میں نے عرض کیا وہ تین باتیں کون سی ہیں؟ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ایک تو یہ ہے کہ جس نے خیال کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں تکیہ لگائے بیٹھا تھا (میں نے یہ سنا) تو اٹھ کر بیٹھ گیا۔میں نے عرض کیا اے ام المومنین مجھے بات کرنے دیں اور جلدی نہ کریں۔کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا {وَلَقَدۡ رَاٰهُ نَزۡلَةً اُخۡرٰى} سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ اس امت میں سب سے پہلے میں نے ان آیات کریمہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان آیتوں سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں میں نے انہیں اصل صورت میں نہیں دیکھا سوائے دو مرتبہ کے جس کا ان آیتوں میں ذکر ہے۔میں نے دیکھا وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کے تن و توش کی بڑائی نے آسمان سے زمین تک کو گھیر رکھا ہے۔ اس کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ} کیا تو نے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد نہیں سنا: {وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوۡ يُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَيُوۡحِيَ بِاِذۡنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيۡمٌ} یعنی اس کی آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرسکتا ہے۔اور وہی لطیف و خبیر ہے اور کسی انسان کے لیے یہ مناسب نہیں وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کرے مگر وحی یا پردے کے پیچھے سے، اور دوسری آیت یہ ہے اور جو کوئی یہ خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب میں سے کچھ چھپالیا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ ؕ وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ} اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب کے حکم سے اترا ہے اس کی تبلیغ کیجئے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ کریں گے تو آپ حق رسالت ادا نہ کریں گے'' اور تیسری بات یہ کہ جو آدمی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ ہونے والی باتوں کو جانتے ہیں تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب کی باتیں نہیں جانتا۔(مسلم:439)

سوال3: وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ اِنِّىۡ مَلَكٌ '' اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں یقیناً کوئی فرشتہ ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی میں فرشتوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے تصرفات کو نافذ کرنے والا نہیں ہوں میں اپنے مقام سے بڑھ کر دعویٰ نہیں کرتا۔

سوال4: اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ '' نہیں میں پیروی کرتا مگر جو میری طرف وحی کی جاتی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی میں بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایک انسان ہوں ۔اللہ تعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے‘اس کا پیروکار ہوں‘ خود بھی اس پرعمل کرتا ہوں اورسب کواس کی طرف دعوت دیتا ہوں۔

سوال5:قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ’’ آپ کہہ دیں کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہوتے ہیں؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: کیا تم غور وفکر نہیں کرتے کہ اندھا اورانکھوں والے برابر نہیں ہوتے اسی طرح جووحی کی پیروی کرتے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے دونوں برابر نہیں ہوتے۔

سوال6:اس آیت میں حقیقت رسالت کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا پیغام لانے والا رسول انسان ہے۔﴿2﴾ اس کے پاس دنیا کے خزانے نہیں ہیں۔﴿3﴾ اس کوغیب کا علم نہیں ہے۔﴿4﴾ اس کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ وہ فرشتہ ہے۔﴿5﴾ وہ رب کی طرف سے ہدایات لیتا ہے۔﴿6﴾ اس کے پاس سارا علم وحی کے ذریعے سے آتا ہے۔

سوال7: رسول کا فریضہ کیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ رسول کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دوسرے انسانوں تک پہنچائے۔﴿2﴾ رسول کا فرض ہے کہ انسانوں کو اپنے ساتھ جوڑ کر رکھے۔﴿3﴾ رسول کا فرض ہے کہ دعوت پر لبیک کہنے والوں کو خوش خبری دے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرے گا۔﴿4﴾ رسول کا یہ فرض ہے کہ وہ لوگوں کو ڈرائے تا کہ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔

سوال8: رسالت کے بارے میں کیا غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ رسول غیب کی خبریں دیتا ہے جیسے کاہن دیتے ہیں۔﴿2﴾ رسول کے ہاتھ سے معجزات صادر ہوتے ہیں تو اسے وہ کام کرنے چاہییں جو جادوگر اور جنات کے عامل کرتے ہیں۔﴿3﴾ رسول اللہ تعالیٰ کا حصہ یا خود الٰہ ہوسکتے ہیں۔﴿4﴾ رسول مافوق الفطری قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔

سوال9: رسول اللہ سے مخالفین کیا مطالبات کرتے تھے؟

جواب: کفارمکہ نے رسول کریم ﷺ سے مختلف اوقات میں تین مطالبے پیش کیے تھے،اول یہ کہ بذریعہ معجزہ ہمارے لئے تمام دنیا کے خزائن جمع کرادیجئے۔دوسرے یہ کہ ہمارے مستقبل میں پیش آنے والے تمام مفید یا مضر حالات وواقعات بتادیجئے ،تا کہ ہم مفید چیزوں کے حاصل کرنے اور مضر صورتوں سے بچنے کا انتظام پہلے ہی کرلیا کریں۔تیسرے یہ کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہماری ہی قوم کا ایک انسان جو ہماری ہی طرح ماں باپ سے پیدا ہوا،اورتمام بشری صفات کھانے

پینے، بازاروں میں پھرنے وغیرہ میں ہمارے ساتھ شریک ہے وہ اللہ کا رسول ﷺ بن جائے، کوئی فرشتہ ہوتا جس کی تخلیق اور اوصاف ہم سب سے ممتاز ہوتے، تو ہم اس کو خدا تعالیٰ کا رسول اور اپنا پیشوا مان لیتے۔ (تفسیر معارف القرآن:3/326)

سوال10: کفار رسول اللہ ﷺ سے مطالبات کیوں کرتے تھے؟

جواب: مطالبات کا مقصد اپنی دشمنی کو چھپانا تھا یہ اصل میں نہ ماننے کے بہانے تھے۔

سوال11: رسولوں سے کیے جانے والے مطالبات کن تصورات کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ رسالت کی حقیقت اور رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے بارے میں پھیلی ہوئی جہالتوں کی وجہ سے۔ ﴿2﴾ اور اللہ تعالیٰ کی ہدایات کو چھوڑ دینے کی وجہ سے رسول ﷺ سے یہ مطالبات کیے گئے۔

سوال12: اس آیت میں یہ بتانے کے بعد کہ "رسول اللہ ﷺ وحی سے ہدایت اخذ کرتے ہیں" یہ کہنا کہ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ "اندھے اور آنکھوں والے برابر نہیں ہوتے" کس طرف توجہ دلاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی وحی یعنی قرآن وسنت کا علم حاصل کرنا، اس کی اتباع کے لیے ضروری ہے جو علم رکھتا ہے اور اتباع کرتا ہے وہ بینا ہے اور جو وحی کی پیروی نہیں کرتے وہ اندھے ہیں کیونکہ نہ وہ قرآن وسنت کا علم رکھتے ہیں نہ اس کی پیروی کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعور کو جھنجھوڑا ہے کہ یہ بتاؤ کیا اندھے اور آنکھوں والے برابر ہوتے ہیں؟ کیا تم غور وفکر نہیں کرتے؟ ﴿3﴾۔ آیت کے آخری حصے میں توجہ دلائی گئی ہے کہ کیا تم غور وفکر نہیں کرتے کہ کون کہاں سے راہ نمائی حاصل کر رہا ہے؟ اور کون اندھیروں میں لڑکھڑاتا پھر رہا ہے۔

رکوع نمبر:12

وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۙ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ (51)

اور آپ اس کے ساتھ ان کو خبردار کریں جو یہ خوف رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف جمع کیا جائے گا کہ اس کے سوا نہ کوئی ان کی حمایت کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا تاکہ وہ بچ جائیں۔ (51)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: امام احمد طبرانی اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ قریش کی ایک جماعت کا رسول اکرم ﷺ کے پاس سے گزر ہوا اور حضور ﷺ کے پاس خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ اور بلال رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے یہ دیکھ کر قریش کا ایک گروہ محمد ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ ان لوگوں سے راضی ہیں۔ پھر بطور طنز کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ہم

میں سے انہی لوگوں کو منتخب کر کے فضل فرمایا ہے، اگر آپ ان کو اپنے سے ہٹا دیں تو ہم آپ کی اتباع کر لیں اللہ تعالیٰ نے اس پر ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ سے سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن عباس: 392/1)

وَ اَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ''اور آپ اس کے ساتھ ان کو خبر دار کریں جو یہ خوف رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف جمع کیا جائے گا کہ اس کے سوا نہ کوئی ان کی حمایت کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَ اَنْذِرْ بِهِ ''اور آپ اس کے ساتھ ان کو خبر دار کریں'' یعنی اے نبی ﷺ آپ انہیں قرآن مجید کے ذریعے خوف دلائیں۔ ﴿2﴾ قرآن مجید ساری مخلوق کے لیے انداز مگر اس سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جنہیں یقین ہے کہ آخرت کے گھر میں جانا ہے جہاں نہ کوئی دوست ہوگا، نہ کوئی سفارشی۔ ﴿3﴾ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ''جو یہ خوف رکھتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف جمع کیا جائے گا'' یعنی جو لوگ یقین رکھتے ہیں اور اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ انہیں اس دنیا سے آخرت کے گھر میں منتقل ہونا ہے جو اس خوف سے صرف نفع مند کام کرتے ہیں اور ان کاموں کو چھوڑ دیتے ہیں جو آخرت میں نقصان دینے والے ہیں۔

سوال 2: جو لوگ رب کے سامنے پیشی سے ڈرتے ہیں اُنہیں ڈرانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ ڈر کی نفسیات میں جینے والے نصیحت قبول کرتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو کسی اندیشے میں جی رہے ہوں انہیں خطرے سے آگاہ کیا جا سکتا ہے۔ ﴿3﴾ خوف کے تحت انسان اللہ کی بات کو قبول کر لیتا ہے اس لیے ڈرانے کا حکم دیا گیا۔

سوال 3: انذار کسے کہتے ہیں؟

جواب: انذار یعنی ڈراوا، دراصل آخرت کے بارے میں واضح بیان ہوتا ہے۔

سوال 4: انذار کے کیا نتائج نکلتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انذار سے وہ امور واضح ہو جاتے ہیں جن سے وہ پہلے ہی ڈرتے ہیں۔ ﴿2﴾ انذار کی وجہ سے لوگ متقی بن جاتے ہیں یعنی اپنے دل میں یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے وہ مجھ سے میرے ان کاموں کا حساب لے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ان کاموں سے روکتا ہے جن سے وہ غضبناک ہوتا اور وہ کام کرنے پر آمادہ کرتا جن سے وہ راضی ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ انذار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حدود توڑنے سے بچتے ہیں۔

سوال 5: ڈراوے کن لوگوں پر اثر انداز نہیں ہوتے؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ بے خوفی کی نفسیات میں جیتے ہیں ان پر ڈراوے اثر انداز نہیں ہوتے۔ ﴿2﴾ جو ڈرتے نہیں وہ نصیحت

بھی قبول نہیں کرتے۔

سوال6:انسان کے اندر بے خوفی کی نفسیات پیدا ہونے کا عام طور پر کیا سبب ہوتا ہے؟

جواب:《1》دنیاپرستی بے خوفی کا سبب بنتی ہے۔جو دنیا کی کامیابی پر مطمئن ہو گئے ہوں انہیں یہ یاد نہیں رہتا کہ مر کر اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے آخرت کی یاددہانی ان کے دل میں جگہ نہیں پکڑ سکتی۔《2》بے خوفی کا سبب بزرگوں سے وابستگی بھی ہے ۔جولوگ بڑوں کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ وہ ان کے لئے مددگار اور سفارشی بن جائیں وہ اس امید پر جیتے ہیں کہ انہوں نے بزرگ ہستیوں کا دامن تھام رکھا ہے اب ان کا کوئی معاملہ بگڑنے والا نہیں یہ نفسیاتی کیفیت انسان کو آخرت کے معاملے میں نڈر بنادیتی ہے۔

سوال7: لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ''اس کے سوانہ کوئی ان کی حمایت کرنے والا ہوگا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اللہ تعالیٰ کے ماسوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہوگی جو ان کے معاملے کی سرپرستی کر سکے جس سے ان کا مطلوب حاصل ہو جائے اور ان سے تکلیف دور ہو جائے گی نہ ان کا کوئی سفارشی ہوگا کیونکہ تمام مخلوق کے پاس کوئی اختیار نہیں ۔ (تفسیر سعدی:773/1)

سوال8: حشر کے دن کوئی دوست اور کوئی سفارشی کیوں نہیں ہوگا؟

جواب:《1》سفارش کرنے والے اس دن کا شدید خوف رکھتے ہوں گے۔《2》سفارش اللہ تعالیٰ کی اجازت سے ہوگی انسانوں کی مرضی سے نہیں ہوگی۔

سوال9: اللہ تعالیٰ کی دعوت سب سے پہلے کن لوگوں کو دی جائے گی؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی دعوت ان لوگوں کے لئے ہے جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہے《2》اسلام کی دعوت سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو دی جائے گی۔

سوال10: لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ''تا کہ وہ بچ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی فاسد اعتقادات سے اور ردی اخلاق سے بچ جائیں اور نیک عمل کریں۔ (تفسیر قاسمی:56,8/6)《2》ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: تا کہ وہ پانچ نمازوں کے ذریعے آگ سے بچ جائیں۔(ابن ابی حاتم:1296/4)《3》سیدنا ابن عباس نے کہا: انہیں ڈراوا دو تا کہ وہ دنیا میں ڈر کر رہیں اور کفر اور معاصی سے بچیں۔(تفسیر ثعالبی:467/2)《4》لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں اور اس کی نافرمانیوں سے بچیں جب انذار ہوگا تو تقویٰ پیدا ہوگا کیونکہ انذار تقویٰ کے اسباب

اور موجبات میں سے ہے۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (52)

اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹاؤ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں، ان کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے، کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹا دیں، پس آپ ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔(52)

سوال 1: رسول اللہ کو یہ حکم دیا گیا کہ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ”اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹاؤ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں“؟

جواب۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چھ آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے، مشرکین نے کہا، ان لوگوں کو اپنی مجلس سے نکال دیں، تاکہ یہ ہم پر جرأت نہ کرسکیں، ان لوگوں میں سے تھا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، قبیلے ہذیل کا ایک آدمی، بلال اور دو اور آدمی تھے جن کے نام میں نہیں لے رہا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے دل میں جو خیال اللہ نے چاہا وہ آیا، آپ ابھی سوچ ہی رہے تھے (کہ اب کیا کرنا چاہیے) کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمادی۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُم بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ۔ اور ان لوگوں کو دور نہ ہٹا جو اپنے رب کو پہلے اور پچھلے پہر پکارتے ہیں اس کا چہرہ چاہتے ہیں۔(الانعام:52)(مسلم:6241)

سوال 2: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ”اور آپ ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ ہٹاؤ جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی دوسروں کی مجالست کی امید میں اہل اخلاص اور اہل عبادت کو اپنی مجلس سے دور نہ کیجئے جو ہمیشہ اپنے رب کو پکارتے ہیں، ذکر اور نماز کے ذریعے اس کی عبادت کرتے ہیں، صبح وشام اس سے سوال کرتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے اس مقصد جلیل کے علاوہ ان کا کوئی اور مقصد نہیں۔ بنابریں یہ لوگ اس چیز کے مستحق نہیں کہ انہیں اپنے سے دور کیا جائے یا ان سے روگردانی کی جائے بلکہ یہ لوگ تو آپ ﷺ کے موالات، محبت اور قربت کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہ مخلوق میں سے چنے ہوئے لوگ ہیں اگرچہ یہ فقراء اور نادار ہیں اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ہاں باعزت لوگ ہیں اگرچہ لوگوں کے نزدیک گھٹیا اور کم مرتبہ ہیں۔(تفسیر سعدی:773 1/) ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں، وہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور آپ کی نگاہیں اُن سے آگے نہ بڑھیں، آپ دنیا کی زندگی کی زینت چاہتے ہیں اور آپ ایسے شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے چلا ہے اور جس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔ (الکھف:28)

سوال3: جن لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے محروم ہونے سے بچایا گیا ہے ان کی کیا خصوصیات بتائی گئی ہیں؟

﴿1﴾ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ ''صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں'' اپنے رب کو دن رات پکارتے ہیں۔ ﴿2﴾ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ '' وہ اس کی رضا چاہتے ہیں'' اپنے رب کی خوشنودی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں۔

سوال4: رات دن رب کو پکارنے اور رب کی رضا چاہنے سے مومن کیسا انسان بن جاتا ہے؟

﴿1﴾ مومن رات دن رب کو پکارنے اور اس کی رضا چاہنے سے خالص ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ دو کام ایسے ہیں جو مومن کو اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص بنا دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ مخلص لوگ ہی اللہ تعالیٰ کا کام کر سکتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول کیسے ممکن ہوتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب مومن نہایت خشوع وخضوع کے ساتھ رب کی طرف متوجہ ہو۔ ﴿2﴾ جب وہ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو۔ ﴿3﴾ جب وہ ادب واحترام اور خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑا ہوتا ہو۔ ﴿4﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرماں برداری میں لگا رہتا ہو۔ ﴿5﴾ نماز باجماعت کی حفاظت کرنے سے۔ ﴿6﴾ ذکر اور تلاوت قرآن سے۔ (فتح القدیر)

سوال6: يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ '' جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں'' مومن کب رات دن اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جب مومن کو زندگی کی حقیقت، اپنی حقیقت، اپنا مقصدِ زندگی، اپنے خالق کی حقیقت اور اپنے انجام کی سمجھ آجاتی ہے۔ ﴿2﴾ جب وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا بنا لیتا ہے۔ ﴿3﴾ جب مومن اللہ تعالیٰ کو اپنا سب کچھ سمجھ لیتا ہے۔ ﴿4﴾ جب مومن کو اپنی ہمیشہ کی کامیابی کی فکر لاحق ہو جاتی ہے۔

سوال7: مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ '' ان کے حساب میں سے آپ پر کچھ نہیں اور نہ ہی آپ کے حساب میں سے ان پر کچھ ہے، کہ آپ ان کو اپنے سے دور ہٹا دیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ تم اپنی ذات کے ذمہ دار ہولہذا اپنا بوجھ اٹھاؤ گے اور وہ اپنی ذات کے ذمہ دار ہیں لہذا وہ اپنا بوجھ اٹھائیں گے۔﴿2﴾ اگر ان کے پاس مال نہیں تو یہ رب نے ان کی قسمت میں لکھا ہے، ان کی غریبی کے بارے میں تم سے اور تمہاری حالت کے بارے میں ان سے نہیں پوچھا جائے گا۔﴿3﴾ ایمان اور کفر کے معاملے میں مال داری اور فقیری کا کوئی اعتبار نہیں ہے لہٰذا اپنے اپنے اعمال کی فکر کریں۔

سوال8: رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: ''تم ان کو دور کر کے ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''، ظلم کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ جو لوگ اپنے رب کو دن رات پکارتے ہیں اور رب کی رضا چاہتے ہیں ان کا یہ پہلا حق تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں رہیں۔ انہیں ان کے حق سے محروم کرنا ظلم تھا۔﴿2﴾ اگر کسی کی فقیری کی وجہ سے کسی کو مجلس رسول سے نکالا گیا تو اس فعل کی اللہ کے ہاں کوئی قدر و قیمت نہ ہوگی۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔

سوال9: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم پر کیسے عمل کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پوری طرح پیروی کی جب آپ فقرائے مومنین کی مجلس میں بیٹھتے تو دل جمعی سے ان کے ساتھ بیٹھتے، ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے، ان کے ساتھ حسن خلق اور نرمی کا معاملہ کرتے اور انہیں اپنے قریب کرتے بلکہ آپ ﷺ کی مجلس میں زیادہ تر یہی لوگ ہوتے تھے۔ (تفسیر سعدی: 773/7)

وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ (53)

اور اسی طرح ہم نے انہیں ایک دوسرے سے آزمایا ہے تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟ (53)

سوال1: وَ كَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ''اور اسی طرح ہم نے انہیں ایک دوسرے سے آزمایا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے بندوں کو ایک جیسے حالات میں نہیں رکھا کسی کو مال دار بنایا اور کسی کو فقیر، بعض کو صاحب شرف پیدا کیا بعض کو گھٹیا اور کم تر۔ لیکن ایمان کی دولت میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو حصہ دیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی نادار اور کم تر شخص کو ایمان کی دولت عطا کرتے ہیں تو یہ مالداروں اور بلند مرتبہ لوگوں کے لیے امتحان بن جاتا ہے۔ اس موقع پر ایمان لانے کا مقصد واضح ہو جاتا ہے۔ اگر وہ حق کی طلب میں سچا ہو تو وہ ایمان لا کر حق کی پیروی کرتا ہے اور اگر وہ حق کی طلب میں سچا نہ ہو تو اس منزل پر حق کی اتباع کرنا اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے، پھر وہ نادار اور کم مرتبہ ایمان لانے والوں پر اعتراض کرتا ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو کیسے فتنے میں مبتلا کر دیا تھا؟

جواب:《1》نسب اور مال پر غرور کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو فتنے میں ڈال دیا تھا۔《2》جب یہ لوگ دیکھتے تھے کہ حق کے گرد معمولی حیثیت کے لوگ جمع ہیں تو انہیں لگتا تھا کہ اپنی حیثیت کو گرالیں گے۔

سوال3: لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ’’ تاکہ وہ کہیں کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے؟‘‘ وقت کے بڑے اسلام سے متنفر کیوں ہو گئے تھے؟

جواب:《1》مال دار متکبرین کا تأثر یہ تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ معمولی حیثیت کے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے مالک بن جائیں۔《2》ان کا خیال تھا کہ اگر اس دین میں کوئی خیر ہوتی تو ہم سب سے آگے ہوتے اللہ تعالیٰ ہماری راہ نمائی فرماتا۔《3》انہیں اس بات پر حیرت ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کمزوروں اور ناداروں کو اپنے فضل کے لئے منتخب کرلے جب کہ ہم صاحب حیثیت اور مرتبہ رکھنے والے لوگ ہیں۔

سوال4: اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ’’ کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو زیادہ جاننے والا نہیں؟‘‘ سے کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم کرتا ہے جن کے بارے میں یہ پتہ ہوتا ہے کہ وہ انعامات پر شکر ادا کریں۔《2》انسان اگرچہ نعمتوں پر شکر ادا کرنے کا حق ادا نہیں کرسکتا مگر اللہ تعالیٰ قلیل شکر کو قبول کر کے ایسا اجر عطا فرماتے ہیں جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔《3》ایمان کی دولت اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نصیب کرتا ہے جو شکر بجالاتے ہیں اگرچہ وہ معمولی حیثیت کے لوگ ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دولت اور مال کا کوئی وزن نہیں۔《4》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں کہ وہ پریشان حال اور غبار آلود بالوں والے ہیں، دروازوں پر سے انھیں دھکیل دیا جاتا ہے، لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر قسم کھا بیٹھیں، تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم پوری کردے (یعنی اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، گو دنیا داروں کی نظروں میں حقیر ہیں)۔‘‘(مسلم:6682)《5》سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’ محتاج وفقیر مسلمان مال داروں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔(ترمذی:2355)《6》سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’ بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔(مسلم:6542)

سوال5: مجلس رسول میں مستقل شرکت کا حق کن لوگوں کو دیا گیا؟

جواب:《1》مجلس رسول میں مستقل شرکت کا حق ان لوگوں کو دیا گیا جو لوگ ایمان رکھتے تھے۔ اور عقیدے کے اعتبار سے مضبوط تھے۔《2》جو رات دن اپنے رب کو پکارتے تھے۔《3》جو اللہ تعالیٰ کی رضائی طلب میں مصروف رہتے تھے۔《4》سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ شاہ روم ہرقل نے ابوسفیان سے جب کچھ سوالات پوچھے تو ان

میں سے ایک سوال نبی اکرم ﷺ کے بارے میں بھی تھا یہ دولت مندلوگ اس نبی کی پیروی کرتے ہیں یا کمزور لوگ؟ تو ابوسفیان نے جواب میں کہا تھا کہ کمزور لوگ ہی اس کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ سن کر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے پیروکار کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔(بخاری:7،مسلم:4607)

وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (54)

اور جب آپ کے پاس وہ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ کہہ دیں تم پر سلام ہو،تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کررکھی ہے یقیناً وہ جو تم میں سے نادانی میں کوئی بُرائی کر بیٹھے، پھراس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کرلی تو یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(54)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، مطعم بن عدی، حارث بن نوفل، عبدمناف کے شرفاء ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اگر تمہارا بھتیجا اپنے پاس سے ان غلاموں کو ہٹادے تو وہ ہمارے دلوں میں بہت محترم ہے اور ہم اس کی خوشی اور اطاعت کے بہت قریب ہیں، ابوطالب نے اس چیز کا رسول اکرم ﷺ سے تذکرہ کیا، اس پر سیدنا عمر فاروق بولے اگر آپ ایسا کرلیں تو پھر دیکھیے کیا برتاؤ آپ کے ساتھ کریں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور یہ مسلمان غلام حضرت بلال ، عماربن یاسر، سالم مولیٰ ابی حذیفہ ،صالح مولی اسید، ابن مسعود، مقداد بن عبداللہ اور واقد بن عبداللہ تھے، اس کے بعد پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور انہوں نے قول سے معذرت طلب کی تو ان کے بارے قرآن کریم کی یہ آیت واذا جائک الذین یومنون نازل ہوئی۔(تفسیر ابن عباس:392,393/1)

سوال2: وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ”اور جب آپ کے پاس وہ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر رکھی ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دیا کہ مال داروں اور صاحب مرتبہ لوگوں کے مقابلے میں ان ایمان والوں سے عزت اور احترام سے پیش آئیں۔《2》جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئیں تو اُن سب کو سلام کہیں اور خوش آمدید کہیں۔《3》ان کو خوش خبری دیں کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے رحم کرنا اپنے اوپر فرض کرلیا ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوگی اور جزا میں اضافہ کیا جائے گا۔《4》اس کی وجہ سے ان کے عزائم پختہ ہوں گے اور انہیں اپنی منزل

تک پہنچنے کے لے ہر طرح کی ترغیب دیں اور گناہوں سے توبہ کرنے کا حکم دیں تا کہ وہ اپنے رب کی مغفرت کو پا سکیں۔

سوال3: آغاز دعوت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا ہدایت دی گئی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ دعوت کا آغاز ان لوگوں سے ہوگا جن کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی دولت سے نوازا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سابقون الاولون کو یہ اعزاز عطا کیا ہے کہ سب سے پہلے انہیں سلام کیا جائے گا، انہیں خوشخبری دی جائے گی۔ اُنہیں بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت فرض کر لی ہے اور اگر دور جاہلیت میں غلطیاں ہوئی ہیں تو توبہ کر کے اصلاح کرنے سے معاف ہو جائیں گی۔

سوال4: كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ''تمہارے رب نے اپنی ذات پر رحمت لازم کر رکھی ہے'' اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کو اس آیت میں کیسے واضح کیا گیا؟

جواب: ﴿1﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر کوئی نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھتا ہے پھر توبہ کر کے اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے۔ ﴿2﴾ رب العزت کا فرمان ہے: قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ١٥٦ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ میں اپنا عذاب جسے چاہتا ہوں اس کو پہنچاتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو اسے میں جلد ہی ان لوگوں کے لیے لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور وہ زکوۃ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ (156) جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی نبی ہے، جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان پر سے ان کے وہ بوجھ اور طوق اتارتا ہے جو ان پر پڑے ہوئے تھے۔ سو جو لوگ اس پر ایمان لائے اور انہوں نے اس کو قوت دی اور اس کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ (الاعراف:156,157) ﴿3﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب میں لکھا اور وہ کتاب اس کے پاس عرش کے اوپر موجود ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی ہے۔ (مسلم:6969، بخاری:7553)

سوال5: اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْۗءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ''یقیناً وہ جو تم میں سے نادانی میں کوئی بُرائی کر بیٹھے، پھر اس

کے بعدتوبہ کی اوراصلاح کرلی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءً ''یقیناًوہ جوتم میں سے کوئی بُرائی کر بیٹھے''سُوْٓءً:یعنی گناہ کر کہ انسان اپنے لیے برا کرتا ہے۔《2》بِجَهَالَةٍ:جہالت کی قسموں میں سے ہے گناہ کے انجام سے ناواقفیت اوررب کی عظمت کو بھول جانا۔ (ایسرالتفاسیر:394)《3》رب العزت کافرمان ہے:اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا اللہ تعالیٰ پرتوبہ کاقبول کرناصرف اُنہی کے لیے ہے جونادانی سے برائی کرتے ہیں پھرجلدہی اس سےتوبہ کرتے ہیں تویہی لوگ ہیں جن پراللہ تعالیٰ مہربان ہوتاہےاوراللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے۔(النساء:17)《4》تفسیرمنیرمیں ہے جوبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتاہے وہ جاہل ہے۔《5》ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ پھراس کے بعدتوبہ کی اوراصلاح کرلی''یعنی گناہ سے نکل آیا،نادم ہوااوراس نے استغفارکی اورنیک اعمال کے ذریعے اپنی اصلاح کرلی۔(ایسرالتفاسیر:394,395)《6》رب العزت کافرمان ہے:وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى اوربلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اورایمان لایااورنیک عمل کیے،پھرسیدھی راہ پر چلا،تویقیناًمیں بہت بخشنے والاہوں۔(طہ:82)《7》سیدناابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا:''کیاتم جانتے ہوکہ اللہ تعالیٰ کابندوں پرکیاحق ہے؟وہ یہ کہ بندے اس کی عبادت کریں اوراس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائیں۔پھرفرمایا:کیاتم جانتے ہوکہ بندوں کاحق اللہ تعالیٰ پرکیاہے؟یہ کہ انہیں عذاب نہ دے۔(تفسیرمنیر:230/4)

سوال6:اسلام کی سربلندی کااندازہ کیسے لگایاجاسکتاہے؟

جواب:《1》اسلام سچافطری دین ہے بلنداقداررکھتاہے،بھٹکی ہوئی انسانیت کے دردکادرماں ہےاس کی سربلندی کااندازہ معاشرے کے کمزوراورپسے ہوئے افرادکےحقوق کے تحفظ سے ہوتاہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کوحکم دیاانہیں سلام کرنے میں پہل کریں۔《3》جب کمزورلوگ مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوں توانتظارکریں جب تک وہ خودنہ اٹھ جائیں رسول اللہ ﷺ بھی نہ اٹھیں۔《4》کمزورلوگوں اورغلاموں کی ذہنیت سے بھی اسلام کی سربلندی کااندازہ ہوتاہے۔《5》وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے مرتبے کااحساس رکھتے تھے۔《6》وہ اللہ تعالیٰ کے کام اورفرائض کے بارے میں احساس رکھتے تھے۔《7》وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں چلنے والی تلواروں کے بارے میں احساس رکھتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی تلواریں ہیں۔جولوگ اسلام قبول کرنے میں پیچھے رہ گئے تھےان ہی میں ابوسفیان بھی تھاجب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کے بارے میں ان کمزورافرادکوڈانٹاتورسول اللہ نے متنبہ کیاکہ تم نے انہیں ناراض کیاتوگویااللہ تعالیٰ کوناراض کیا۔ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فوراًاٹھ کران لوگوں سے پوچھاکہ تم ناراض تونہیں ہوگئےتوانہوں نے جواب دیا''اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت کرے''۔یہ

انقلاب جوانسانی زندگی میں رونما ہوااس نے ساری قدریں بدل ڈالیں۔انسانی شعور کو بدل دیا۔اِسی نے تعصّبات کو ختم کر دیا تھا، یہ اسلامی نظریۂ حیات کی سربلندی ہے۔

سوال 7: فَاَنَّهٗ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ''تو یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو جن امور کا حکم دیا ہے ان کی بجا آوری کے مطابق ان پر اپنی مغفرت اور رحمت کا فیضان کرتا ہے۔(تفسیر سعدی:775/1)《2》سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے (۹۹) آدمیوں کو (ناحق) قتل کیا تھا پھر (نادم ہوکر) مسئلہ پوچھنے نکلا تو ایک درویش (پادری) کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔اس شخص نے پادری کو بھی مار ڈالا پھر مسئلہ پوچھتا پوچھتا چلا تو ایک شخص (دوسرے پادری) نے کہا کہ تو فلاں بستی میں جا' راستے میں اس کو موت آ پہنچی (مرتے مرتے)اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف جھکا دیا اب رحمت اور عذاب کے فرشتے جھگڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے (نصرہ) اس بستی کو (جس طرف وہ جا رہا تھا) یہ حکم دیا کہ اس شخص سے نزدیک ہو جا اور اس بستی کو (جہاں سے وہ نکلا تھا) یہ حکم دیا کہ تو اس سے دور ہو جا پھر فرشتوں سے فرمایا: ایسا کرو کہ جہاں یہ مرا ہے وہاں سے دونوں بستیاں ناپو (ناپا) تو دیکھا کہ وہ اس بستی سے ایک بالشت زیادہ نزدیک نکلا جہاں وہ توبہ کرنے جا رہا تھا، پس اسے بخش دیا گیا۔(صحیح بخاری:3470)《3》سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کا ذکر کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو مال اور اولاد دی تھی جب وہ مرنے لگا تو اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمہارا کیسا باپ تھا؟ تو وہ کہنے لگے: اچھا باپ تھا۔ باپ نے کہا کہ دیکھو! میں نے کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کے ہاں جمع نہیں کی اور اگر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ گیا تو وہ ضرور مجھے سزا دے گا لہٰذا تم ایسا کرنا کہ جب میں مرجاؤں تو میری لاش کو جلا دینا اور جب میں کوئلہ ہو جاؤں تو باریک پیس کر اس کے ذرات تیز آندھی میں بکھیر دینا۔اس نے اپنی اولاد سے قسم دے کر یہ عہد لیا۔چنانچہ اس کی اولاد نے اس کے مرنے کے بعد ایسا ہی کیا۔اللہ تعالیٰ نے کلمہ کُن کہا تو وہ شخص اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے پوچھا میرے بندے جو کچھ تو نے کیا ہے تو کونسی بات اس کی محرک بنی تھی؟ وہ کہنے لگا کہ فقط تیرے ڈر سے میں نے ایسا کیا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ڈرنے کا بدلہ یہ دیا کہ اس پر رحم فرما دیا (بخش دیا)۔(بخاری کتاب الرقاق)

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ وَلِتَسۡتَبِيۡنَ سَبِيۡلُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ(55)

اور ہم اسی طرح آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں اور تاکہ مجرموں کا طریقہ خوب واضح ہو جائے۔(55)

سوال1: وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ ''اور ہم اسی طرح آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات واضح طور پر بیان کرنے کا کیا مقصد بتایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ مجرموں کا راستہ جدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ گمراہی کو ہدایت سے الگ کر کے بیان کرتے ہیں تا کہ ہدایت کے راستے پر چلنے والے ہدایت پالیں اور حق کا راستہ واضح ہو جائے۔

سوال2: وَ لِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ''اور تا کہ مجرموں کا طریقہ خوب واضح ہو جائے'' اللہ تعالیٰ مجرموں کے راستے کو نمایاں کیوں کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ مجرموں کے راستے کی وضاحت اس لئے ضروری ہے تا کہ اہل حق کا راستہ واضح ہو جائے۔ ﴿2﴾ حق اور باطل کا فرق واضح ہونے سے سچائی اور بھلائی پر پختہ یقین حاصل ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ مجرموں کا راستہ نمایاں ہونے سے مومن حق کی حمایت پر آمادہ ہوتا ہے۔ ﴿4﴾ مجرموں کا راستہ نمایاں ہونے سے مومن کے دل میں یقین اترتا ہے کہ سچائی کی مخالفت باطل قوتیں کر رہی ہیں۔ اس طرح مومن پورے یقین کے ساتھ حق کی حمایت پر کمر باندھ لیتا ہے۔ ﴿5﴾ مجرمانہ حرکات کی وضاحت ایمان، بھلائی اور اصلاح کے لیے ضروری ہے۔ ﴿6﴾ مجرموں کے راستے کی وضاحت سے مجرموں کے مئوقف کے بارے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ ﴿7﴾ مجرموں کے راستے کی وضاحت سے مومنوں کا مئوقف اور ان کا طرز عمل واضح ہو جاتا ہے اور مؤمنوں کے لیے اپنے مئوقف پر جمنا آسان ہو جاتا ہے۔ ﴿8﴾ جب مجرموں کا راستہ واضح ہو جاتا ہے تو اس سے اجتناب کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اگر یہ راستہ غیر واضح ہو تو یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

سوال3: دعوت الی اللہ کے لیے کام کرنے والوں کی تیاری کے لیے سب سے پہلی ضرورت کیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ یوں تو مجرموں کے راستے کی وضاحت ہر ایک کی ضرورت ہے لیکن خاص طور پر جو لوگ دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہیں ان پر سب سے پہلے مؤمنوں اور مجرموں کا راستہ واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ ﴿2﴾ اس کے لیے سب سے پہلے کارکنان دعوت پر حق کے راستے کو اچھی طرح واضح کیا جائے۔ ﴿3﴾ صراط مستقیم کی وضاحت کے ساتھ مجرموں کے راستے کی وضاحت کی جائے ان پر تنقید نہ کی جائے، ان کی کمزوریاں واضح کی جائیں۔ ان کے درمیان فرق کو کھول کر بیان کیا جائے۔ ﴿4﴾ کارکنان دعوت کو یہ علم دینے کی ضرورت ہے کہ جس ماحول میں وہ کام کر رہے ہیں اس میں مؤمن کون ہیں اور مجرم کون ہیں؟ ﴿5﴾ کارکنان دعوت کو یہ علم دینا چاہیے کہ مجرموں کا طریقۂ کار کیا ہے اور ان کی علامات کیا ہیں؟ ﴿6﴾ کارکنان دعوت کو اتنا علم دینا چاہیے کہ ان کے ذہن میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ ان کی صفات اور ان کی عملی زندگی مجرموں سے بالکل مختلف ہو جائے۔

سوال4: دعوت الی اللہ کا کام کرنے والے دعوت کا آغاز کیسے کریں؟

جواب:《1》حق کی دعوت واضح انداز میں، دوٹوک انداز میں دیں۔《2》بغیر کسی خوف کے اور لاگ لپٹ کے بات کریں۔《3》سادگی سے حق بات کو پہنچائیں۔《4》کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔《5》حق کا ساتھ دیتے ہوئے مخالفتوں سے نہ ڈریں۔

رکوع نمبر 13

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (56)

آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے بالکل روکا گیا ہے، آپ کہہ دیں میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چلوں گا، اس وقت تو میں گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوں گا۔ (56)

سوال1: قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے بالکل روکا گیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قُلْ: کہہ دیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ مشرکوں سے کہہ دو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔《2》اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''اللہ تعالیٰ کے سوا تم جنہیں پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت سے بالکل روکا گیا ہے'' یعنی مجھے شرک اور بت پرستی سے روک دیا گیا ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان کی عبادت سے روکا گیا ہے جو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان، نہ زندگی کے مالک ہیں نہ موت کے اس کے لیے کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی کیوں کی جاتی ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی علم یا دلیل کی وجہ سے نہیں ہوتی ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی اس لئے بھی نہیں ہوتی کہ لوگ اسے حق سمجھتے ہوں۔《3》اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی بندگی محض خواہشاتِ نفس کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

سوال3: جذبۂ عبودیت کیا ہے؟

جواب:《1》کسی کے آگے بچھ جانے کا، کسی کے آگے اپنی کم تری کے اعتراف کا جذبہ اور کسی کی غلامی کرنے کا

جذبہ۔﴿2﴾وہ جذبہ جوانسان کومجبور کرتا ہے کہ وہ کسی کی پرستش کرے جس سے وہ مانگے تو وہ اسے دے جو اس کی سنے۔ انسان اس کی عنایات پر اس کے آگے جھک جائے،اس کے سامنے اپنی پیشانی ٹیک دے۔اسی کے سامنے اپنی ناک رگڑے، اسی کی خاطر آنسو بہائے،اسی کو یاد رکھے اور اسی کی مانتا رہے۔

سوال4:انسان کے فطری جذبۂ عبودیت کی تسکین کس ہستی کے ذریعے ممکن ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان کے جذبۂ عبودیت کی تسکین فقط اللہ تعالیٰ سے ممکن ہے۔﴿2﴾اللہ تعالیٰ ہی انسان کے فطری مطالبات کا جواب ہے۔اس لئے کہ وہ انسان کو سب کچھ دے سکتا ہے،اس کی سن سکتا ہے اور اس پر انعام واکرام کرسکتا ہے۔

سوال5:قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَ كُمْ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا ''آپ کہہ دیں میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چلوں گا اس وقت تو میں گمراہ ہو جاؤں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾آپ کہہ دو کہ غیر اللہ کی عبادت جو تم نے اپنے آباؤاجداد سے ورثے میں پائی ہے،سراسر گمراہی ہے۔میں تمہاری خواہشات کے پیچھے چل کر غیر اللہ کی عبادت نہیں کروں گا۔﴿2﴾مفسر بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس آیت میں مشرکین کی گمراہی کا سبب خواہش نفس کی اتباع بتایا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ لوگ جس پر قائم ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہیں بلکہ خواہش نفس کی عبادت ہے اور حق کے متلاشی کو تقلید آباء چھوڑ کر دلیل وحجت سے ثابت حقائق پر عمل کرنا چاہیے۔(تیسیر الرحمٰن:403/1)

سوال6:انسان اللہ تعالیٰ کے سوا کس کس کو معبود بناتا ہے؟

جواب:﴿1﴾انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر خواہش نفس کو معبود بناتا ہے پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کردیتا ہے۔﴿2﴾ انسان جن کو اپنا مددگار سمجھتا ہے ان کو معبود بناتا ہے۔﴿3﴾انسان جن سے توقع رکھتا ہے کہ یہ آخرت میں میری سفارش کریں گے ان کو معبود بناتا ہے۔

سوال7:وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ''اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾یعنی اگر میں غیر اللہ کی عبادت کروں گا تو میں کسی اعتبار سے بھی ہدایت یافتہ نہیں رہوں گا۔﴿2﴾میں غیر اللہ کی عبادت چھوڑ کر توحید اور اخلاص عمل پر گامزن رہوں گا کیونکہ یہی حق ہے۔

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ(57)

آپ کہہ دیں میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں اور اس کو تم نے جھٹلا دیا ہے،جس کی تم جلدی مچاتے ہو وہ

میرے پاس نہیں ہے، فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، وہی حق بیان کرتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے۔(57)

سوال1: قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ ''آپ کہہ دیں میں اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیں کہ میں تو اپنے رب اور اس کے کلام پر یقین رکھتا ہوں یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے گواہی ہے جو کہ سب سے عدل والی گواہی ہے ایمان والوں نے رسول اللہ ﷺ کی گواہی کی تصدیق کی ہے۔

سوال2: وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ''اور اس کو تم نے جھٹلا دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحی کو جھٹلایا ہے۔﴿2﴾ تم نے قرآن وسنت کو جھٹلایا ہے۔

سوال3: مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ''جس کی تم جلدی مچاتے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو وہ میرے اختیار میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا وقت مقرر ہے وہ جب چاہے گا جیسے چاہے گا تم پر نازل کرے گا۔

سوال4: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ''فیصلہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جس طرح اس نے اوامر ونواہی میں اپنا حکم شریعی نافذ کیا ہے اسی طرح وہ حکم جزائی نافذ کرے گا اور اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق ثواب وعقاب دے گا پس اس کے فیصلے پر اعتراض درخور اعتنا نہیں۔(تفسیر سعدی:776/1)

سوال5: يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ''وہی حق بیان کرتا ہے اور وہ فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے راہ حق کو واضح کر دیا ہے اور اپنے بندوں کے سامنے حق بیان کر کے ان کا عذر ختم کر دیا اور یوں ان کی حجت منقطع ہوگئی تا کہ جو ہلاک ہو تو وہ دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ (تفسیر سعدی:776/1)﴿2﴾ اللہ تعالیٰ بہترین اور قابل تعریف فیصلے کرتا ہے اس کے فیصلوں سے حق واضح اور متعین ہو جاتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ حق اور باطل کے درمیان بہترین فیصلے کرنے والا ہے۔(فتح القدیر:154/2)

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ(58)

آپ کہہ دیں یقیناً اگر میرے پاس وہ ہوتا جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے۔(58)

سوال1: قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ''آپ کہہ دیں یقیناً اگر میرے پاس وہ ہوتا جس کی تم

جلدی کر رہے ہو تو میرے اور تمہارے درمیان معاملے کا فیصلہ کر دیا جاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے فرمایا: آپ ﷺ ان سے کہہ دیجیے! اپنی جہالت اور ظلم کی وجہ سے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہو۔ ﴿2﴾ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں تم پر عذاب واقع کر دیتا۔ ﴿3﴾ عذاب کے مطالبے میں جلدی نہ کرو۔ ﴿4﴾ اس کے آنے میں تمہارے لیے بھلائی نہیں ہے۔ ﴿5﴾ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جو نافرمانوں اور گناہ گاروں کو مہلت بھی دیتا ہے اور ظاہری اور باطنی نعمتیں بھی عطا فرماتا ہے۔

سوال 2: اگر معجزات کا صدور اور عذابِ الٰہی کا نزول انسانوں کے اختیار میں ہوتا تو کیا نتیجہ نکلتا؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کے اندر صبر، حلم، بردباری اور مہلت دینے میں اس کی صلاحیت محدود ہے۔ ﴿2﴾ انسان اگر انسان کے خلاف بغاوت کرتا ہے تو اس کے اندر سے صبر اور برداشت ختم ہو جاتی ہے۔ ﴿3﴾ اگر انسان کا عذاب الٰہی پر اختیار ہوتا تو دعوت دینے کے فوراً بعد فیصلہ ہو جایا کرتا۔

سوال 3: نافرمانیوں کے باوجود اس جہان میں انسانوں کو رب کی طرف سے کیسے مہلت مل رہی ہے واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا حلم ہے، اس کی بردباری ہے، اس کی عظمت اور اس کا صبر ہے کہ وہ انتقام لینے کی قدرت رکھتا ہے لیکن پھر بھی اپنے نافرمانوں کو کھانا پینا فراہم کرتا ہے، ان کے لئے بارشیں برساتا ہے اور انہیں اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے۔

سوال 4: انسانوں کو رب کی بردباری سے مہلت ملتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اس کا کتنا شعور رکھتے تھے کوئی مثال دیں؟

جواب: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک بار ایک جنگ میں شریک تھے۔ جنگ اس قدر زوروں پر تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا کافروں نے فیصلہ کن حملہ کیا ہوا تھا اس پر انہوں نے کہا: اے اللہ! آپ کس قدر حلیم اور بردبار ہیں! اے اللہ! آپ کس قدر حلیم اور بردبار ہیں!

سوال 5: وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِالظّٰلِمِيۡنَ ''اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو زیادہ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کر دیں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ ظالموں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جانا چاہیے؟ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کسی کو یونہی نہیں چھوڑتا ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ علم اور قدرت رکھتا ہے۔ وہ سخت عذاب سے دوچار کر سکتا ہے لیکن مہلت دیتا ہے اور ناحق کسی کو نہیں پکڑتا۔

وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ؕ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ (59)

اورغیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے۔(59)

سوال1: وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ''اورغیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یہ آیت قرآن حکیم کی ان عظیم آیات میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ کے علم محیط کی تفصیل ہے۔《2》اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھتا ہے۔اس کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس نے ملائکہ اور انبیاء سے بھی غیب کو پوشیدہ رکھا۔《3》وہ جس کو چاہتا ہے اسے اپنے علم غیب میں سے کسی چیز کے بارے میں اطلاع دے دیتا ہے۔《4》عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ ﷺ نے اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ یقیناً اللہ تعالیٰ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے۔(لقمان:34) پڑھ کر سنائی۔یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے، وہی بارش برساتا ہے، اسی کو معلوم ہے رحموں میں کیا ہے؟ کسی کو خبر نہیں کہ وہ کل کیا کمائے گا؟ اور کہاں فوت ہوگا؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا اور اچھی طرح سے خبردار ہے۔(بخاری)

سوال2: غیب کیا ہے؟

جواب: اسلامی تصورِ حیات کے مطابق اس کائنات میں دو جہان ہیں ایک غیب کا جہان ہے اور دوسرا عالم شہادت غیبی جہان کا علم انسان کے پاس نہیں ہے اور عالم شہادت کا انسان مشاہدہ کرسکتا ہے۔

سوال3: وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ''اورغیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، اس کے سوا انہیں کوئی نہیں جانتا''، غیبی جہان کا اقرار کرنے کی اسلامی نظریہ حیات میں کیا اہمیت ہے؟

جواب:《1》غیبی جہان کا اقرار کرنا اسلامی فکر کی بنیاد ہے۔《2》ایمان بالغیب وہ مشکل راستہ ہے جسے انسان نے ضرور اختیار کرنا ہے جب تک وہ غیب کا اقرار کرتا وہ انسانی مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ حیوانی مقام پر رہتا ہے۔《3》اس حقیقت کو انسان ہی سمجھ سکتا ہے کہ کائنات محض اتنی نہیں جتنی ہمارے حواس کے دائرے میں آتی ہے۔ بلکہ کائنات ہمارے حواس کے دائرے کے باہر زیادہ وسیع ہے۔《4》کائنات کے بارے میں غیبی جہان کا اقرار انسانی سوچ میں بڑی گہری تبدیلی لے کر آتا ہے۔کائنات کے اندر چھپی ہوئی کام کرنے والی قوتوں کے بارے میں نیا احساس پیدا ہوتا ہے۔اس تصور کے اثرات انسان کی عملی زندگی پر پڑتے ہیں اس لئے غیب کے اقرار کو اسلامی نظریہ حیات میں بے حد اہمیت حاصل ہے۔

سوال4: غیبی حقائق پر ایمان لانے کے مومن کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: غیبی حقائق پر ایمان لانے کے اثرات مومن کی فکری اور عملی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔

﴿1﴾ کائنات کے بارے میں مومن وسیع تر سوچ رکھتا ہے۔﴿2﴾ مومن اس بات کا شعور رکھتا ہے کہ چھپی ہوئی اور ظاہری کائنات کے پیچھے ایک عظیم حقیقت ہے اور یہ حقیقت اس ظاہری کائنات سے بہت بڑی ہے۔ وہی جو ظاہر کی آنکھ سے پوشیدہ ہے اس کائنات کا خالق ہے۔﴿3﴾ جو انسان اس کائنات کے پیچھے کام کرنے والی قوتوں کے بارے میں شعور رکھتا ہے تو اس کے اثرات انسان کی عملی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ وہ انسان جو اپنے حواس کے ساتھ اپنے ماحول کا محدود مشاہدہ کرتا ہے اس کے برابر نہیں ہوسکتا جو کائنات کے بارے میں وسیع سوچ رکھتا ہے۔ وسیع سوچ رکھنے والا انسان اپنے دل کے اندر سے گہرے تعلق میں بندھا ہوا ہوتا ہے اور زندگی کے لئے اہم ہدایات پاتا ہے۔﴿4﴾ انسان غیبی حقائق پر ایمان لاکر ہی اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے لئے خود کو مجبور پاتا ہے اور اپنی زندگی اللہ تعالیٰ کے کلام کے زیر سایہ بسر کرتا ہے۔

سوال5: وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ''اور وہ خشکی اور سمندر کی ہر چیز کو جانتا ہے'' قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کے علیم ہونے کے بارے میں کیا تصور دیتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔﴿2﴾ زمین و آسمان کی ہر چیز اس کے علم میں ہے۔﴿3﴾ فضاؤں اور زمین کی گہرائیوں میں پایا جانے والا ہر ذرہ اس کے علم میں ہے۔﴿4﴾ سمندر اور خشکی کے سارے جانور اس کے علم میں ہیں۔﴿5﴾ زندہ و مردہ ہر چیز اس کے علم میں ہے۔﴿6﴾ چھپی ہوئی اور ظاہر ہر چیز اس کے علم میں ہے۔﴿7﴾ خشک تر ہر چیز اس کے علم میں ہے۔﴿8﴾ زمین کی تہوں میں چھپا ہوا کوئی دانہ اس کے علم سے باہر نہیں۔﴿9﴾ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ اس کے علم سے باہر نہیں۔﴿10﴾ اللہ تعالیٰ کا علم ہمہ گیر ہے۔﴿11﴾ فرمایا: يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ اللہ تعالیٰ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اسے جو سینے چھپاتے ہیں۔(غافر:19) اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والی نگاہوں کو جانتا ہے۔

سوال6: وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ ''اور غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں'' پر غور وفکر انسان پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو انسان کھلے ہوئے اور چھپے ہوئے جہان پر غور وفکر کرتا ہے، وہ جو غیب کے پردوں کے پیچھے سے جھانکنا چاہتا ہے جس طرف بڑھتا ہے اسے نظر آتا ہے غیب کی چابیاں تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔﴿2﴾ انسان ماضی اور مستقبل میں جھانکنا چاہتا ہے لیکن ایک حد پر جاکر اس کو علم اور ایجادات کے دروازے بند نظر آتے ہیں اور آگے کیسے جائے چابیاں تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔﴿3﴾ سمندر کی گہرائیاں اللہ تعالیٰ کے سامنے عیاں ہیں۔ وہ ان پر غور وفکر کرتا ہے گہرائیوں میں

پہنچ کر سب کچھ عیاں کرنا چاہتا ہے لیکن جس طرف بھی جاتا ہے آگے حد آجاتی ہے اور آگے کی چابیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ﴿4﴾ انسان کائنات کی وسعتوں میں، خلاؤں میں، دوسری دنیاؤں میں، نامعلوم دنیا میں آگے بڑھنا چاہتا ہے اور ایک حد آجاتی ہے جہاں سے آگے کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ ﴿5﴾ اس کائنات میں اگنے والے بے شمار پودے اور ان سے نکلنے والے بیج جہاں کہیں پڑے ہیں ان کو ایک آنکھ دیکھتی ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ ﴿6﴾ ایک انسان کی عقل چکرا جاتی ہے۔ انسان مختلف زمانوں میں جھانکے یا کائنات کی گہرائیوں میں وسعت ہی وسعت ہے۔ اور قرآن مجید ان وسعتوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور ہمیں صاحبِ کلام تک لے جاتا ہے کہ وہ علیم ہے، وہ عظیم ہے، وہ قدیر ہے اور وہ بصیر ہے۔

سوال 7: وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ''اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز مگر سب کھلی کتاب میں ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا ''اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے بھی جانتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایک پتے سے اپنے علم کی وسعتوں کا شعور دلایا ہے کہ کوئی پتہ سمندر میں یا خشکی میں، جنگلوں بیابانوں میں یا آبادیوں میں، زمین کے کسی گوشے میں رات کو گرے یا دن کو اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔ ﴿2﴾ وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ ''اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ نہیں گرتا'' بیج پھلوں کے ہوں یا سبزیوں کے، اجناس کے ہوں یا درختوں، پودوں کے، پھولوں کے پتوں یا کھیتوں کے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ ''اور نہ کوئی تر چیز اور نہ کوئی خشک چیز'' ہر خشک اور تر چیز خواہ جنگلوں میں ہو یا صحراؤں میں، آبادیوں میں ہو یا ویرانوں میں، پہاڑوں میں ہو یا میدانوں میں اللہ تعالیٰ اس کا علم رکھتا ہے۔ ﴿4﴾ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ''مگر سب کھلی کتاب میں ہے'' یعنی وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ یہ امور حیرت میں مبتلا کر دینے والے ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ کا علم ہمہ گیر ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (60)

اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اٹھا دیتا ہے تاکہ مقررہ مدت پوری کی جائے پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کر دے گا جو تم عمل

کیا کرتے تھے۔(60)

سوال1: وَهُوَالَّذِیْ یَتَوَفّٰكُمْ بِالَّیْلِ ''اور وہی ہے جو تمہیں رات کو وفات دیتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی اللہ تعالیٰ رات کو وفات دیتا ہے نیند دراصل موت کی بہن ہے پھر روح اس لیے چھوڑ دی جاتی ہے کہ انسان اپنی زندگی کے دن پورے کر لے۔ ﴿2﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے اور نیند میں فرشتہ اس کی روح تھام لیتا ہے اگر اللہ تعالیٰ اس روح کو قبض کرنے کی اجازت دیتا ہے تو فرشتہ روح کو قبض کر لیتا ہے ورنہ جسم میں لوٹا دیتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:507/1)

سوال2: وَیَعْلَمُ مَاجَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ''اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو وہ جانتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: انسان جاگتے ہوئے جو کام کرتا ہے اس کے تمام کام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔اس کی کوئی حرکت اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں جاتی۔انسان جو کچھ دن میں کماتا ہے اللہ تعالیٰ اسے جانتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے غیبی حقائق کے بعد رات کو روحیں قبض کرنے اور دن کو واپس بھیجنے کی بات کی ہے ان دونوں میں کیا تعلق ہے؟

جواب: غیب کی چابیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کل کائنات پر اللہ تعالیٰ کا علم حاوی ہے۔اس آیت سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ انسان کی پوری زندگی کے کام اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی تقدیر اور تدبیر کے مطابق انجام پا رہے ہیں۔اس کا سونا، جاگنا، پیدا ہونا، مرنا، دوبارہ اٹھنا وغیرہ۔

سوال4: نیند اور موت میں کیا مماثلت ہے؟

جواب: ﴿1﴾ نیند بھی دراصل موت کی ایک قسم ہے جس طرح موت کی وجہ سے انسان کے حواس معطل ہو جاتے ہیں ایسے ہی نیند میں انسان کے حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ موت کی وجہ سے انسان کی عقل رک جاتی ہے اور فہم کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے نیند میں بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔

سوال5: ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ''پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اٹھا دیتا ہے تا کہ مقررہ مدت پوری کی جائے'' جب انسان نیند کی حالت میں چلا جاتا ہے تو کیسے بے دار ہوتا ہے؟

جواب: ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ ''پھر وہ اس (دن) میں تمہیں اٹھا دیتا ہے'' جب انسان نیند کی حالت میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ارادے سے بے دار ہوتا ہے۔ان کے بدن آرام کرتے ہیں، نیند سے بے داری کے بعد انہیں دوبارہ زندگی ملتی ہے۔لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ''تا کہ مقررہ مدت پوری کی جائے'' اللہ تعالیٰ اپنی تقدیر سے مدت مقررہ کا فیصلہ کرتا ہے یعنی زندگی کی مدت اور اس

کے بعد ایک اور مدت ہے یعنی مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا۔

سوال6: نیند کے بعد بے داری کیا ثابت کرتی ہے؟

جواب: نیند کے بعد بے داری ہمیں سمجھاتی ہے کہ انسان کس طرح مرے گا اور کس طرح زندہ ہوگا؟

سوال7: ''انسان اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے باہر نہیں نکل سکتا'' وضاحت کریں؟

جواب:《1》انسان کی حرکت، موت اور جی اٹھنا اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تحت ممکن ہوتا ہے جیسے ہر روز کا سونا اور جاگنا اللہ تعالیٰ کے ارادے کے تحت ہوتا ہے۔《2》انسان کی نیند کی حالت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے نیند کے بعد دوبارہ بیدار کرنا بھی دراصل مدت حیات کو پورا کرنے کے لئے ہے یہ سارے حالات اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں داخل ہیں۔

سوال8: ثُمَّ اِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ''پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے پھر وہ تمہیں اس کی خبر کردے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ثُمَّ اِلَيۡهِ مَرۡجِعُكُمۡ ''پھر اس کی طرف تمہاری واپسی ہے'' انسان کی واپسی اپنے مالک حقیقی کی طرف ہے۔《2》ثُمَّ يُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ''پھر وہ تمہیں اس کی خبر کردے گا جو تم عمل کیا کرتے تھے'' واپسی پر انسان کا نامۂ اعمال پیش ہوگا اور انسان کو بتادیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ کر کے آیا ہے؟《3》انسان پر ظلم نہیں ہوگا۔

رکوع نمبر:14

وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ تَوَفَّتۡهُ رُسُلُنَا وَهُمۡ لَا يُفَرِّطُوۡنَ(61)

اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پر موت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔(61)

سوال1: وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ ''اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَهُوَ اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر پوری قدرت رکھتا ہے یعنی وہ قوت والا بادشاہ ہے۔《2》الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ ''اپنے بندوں پر غالب ہے'' یعنی وہ اپنے بندوں کا خالق اور مالک ہے، وہ ان پر اپنا ارادہ نافذ کرتا ہے، وہ ان کے لیے فیصلے کرتا ہے، اس کی اجازت کے بغیر وہ اپنی حرکت اور سکون کے بھی مالک نہیں《3》انسان اللہ تعالیٰ کے مکمل کنٹرول میں ہیں۔《4》اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی دوسری قوت نہیں۔《5》اللہ تعالیٰ کے غلام پوری طرح اس کے قبضے میں ہیں۔

سوال 2: وَهُوَ الْقَاهِرُ'' اور وہ غالب ہے'' اللہ تعالیٰ کے قہار ہونے کے مومن کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کے قہار ہونے کے تصور سے ایک مومن مکمل آزادی اور اختیار ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی غلامی کرتا ہے۔ کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقرر ہے اور یہ کہ انسان اپنے وجود میں بھی اللہ تعالیٰ کے قوانین کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ وہ اس کے ضابطوں میں بندھا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کے القہار ہونے کے علم سے مومن یہ جان لیتا ہے کہ کوئی قوت اس کی مددگار نہیں ہوسکتی، مدد صرف اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے جسم کی حرکات کو مقرر کیا ہے اور ان کو پابند بنایا ہے اسی کا پابند رہ کر نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

سوال 3: وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً'' اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قتادہ کا قول ہے: اے ابن آدم تیرے اوپر نگران ہیں جو تیرے اعمال، تیرے رزق اور تیری اجل کی حفاظت کرتے ہیں جب تم وفات پاؤ گے تمہیں اپنے رب کے پاس لے جائیں گے۔ (جامع البیان: 227/7)《2》اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرر فرشتوں یعنی کراماً کاتبین کو ہمارے اعمال محفوظ کرنے پر لگا رکھا ہے۔ ہم جو عمل کرتے ہیں وہ اسے محفوظ کر لیتے ہیں جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ حالانکہ یقیناً تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ معزز لکھنے والے۔ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔ (الانفطار: 12-10) اور فرمایا: عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ضبط کرتے رہتے ہیں۔ کوئی لفظ وہ نکال نہیں پاتا مگر ایک تیار نگران اس کے پاس ہوتا ہے۔ (ق: 17,18) اور فرمایا: لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اس شخص کے لیے اس کے آگے سے اور اس کے پیچھے سے باری باری آنے والے کئی پہرہ دار ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ (الرعد: 11)《3》''حفظة'' سے مراد وہ فرشتے ہیں جو انسان کے آگے پیچھے ہمہ وقت لگے رہتے ہیں اور ہر قسم کی آفت و مصیبت سے اللہ کے حکم سے بچاتے ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن: 405/1)《4》ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا یکے بعد دیگرے تمہارے پاس رات اور دن کے فرشتے آتے رہتے ہیں اور یہ عصر اور فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر وہ اوپر چڑھتے ہیں جنہوں نے رات تمہارے ساتھ گزاری ہوتی ہے پھر اللہ تمہارے بارے میں ان سے پوچھتا ہے۔ حالانکہ اسے تمہاری خوب خبر ہے پوچھتا ہے کہ میرے بندوں کو تم نے کس حال میں چھوڑا؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ (صحیح بخاری: 7429) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ملک الموت کے بہت سے مددگار فرشتے ہیں جو روح کو جسم سے نکالتے ہیں اور حلقوم تک جب روح آجاتی ہے پھر ملک الموت اسے قبض کر لیتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر: 67/2)

سوال4: وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً ''اوروہ تم پرنگہبان بھیجتا ہے'' سے کیا شعور دلانا مقصود ہے؟

جواب: ''اوروہ تم پرنگرانی کرنے والے بھیجتا ہے''یہ کہہ کرانسان کوشعور دلایا گیا ہے کہ ﴿1﴾ انسان ہروقت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہے۔﴿2﴾ اس کوایک لمحہ کے لئے بھی آزادنہیں چھوڑا جاتا۔﴿3﴾ وہ کسی وقت بھی اکیلانہیں ہوتا، ہروقت اس کے ساتھ ایسے نگران ہوتے ہیں جواس کی ہرحرکت ریکارڈ کرتے ہیں۔﴿4﴾ یہ نگران ایساریکارڈ تیار کرتے ہیں ان کی نظروں سے کوئی چیزاوجھل نہیں ہوتی۔

سوال5: فرشتوں کی نگرانی کے شعور کے مومن پرکیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ مومن کی شخصیت مکمل طور پر بے دار ہوجاتی ہے۔﴿2﴾ مومن اپنی ہرحرکت اور ہر بات پرنظر رکھتا ہےاور ہر کام شعوری طور پرکرنے کی کوشش کرتا ہے۔

سوال6: حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ تَوَفَّتۡهُ رُسُلُنَا ''یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پرموت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کوقبض کرلیتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ ''یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی ایک پرموت آتی ہے، ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کوقبض کرلیتے ہیں'' یعنی اس کی اجل آجاتی ہے۔﴿2﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ملک الموت کے بہت سے مددگار فرشتے ہیں جوروح کو جسم سے نکالتے ہیں اور حلقوم تک جب روح آجاتی ہے پھر ملک الموت اسے قبض کرلیتے ہیں۔

(ابن کثیر:67/2)﴿3﴾ سیدناانس رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیاکہ آیاموت کا فرشتہ ایک ہے یا بہت سے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی جواب دیااوردلیل میں یہ آیت تلاوت کی۔(المنار)(اشرف الحواشی:163/1)﴿4﴾ قُلۡ يَتَوَفّٰٮكُمۡ مَّلَكُ الۡمَوۡتِ الَّذِىۡ وُكِّلَ بِكُمۡ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ تُرۡجَعُوۡنَ آپ کہہ دیں کہ موت کافرشتہ جوتم پرمقرر کیا گیا ہے تمہیں قبض کرلے گا چنانچہ تم اپنے رب کی جناب میں لوٹائے جاؤ گے۔(السجدہ:11)

سوال7: موت کے وقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہماری کیاراہ نمائی کی ہے؟

جواب:﴿1﴾ موت کا وقت مقرر ہے جوانسان سے چُھپا ہوا ہے۔﴿2﴾ موت کے وقت کاعلم انسان کوکسی ذریعے سے نہیں ہوسکتا۔﴿3﴾ موت کے وقت کاعلم پہلے سے طے شدہ تحریری طورپرموجود ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔﴿4﴾ موت کا وقت آگے پیچھے نہیں ہوسکتا۔﴿5﴾ موت کاوقت قریب ہے۔

سوال8: وَهُمۡ لَا يُفَرِّطُوۡنَ ''اوروہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قضاء وقدر سے جومدت مقرر کردی ہے وہ اس میں ایک گھڑی کانہ اضافہ کرسکتے

ہیں نہ ایک گھڑی کی کمی۔ وہ صرف مکتوب الٰہی اور تقدیر ربانی کو نافذ کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:779/1)

سوال9: اس آیت میں جان نکالنے والے فرشتوں کی فرض شناسی کے بارے میں کیا وضاحت کی گئی ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کے فرشتے جان نکالنے کے لئے تیار کھڑے ہوتے ہیں۔《2》اس کے فرشتوں کا نظام بڑا محفوظ ہوتا ہے۔《3》اس کے فرشتے اپنا فرض انجام دینے میں کوتاہی نہیں کرتے۔

سوال10: موت اور موت کے فرشتوں کے بارے میں اسلامی عقیدہ مومن پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب:《1》یہ عقیدہ ایک غافل انسان کو جھنجھوڑتا ہے۔《2》یہ عقیدہ رکھنے والا انسان محسوس کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں گھرا ہوا ہے۔《3》یہ عقیدہ رکھنے والا جانتا ہے کہ اگلے ہی لمحے اس کی سانسیں رک سکتی ہیں، روح قبض ہو سکتی ہے۔《4》یہ عقیدہ رکھنے والا غیر ذمہ دار نہیں رہتا۔

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۟ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ (62)

پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے، سُن لو! حکم اسی کا ہے اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے۔(62)

سوال1: ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ''پھر وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ثُمَّ پھر یعنی موت اور حیات برزخ کے بعد۔《2》رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ''وہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے''انہیں اپنے حقیقی مولا کی طرف لوٹایا جائے گا۔《3》اللہ تعالیٰ مولا ہے جو اپنے تقدیری حکم کے مطابق ان کا مولا ہے۔ وہ انسانوں پر اپنی تقدیر نافذ کرتا ہے۔《4》اللہ تعالیٰ ہی سب کا مولا ہے جو اپنے حکم شریعی کے ذریعے ان کا مولا ہے۔اس نے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں، وہ ان کے اعمال کا حساب لے گا۔《5》اللہ تعالیٰ حقیقی مولا ہے جو اپنا حکم جزائی نافذ کرے گا اور ان کو اعمال کا بدلہ عطا کرے گا۔

سوال2: حقیقی مولا کون ہے؟

جواب:《1》حقیقی مولا وہ ہے جس نے پیدا کیا۔《2》جس نے زندگی بسر کرنے کے ذرائع فراہم کئے۔《3》جس نے پوری زندگی کا ریکارڈ تیار کرنے کے لئے نگران مقرر کئے۔《4》وہ جو انسانوں کو جب چاہے اپنے پاس بلا لیتا ہے تاکہ وہ ان کے بارے میں فیصلے کرے۔

سوال3: اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ''سن لو! حکم اُسی کا ہے'' انسانی زندگی کے فیصلے کرنے کے سارے اختیارات کس کے ہاتھ میں ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ فیصلے کے سارے اختیارات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اس لئے کہ اس کا کوئی شریک نہیں وہ فیصلے کا مالک ہے۔ ﴿2﴾ وہ انسان کا خالق ہے۔ وہ اس کو زندگی گزارنے کے سامان عطا کرتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا غلام ہے۔ اسے ایک دن مرنا ہے اور اپنے مولیٰ کے سامنے پوری زندگی کا حساب کتاب پیش کرنا ہے۔ ﴿3﴾ دینے والا حساب لیتا ہے اور مالک فیصلہ کرتا ہے انسان کو سبھی کچھ وہی دیتا ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں سارے فیصلے کرنے کا اختیار اسی کے پاس ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ فیصلے کرنے میں کیسا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ خود حساب لیتا ہے۔ ﴿2﴾ فیصلہ کرنے میں دیر نہیں لگاتا۔ ﴿3﴾ بدلہ دینے میں دیر نہیں کرتا۔ ﴿4﴾ اس کے فیصلے انصاف کے مطابق ہوتے ہیں۔

سوال 5: وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ'' اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ہے کیونکہ اس کا علم کامل ہے۔ ﴿2﴾ وہ جلد حساب لینے والا ہے کیونکہ اس نے اعمال کو محفوظ کیا ہوا ہے پہلے لوح محفوظ میں پھر فرشتوں نے اپنی کتاب میں جو ان کے ہاتھوں میں ہے۔ ﴿3﴾ جب اللہ تعالیٰ خالق ہے، مالک ہے، حقیقی مولا ہے، نفع ونقصان کا مالک ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ماسواء کسی اور کی نہ قدرت ہے، نہ ارادہ ہے، نہ کوئی نفع کا مالک ہے، نہ نقصان کا پھر کھلے عام کفر وشرک کا ارتکاب کیسے کرتے ہیں۔

سوال 6: یہ تصور کہ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ'' اور وہ سب حساب لینے والوں سے زیادہ جلد (حساب لینے والا) ہے'' انسان پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہوسکتا ہے۔ ﴿2﴾ انسان اس عقیدے کی وجہ سے اللہ کو اپنا حاکم تسلیم کرلیتا ہے۔

﴿3﴾ انسان یہ تسلیم کرلیتا ہے کہ اس زمین پر انسانوں کی زندگی کے سارے معاملات اللہ کے حکم کے مطابق طے ہوجائیں۔

سوال 7: اگر یہ طے کردیا جائے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کے سوا کوئی اور قانون نافذ ہوگا' تو آخرت میں حساب کتاب کس قانون کے مطابق ہوگا؟

جواب: آخرت میں اللہ تعالیٰ انسانوں سے حساب کتاب اپنی شریعت کے مطابق لے گا۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ (63)

آپ کہہ دیں تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟ تم اسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو یقیناً اگر اس نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ (63)

سوال1: تَدۡعُوۡنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفۡيَةً ’’تم اُسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو‘‘ انسان خوفناک حالات اور مشکلات میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کیسے دست بدعا ہو جاتے ہیں؟

جواب:《1》مشکل اور خوفناک صورت حال میں انسانوں کی اصلی فطرت پردے سے نکل کر سامنے آجاتی ہے۔ 《2》مشکل حالات میں انسان کو شرک کا بودا پن محسوس ہونے لگتا ہے اور وہ ایک اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگتا ہے۔

سوال2: قُلۡ مَنۡ يُّنَجِّيۡكُمۡ مِّنۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ’’آپ کہہ دیں تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قُلۡ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ ﷺ شرک کرنے والوں سے کہہ دیں۔《2》مَنۡ يُّنَجِّيۡكُمۡ مِّنۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ’’تمہیں خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے کون نجات دیتا ہے؟‘‘ یعنی سمندر اور خشکی کی مشقتوں سے نجات کا کوئی بھی وسیلہ نظر آتا ہے تو اپنے رب کو گڑگڑا کر پکارتے ہو۔《3》خشکی کی تاریکیوں سے مراد مختلف قسم کی مصیبتیں، دشمن کا خوف اور راستہ بھٹک جانا ہے اور سمندر کی تاریکی سے مراد موجوں کا ڈر، آندھی اور طوفان کا خوف اور راہ بھٹک جانا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:466)《4》جب صحراؤں میں راستہ بھول جاتے ہو اور تاریک رات آتی ہے اور سمندری سفر کرتے ہو پھر بادل، رات اور سمندر کی تاریکی ڈھانپ لیتی ہے اور خوف سے دل مضطرب ہو جاتے ہیں تو کس کو پکارتے ہو؟ وہ صرف ایک اللہ ہی کو پکارتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی نجات نہیں دے سکتا۔ وہ اسے اعلانیہ اور پوشیدہ آہ وزاری سے پکارتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:398)《5》هُوَ الَّذِيۡ يُسَيِّرُكُمۡ فِي الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنۡتُمۡ فِي الۡفُلۡكِ ۚ وَجَرَيۡنَ بِهِمۡ بِرِيۡحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوۡا بِهَا جَآءَتۡهَا رِيۡحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الۡمَوۡجُ مِنۡ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ اُحِيۡطَ بِهِمۡ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۚ لَئِنۡ اَنۡجَيۡتَنَا مِنۡ هٰذِهٖ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ وہی ہے جو خشکی اور سمندر میں تمہیں چلاتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ انہیں لے کر عمدہ ہوا کے ساتھ چلتی ہیں اور وہ اس پر خوش ہو رہے ہوتے ہیں کہ اچانک سخت تیز ہوا آجاتی ہے اور ان پر ہر جانب سے موج آجاتی ہیں اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ بے شک انہیں گھیر لیا گیا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کو خالص کرتے ہوئے اُسی کو پکارتے ہیں کہ اگر آپ ہمیں اس سے نجات دے دیں تو ہم ضرور شکر کرنے والوں میں سے ہوں گے۔ (یونس:22)

سوال3: انسان کو ہولناک لمحات کی یاد سے کیا شعور دلانا مطلوب ہے؟

جواب:《1》ہولناک لمحات کی یاد سے انسان کو یہ شعور دلانا مطلوب ہے کہ انسان بہت ضعیف ہے۔ اور وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے پر مجبور ہے۔《2》اس یاد سے انسان کو یہ شعور دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ کر ہی مشکلات دور ہوتی

ہیں اور نجات ملتی ہے۔

سوال4: لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ''یقیناً اگر اس نے ہمیں اس سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کا شکر ادا کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اگر آپ نے ہمیں اس ہلاکت اور مصیبت سے نجات دے دی تو ہم ضرور اس کے فضل کا اعتراف کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اس کے لیے خالص ہو کر عمل کریں گے اور اس کا شکریہ ادا کریں گے۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ (64)

آپ کہہ دیں اس سے اور ہر تکلیف سے اللہ تعالیٰ ہی تمہیں نجات دیتا ہے پھر بھی تم شرک ہی کرتے ہو۔ (64)

سوال1: قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ''آپ کہہ دیں اس سے اور ہر تکلیف سے اللہ تعالیٰ ہی تمہیں نجات دیتا ہے'' انسان کو مصیبتیں کیوں پیش آتی ہیں؟

جواب: انسان کو مصیبتوں میں اس لیے مبتلا کیا جاتا ہے تا کہ وہ اپنی اصلی فطرت کو دیکھ سکے۔

سوال2: جب کوئی مصیبت آتی ہے تو مومن کے رویے میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مومن یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے بے بس ہے اور ساری قدرت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ ﴿3﴾ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عکرمہ بن ابی جہل کے قتل کا حکم دیا تھا تو عکرمہ بھاگ نکلا، یہاں تک کہ بحر احمر کے کنارے پہنچا اور ایک کشتی پر سوار ہو کر علاقہ بدر ہونے لگا، کشتی جب سمندر کے درمیان پہنچی تو طوفان میں پھنس گئی۔ کشتی میں سوار لوگ کہنے لگے، اب صرف ایک اللہ کو پکارو، کیونکہ اب اس طوفان میں تمہارے مشکل کشا تمہارے کسی کام نہیں آسکتے۔ مشرکین کی یہ بات سن کر عکرمہ بن ابی جہل کہنے لگا، اگر سمندر میں ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا کشتی پار نہیں لگا سکتا تو اللہ کی قسم! زمین پر بھی اللہ کے سوا کوئی دوسرا میری بگڑی نہیں سنوار سکتا۔ اے اللہ! میں تجھ سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس طوفان سے زندہ سلامت نکال دیا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر ضرور ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا اور یقیناً تو درگزر کرنے والا، کریم و مہربان ہے۔ (نسائی: 4072)

سوال3: ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ''پھر بھی تم شرک ہی کرتے ہو'' انسان پر سے مصیبت ختم ہو تو وہ شرک کیوں کرنے لگتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مصیبت ختم ہو جائے تو انسان غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر اعتماد کرنے لگتا ہے۔

《2》مصیبت ختم ہوجائے تو انسان غفلت کا شکار ہوتا ہے تو ناشکری کا رویہ اختیار کرتا ہے جو شرک کی ایک صورت ہے۔

سوال4: شرک کی عام صورت کیا ہے؟

جواب: شرک کی عام صورت یہ ہے کہ انسان خود پرست ہوجائے خود پر اعتماد کرتا ہے۔

سوال5: انسان ناحق خود پر کیسے اعتماد کرتا ہے؟

جواب: 《1》انسان جب اپنی کمائی کو اپنی کمائی سمجھتا ہے تو اس طرح وہ اپنی قابلیت پر اعتماد کرتا ہے۔《2》انسان جب فخر سے چلتا ہے تو اپنے جسم پر اعتماد کرتا ہے۔《3》انسان جب حق کو نظر انداز کرتا ہے تو وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔《4》انسان جب کسی پر ظلم کرتا ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ کوئی میرا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا یہ ساری تکبر کی صورتیں ہیں اور تکبر بڑا شرک ہے کیونکہ یہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقام پر رکھنا ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ (65)

آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے یا تمہیں گروہوں میں ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھادے، آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں۔(65)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ فرما دیجیے کہ وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمھارے اوپر سے بھیج دے الخ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کافر مت بن جانا کہ تلواروں سے ایک دوسرے کی گردنیں اڑانا شروع کردو، صحابہ کرام نے کہا ہم تو اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں تو بعض حضرات بولے کہ شاید یہ شان ہمیشہ باقی نہیں رہ سکتی بلکہ کچھ لوگ مسلمان ہونے کے باوجود ایک دوسرے کی گردنیں اڑائیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کا اگلا حصہ نازل فرمایا یعنی آپ دیکھیے تو سہی ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ لوگ سمجھ جائیں (الخ)۔(تفسیر ابن عباس:398/1)

سوال2: قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ ''آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اپنی قوم کے مشرکوں سے کہہ دو جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں اور اس کا شکرادانہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قدرت رکھتا ہے کہ کسی طرف سے بھی تم پر عذاب بھیج دے۔《2》اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ ’’کہ تم پر تمہارے اوپر سے کوئی عذاب بھیج دے‘‘ جیسے کڑکتی بجلیاں وغیرہ۔《3》اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ ’’یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے‘‘ جیسے زلزلے، زمین میں دھنسنا وغیرہ۔

سوال3: قُلۡ ہُوَ الۡقَادِرُ عَلٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ ’’آپ کہہ دیں وہ اس پر بھی قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے‘‘ کوئی مصیبت سر کے اوپر سے نازل ہو یا پاؤں کے نیچے سے تو اس کا انسان پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب: اوپر سے نازل ہونے والا عذاب یا پاؤں کے نیچے سے ابلنے والا عذاب انسان کو ہلا کر رکھ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں ٹھہرنا انسان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

سوال4: اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ ’’تم پر تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے کوئی عذاب بھیج دے‘‘ سر کے اوپر سے نازل ہونے والے یا پاؤں کے نیچے سے آنے والے عذاب سے انسان کو کیا شعور دلا یا گیا ہے؟

جواب:《1》انسان کو دائیں بائیں سے آنے والے عذاب کے بارے میں یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اس عذاب سے یہ یقین دلا یا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب جب چاہے اور جس طرح چاہے اسے گھیر سکتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کسی وقت بھی اپنے بندوں کو پکڑ سکتا ہے۔

سوال5: اَوۡ یَلۡبِسَکُمۡ شِیَعًا وَّ یُذِیۡقَ بَعۡضَکُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ ’’یا تمہیں گروہوں میں ملا دے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یَلۡبِسَکُمۡ کا معنی ملا دے خلط ملط کر دے۔ یہ التباس سے نکلا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)《2》یعنی تمہیں مختلف قوموں میں بانٹ دے۔《3》یعنی تمہیں فتنے میں مبتلا کر دے اور تم ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو اس لیے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچو۔《4》سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت قُلۡ ہُوَ الۡقَادِرُ عَلٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَ عَلَیۡکُمۡ عَذَابًا مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے کہا، اے اللہ! میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں، پھر یہ اترا۔ اَوۡ مِنۡ تَحۡتِ اَرۡجُلِکُمۡ آپ نے فرمایا، یا اللہ! میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر یہ اترا۔ اَوۡ یَلۡبِسَکُمۡ شِیَعًا وَّ یُذِیۡقَ بَعۡضَکُمۡ بَاۡسَ بَعۡضٍ اس وقت نبی ﷺ نے فرمایا یہ پہلے عذابوں سے ہلکا یا آسان ہے۔ (صحیح بخاری: 4628)《5》معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہم میں خطبہ دینے کے لئے

کھڑے ہوئے اور کہا: خبردار! تحقیق رسول اللہ ﷺ ہم میں کھڑے ہوئے اور فرمایا خبردار تم سے پہلے اہل کتاب 72 فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور یہ ملت تہتر 73 فرقوں میں تقسیم ہوگی، بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔(سنن ابوداود:4597)﴿6﴾ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ میری امت میں سے ایک جماعت ہمیشہ حق بات پر قیامت تک غالب رہے گی اور جہاد کرتی رہے گی۔(مسلم:4954)

سوال6: انسانیت پر گروہ بندی کا عذاب کب آتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جب بھی انسان نے اپنی زندگی سے اللہ تعالیٰ کے نظام کو خارج کیا ہے انسان اس عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ﴿2﴾ جب لوگ سیدھا راستہ گم کر بیٹھتے ہیں تو اپنے لیے اچھا برائی کے پیمانے خود تجویز کرنے لگتے ہیں۔اس کے نتیجے میں انسان انسانوں کے غلام بن جاتے ہیں۔یوں دو فریقوں کے مقاصد، میلانات، خواہشات اور مفادات ٹکراتے ہیں پھر ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھتے ہیں۔

سوال7: اللہ تعالیٰ کا دائمی اور طویل المدت عذاب کون سا ہے؟

جواب:﴿1﴾ وہ عذاب جو دھیمی رفتار سے آتا ہے اور انسان اس کا عادی بن جاتا ہے۔﴿2﴾ انسان کے اپنے ہاتھوں یہ عذاب اس پر آتا ہے۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ انسانوں کو گروہوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور وہ آپس میں دست و گریباں ہو جاتے ہیں۔

سوال8: اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ '' آپ دیکھیں ہم آیات کو کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سمجھیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی ہم آیات کو مختلف طرح سے بیان کرتے ہیں شاید کہ وہ اس بات کو سمجھ جائیں جس مقصد کے لیے انہیں پیدا کیا گیا ہے۔﴿2﴾ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ: شاید کہ وہ شریعت کے حقائق سمجھ جائیں۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ(66)

اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ حق ہے، آپ کہہ دیں میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں۔(66)

سوال1: وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ '' اور آپ کی قوم نے اس کو جھٹلا دیا ہے حالانکہ وہ حق ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ: قومی سے مراد قریش ہیں اور جس کو جھٹلایا گیا وہ قرآن ہے۔﴿2﴾ وَهُوَ الْحَقُّ '' حالانکہ وہ حق ہے''یعنی قرآن، محمد ﷺ آپ کہہ دو کہ میں تمہارے اعمال کی نگرانی پر متعین نہیں ہوں۔ میں تو صرف پیغام پہنچانے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

سوال 2: حق کے داعی کو جھٹلا دیا جائے تو کیا اس کا یقین قائم رہتا ہے؟

جواب: دعوت دینے والے کو پورا معاشرہ جھٹلا دے تب بھی اسے یقین ہوتا ہے کہ سچائی کے بارے میں فیصلہ کرنا جاہلوں کا کام نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ حق غالب آئے گا۔

سوال 3: قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ''آپ کہہ دیں میں تم پر کوئی نگہبان نہیں ہوں'' یہ کہہ کر کہ آپ ان کے ذمہ دار نہیں کیا ثابت کیا گیا؟

جواب: یہ کہہ کر ثابت کیا گیا کہ آپ کے اور آپ کی قوم کے راستے جدا ہیں۔

سوال 4: نبی کا فریضہ کب ختم ہو جاتا ہے؟

جواب: جب نبی پیغام پہنچا دے اور دین کو سمجھا دے۔

سوال 5: رسولوں کی ذمہ داری سے کس کام کو نکالا گیا؟

جواب: رسولوں کی ذمہ داری سے نگہبانی کو نکال دیا گیا۔

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ز وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (67)

ہر خبر کے واقع ہونے کا ایک وقت مقرر ہے اور بہت ہی جلد تم جان جاؤ گے۔ (67)

سوال 1: یہ کہہ کر کہ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ''ہر خبر کے واقع ہونے کا ایک وقت مقرر ہے'' اس سے کیا واضح کیا گیا ہے؟

جواب: وقت مقرر سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ہر صورت حال کا انجام سامنے آنے والا ہے اس لیے باطل کے ظاہری ہنگامے سے نہ دوڑیں ثابت قدم رہیں۔

سوال 2: وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ''اور بہت ہی جلد تم جان جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جس عذاب کی تمہیں وعید سنائی گئی ہے عنقریب آپ اسے جان لو گے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ط وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (68)

اور جب آپ ان کو دیکھیں کہ ہماری آیتوں پر فضول بحث کرتے ہیں تو آپ ان سے منہ موڑ جائیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔ (68)

سوال1: وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ’’اور جب آپ ان کو دیکھیں کہ ہماری آیتوں پر فضول بحث کرتے ہیں تو آپ ان سے منہ موڑ جائیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں ناحق باتیں کرنا، باطل اقوال کو سراہنا اور ان کی طرف دعوت دینا، حق سے روگردانی کرنا اور حق اور حق پر چلنے والوں کی عیب جوئی کرنا۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات میں عیب چینی میں مشغول دیکھیں تو ان سے اعراض کریں، ایسے لوگوں کی مجلسوں میں نہ جائیں جب تک وہ کسی اور کام میں مشغول نہ ہوں۔ ﴿3﴾ باطل میں مشغولیت کی مذمت درحقیقت حق میں غور وفکر اور بحث وتحقیق کی ترغیب ہے۔ (تفسیر سعدی:782/1) ﴿4﴾ اہل بدعت کی صحبت اس صحبت سے بھی کئی درجہ بدتر ہے جس میں گناہوں کا اعلانیہ ارتکاب کیا جائے خصوصا اس شخص کے لئے جو علمی اور ذہنی اعتبار سے ناپختہ ہو۔ (شوکانی) (اشرف الحواشی:163/1)

سوال2: جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی آیات پر نکتہ چینیاں کی جاتی ہوں اس کے بارے میں کیا ہدایت دی گئی ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ جہاں اللہ تعالیٰ کی آیات پر نکتہ چینیاں کی جارہی ہوں اس مجلس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے کہ وہاں سے ہٹ جاؤ۔ ﴿2﴾ جب لوگ دوسری گفتگو میں لگ جائیں پھر بیٹھ سکتے ہیں۔ ﴿3﴾ اگر شیطان بھلا دے تو غلطی کا احساس ہونے پر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

سوال3: وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ’’اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی جہاں تک بھول جانے کا تعلق ہے تو وہ آدم بھی بھولے تھے۔ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں ارادے کی پختگی نہ پائی۔ (طہ:115) ﴿2﴾ موسیٰ علیہ السلام نے بھی کہا تھا قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ موسیٰ نے کہا: ’’جو میں بھول گیا اس پر آپ مجھے نہ پکڑیں۔ (الکھف:73) ﴿3﴾ شیطان انسان کو بھلاوے میں ڈال دیتا ہے اس لیے رب العزت نے فرمایا: وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کریں۔ (الکھف:24) ﴿4﴾ یعنی اگر آپ غفلت سے یا بھول چوک سے ان کی مجلس میں جا بیٹھیں تو یاد آنے کے بعد ان کے ساتھ نہ بیٹھیں جو ایسی باتیں کرتے ہوں جن کو حرام ٹھہرایا گیا ہو۔ ﴿5﴾ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اللہ نے میری خاطر میری امت کو غلطی، بھول اور وہ کام معاف کر دیے ہیں جن پر انہیں مجبور کیا گیا ہو۔ (ابن ماجہ:2043)

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ (69)

اوران لوگوں کے ذمے نہیں ہے جو بچتے ہیں ان کے حساب میں سے لیکن یاددہانی ہے تاکہ وہ بھی بچ جائیں۔(69)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مشرکین کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت ہوگئی تو مسلمانوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی اس قطع تعلق کی صورت میں ہم نہ تو مسجد میں جاسکتے ہیں اور نہ طواف کرسکتے ہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ ان کے ساتھ بیٹھ سکتے ہومگر اس شرط کے ساتھ کہ شاید وہ اس قسم کی یاوہ گوئی سے باز آجائیں۔(کبیر،قرطبی)(اشرف الحواشی 146/1:)

سوال2:وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ''اوران لوگوں کے ذمے نہیں ہے جو بچتے ہیں ان کے حساب میں سے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:یعنی صرف اس لیے کہ ان کو وعظ ونصیحت کریں شاید کہ وہ ڈر جائیں۔

سوال3:اسلامی نظام میں متقین اور مشرکین کی مشترکہ ذمہ داریوں کی کیا حیثیت ہے؟

جواب:《1》اسلامی نظام میں متقین اور مشرکین میں کوئی مشترکہ ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ دونوں الگ الگ امتیں ہیں۔《2》ظالموں کے حساب میں سے کوئی ذمہ داری اہل تقوی پر نہیں ہے۔《3》متقین پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مشرکوں کی اصلاح کی کوشش کرتے رہیں تاکہ وہ متقی بن جائیں۔

سوال4:وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ''لیکن یاددہانی ہے تاکہ وہ بھی بچ جائیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لیکن یاددہانی۔《2》لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ تاکہ وہ بھی بچ جائیں۔《3》اس آیت میں دلیل ہے کہ نصیحت کرنے والا ایسا اسلوب اختیار کرے جو تقویٰ کے حصول میں ممد ومعاون ہو۔《4》اس آیت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر واعظ ونصیحت سے برائی بڑھنے کا امکان ہو تو وعظ ونصیحت ترک کرنا واجب ہے۔لیکن یہ بات یادرہے کہ ایسی مجلسوں سے الگ رہنے کے حکم سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وجوب ساقط نہیں ہوجاتا۔(تیسیر الرحمٰن:408/1)

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (70)

اور آپ چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنا دین کھیل اور دل لگی بنا رکھا ہے اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے اور آپ اس (قرآن) کے ساتھ انہیں نصیحت کرتے رہیں کہ کوئی جان اس کی وجہ سے جو اس نے کمایا ہلاکت میں نہ ڈال دی جائے، اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے لیے کوئی دوست اور سفارشی نہ ہوگا اور اگر وہ فدیہ دے، ہر فدیہ تو بھی اس سے نہیں لیا جائے گا، یہ لوگ ہیں جو اس کے بدلے ہلاکت میں ڈالے گئے جو انہوں نے کمایا، ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہوگا اور دردناک عذاب ہوگا اس کی وجہ سے جو وہ کفر کیا کرتے تھے۔(70)

سوال1: وَذَرِالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا ''اور آپ چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنا دین کھیل اور دل لگی بنا رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَذَرِالَّذِيْنَ اور ان کو چھوڑ دو یعنی کافروں کو چھوڑ دو۔ ﴿2﴾ لَعِبًا وَّلَهْوًا وہ کھیلتے ہیں حالانکہ اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور وہ شغل کرتے ہیں اور ان کا تماشا دین حق سے ہے جو انہیں کمال اور سعادت تک پہنچاتا ہے۔ (ایسر التفاسیر:399) ﴿3﴾ رب العزت نے فرمایا: اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ بلاشبہ آپ کی جانب سے ہم مذاق اڑانے والوں کے لیے کافی ہیں۔ (الحجر:95) ﴿4﴾ جو عمل اور بھاگ دوڑ غیر اللہ کے لیے ہو وہ لہو ولعب ہے ایسے شخص کے بارے میں حکم ہے کہ اسے چھوڑ دیا جائے، اس سے بچا جائے، اس سے دھوکہ نہ کھایا جائے۔

سوال2: اہل ایمان کو اسلامی نظام کا مذاق اڑانے والوں کے بارے میں کیا حکم دیا گیا؟

جواب: اہل ایمان کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بھی ایسے لوگوں سے قطع تعلق کر لیں جو دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ (ماسوائے تبلیغی مقاصد کے)

سوال3: دِيْنَهُمْ ''اپنا دین'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ان کا دین یعنی سچا دین اسلام ہے چاہے وہ اس پر ایمان نہ لائیں۔ جو دین اسلام کو چھوڑتا ہے وہ اپنے دین کو چھوڑتا ہے۔

سوال4: لَعِبًا وَّلَهْوًا ''کھیل اور دل لگی'' دین کا مذاق کیسے اڑایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جو لوگ دین کو اپنے لئے زندگی کا ضابطہ قرار دے کر اس کا صحیح مقام اسے نہیں دیتے اسے پروقار نہیں بناتے وہ دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ﴿2﴾ جو لوگ دینی موضوعات پر بات کرتے ہیں اور اسلامی احکامات کو ہلکا سمجھ کر ان کی تضحیک کرتے ہیں وہ بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ مثلاً جو لوگ شرم وحیا کا مذاق اڑاتے ہیں یا جو غیبی معاملات کا مذاق اڑاتے ہیں کہ ایسی جنت سے کیا حاصل جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں وغیرہ۔

سوال5: دین کے ساتھ کیسا تعلق مطلوب ہے؟

جواب: بندوں سے جو چیز مطلوب ہے وہ یہ کہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں یعنی اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے محبوب امور کے حصول میں مقدور بھر کوشش صرف کریں اور یہ چیز اس بات کو متضمن ہے قلب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر اور اس کی طرف متوجہ رہے، بندے کی کوشش انتہائی پسندیدہ اور نفع مند ہو، نہ کہ غیر سنجیدہ اور یہ کوشش اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو جس میں شرک کا شائبہ تک نہ ہو یہی وہ حقیقی دین ہے جس کو کہا ہے جو مطلوب ہے۔ (تفسیر سعدی:783/1)

سوال6: وَّغَرَّتۡهُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ''اور جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وہ لوگ جن کو دنیا کی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے وہ اس زعم میں مبتلا ہیں کہ وہ حق پر، صاحب دین اور صاحب تقوی ہیں اور حالت یہ ہے کہ اس نے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے اور اس کا قلب اللہ تعالیٰ کی معرفت سے خالی ہو کر لہو ولعب میں مستغرق ہو گیا اور ہر اس چیز میں مصروف ہو گیا جو اس کے لیے ضرر رساں ہے وہ اپنے بدن کے ساتھ لہو اور باطل میں مشغول ہے۔ (تفسیر سعدی:784/1) ﴿2﴾ یہ دنیا کی زندگی کا دھوکا ہے کہ بندہ خود کو متقی سمجھتا رہے اور عملاً دنیا میں غرق رہے۔

سوال7: وَذَكِّرۡ بِهٖۤ اَنۡ تُبۡسَلَ نَفۡسٌۢ بِمَا كَسَبَتۡ ''اور آپ اس (قرآن) کے ساتھ انہیں نصیحت کرتے رہیں کہ کوئی جان اس کی وجہ سے جو اس نے کمایا ہلاکت میں نہ ڈال دی جائے'' رسول اللہ ﷺ کو مذاق اڑانے والوں سے قطع تعلقی کے ساتھ اور کیا تلقین کی گئی؟

جواب: ﴿1﴾ انہیں نظر انداز کرتے ہوئے بھی انہیں یاد دہانی کروائیں۔ ﴿2﴾ انہیں یاد دلائیں کہ برائیاں سمیٹنے کا وبال خود ان کی اپنی جان پر ہوگا۔ ﴿3﴾ انہیں یاد دلائیں کہ انہیں اللہ سے ملنا ہے جس کے مقابلے میں کوئی مددگار نہ ہوگا نہ سفارشی ہوگا۔ نہ کوئی حامی تاوان قبول کیا جائے گا جس سے وہ جان چھڑا سکیں۔ ﴿4﴾ وَذَكِّرۡ بِهٖ: اور اس قرآن کے ذریعے انہیں نصیحت کریں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لیے نفع مند ہے۔

سوال8: قرآن حکیم کے ذریعے کیسے نصیحت کی جاسکتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ قرآن حکیم کے احکامات سنا کر۔ ﴿2﴾ قرآن حکیم میں جو اچھے اوصاف بیان کیے گئے ان کے اچھے تذکرے سے۔ ﴿3﴾ قبیح اوصاف جن کا چھوڑنا مشروع ہے ان کی قباحت بیان کر کے نصیحت کی جاسکتی ہے۔

سوال9: لَيۡسَ لَهَا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِىٌّ وَّلَا شَفِيۡعٌ ''اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے لیے کوئی دوست اور سفارشی نہ ہوگا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرتے ہوئے نفس کو نفس کے گناہوں میں گھر جانے سے پہلے نصیحت کا حکم دیا ہے کیونکہ اس کے بعد مخلوق میں سے کوئی اس کے کام نہیں آئے گا۔ نہ کوئی قریبی رشتے دار، نہ کوئی دوست، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ولی اور مددگار، کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا۔ ﴿2﴾ لَیۡسَ لَهَا: جس دن عذاب کا سامنہ ہوگا۔ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِیٌّ ''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوست نہ ہوگا'' ایسا ولی نہ ہوگا جو عذاب سے نجات دلا سکے۔ ﴿3﴾ وَّلَا شَفِیۡعٌ ''اور سفارشی نہ ہوگا'' ایسا سفارشی نہ ہوگا جو آگ کے عذاب سے نجات دلائے۔ (ایسر التفاسیر:400)

سوال10: وَاِنۡ تَعۡدِلۡ کُلَّ عَدۡلٍ لَّا یُؤۡخَذۡ مِنۡهَا ''اور اگر وہ فدیہ دے، ہر فدیہ تو بھی اس سے نہیں لیا جائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ''اور اگر وہ فدیہ دے، ہر فدیہ تو بھی اس سے نہیں لیا جائے گا'' اگر چہ کوئی زمین بھر سونا معاوضے میں دینا چاہے اس سے نہیں لیا جائے گا اور نہ فدیہ فائدہ دے گا۔

سوال11: اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ اُبۡسِلُوۡا بِمَا کَسَبُوۡا ''یہ لوگ ہیں جو اس کے بدلے ہلاکت میں ڈالے گئے جو انہوں نے کمایا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہلاک کر دیا گیا، جو ہر بھلائی سے مایوس ہوگئے اور یہ ان کے اعمال کی وجہ سے ہے۔

سوال12: لَهُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ ''ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی سے پینا ہوگا'' انکار حق کا معاوضہ کیا ملے گا؟

جواب: ﴿1﴾ مِّنۡ حَمِیۡمٍ: حمیم۔ شدید کھولتا پانی جس کو پینے کی طاقت نہ ہوگی۔ (ایسر التفاسیر:399) ﴿2﴾ دردناک عذاب اور وہ آگ کا عذاب ہے۔

سوال13: انسان اللہ تعالیٰ کے یہاں کس بنیاد پر پکڑے جائیں گے؟

جواب: انسان اپنے برے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں پکڑے جائیں گے۔

سوال14: وَّعَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡفُرُوۡنَ ''اور دردناک عذاب ہوگا اس کی وجہ سے جو وہ کفر کیا کرتے تھے'' عذاب کس بات کی دلیل ہوگی؟

جواب: دردناک عذاب اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ دین کا مذاق اڑاتے رہے ہیں اور کفر کرتے رہے ہیں۔

رکوع نمبر:15

قُلۡ اَنَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنۡفَعُنَا وَلَا یَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰۤی اَعۡقَابِنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدٰىنَا اللّٰهُ کَالَّذِی اسۡتَهۡوَتۡهُ

الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (71)

آپ کہہ دیں کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور ہم اس کے بعد اپنی ایڑیوں پر پھیر دیئے جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت دے رکھی ہے اس کی مانند جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اس حال میں کہ وہ حیران ہو، اس کے ساتھی ہوں جو اسے ہدایت کی طرف بُلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ آپ کہہ دیں یقیناً راہ نمائی صرف اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے تابع فرمان بن جائیں۔(71)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں نازل ہوئی جنھوں نے مسلمانوں کو شرک کی دعوت دی۔

بعض نے لکھا ہے کہ یہ آیت سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کے بارے میں نازل ہوئی جو سیدنا ابوبکر کے مسلمان ہو جانے کے بعد ان کو کفر کی طرف بلاتے اور سیدنا صدیق ان کو ایمان کی دعوت دیتے۔ بالآخر عبدالرحمٰن مسلمان ہو گئے مگر علمائے محققین نے لکھا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے ایک مرتبہ مروان نے اسی آیت کو عبدالرحمٰن کے بارے میں بطور طعن پڑھا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کی پر زور تردید کی اور فرمایا کہ آل ابوبکر کے بارے میں کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جس سے ذم کا پہلو نکلتا ہو۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ تردید اصح اسناداً بالقبول ہے واللہ اعلم۔(فتح الباری)

سوال 2: قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا ''آپ کہہ دیں کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو پکاریں جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ قُلْ ''آپ کہہ دیں'' اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کہا کہ اے رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسرے معبودوں کو پکارنے والوں سے کہہ دو۔ ﴿2﴾ اَنَدْعُوْا: یعنی ہم عبادت کریں۔ مَا لَا يَنْفَعُنَا ''جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں'' یہ کہ ہم اس کی عبادت کریں وَلَا يَضُرُّنَا ''اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں'' یہ کہ ہم اس کی عبادت چھوڑ دیں اور ہم ایسا کرتے ہیں مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا ''جو نہ ہمیں نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں'' جو چاہے بھی تو ہمیں نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان۔ (ایسر التفاسیر:400)﴿3﴾ اس وصف میں وہ معبود داخل ہے جس کی بھی اللہ تعالیٰ کے سوا بندگی کی جاتی ہے کیونکہ وہ نفع دے سکتی ہے نہ نقصان، اسے کسی معاملے کا کوئی اختیار نہیں، تمام معاملہ صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔(تفسیر سعدی:785/1)

سوال3: غیر اللہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: غیر اللہ سے مراد بت، آستانے، درخت، پتھر، روحانی مخلوق، فرشتے، انسان اور شیاطین ہیں۔ ان میں سے کوئی نفع ونقصان کا مالک نہیں۔

سوال4: غیر اللہ کو پکارنا کیسا کام ہے؟

جواب: غیر اللہ سے مدد طلب کرنا قابل نفرت کام ہے۔

سوال5: جولوگ اللہ کے سوا دوسرے سہاروں پر اپنی زندگی قائم کرتے ہیں ان کی زندگی کیسی ہو جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جولوگ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے سہاروں پر اپنی زندگی قائم کرتے ہیں ان کو اپنے گمراہ ہونے کا احساس نہیں ہوتا ان کے ارد گرد والے پکارتے ہیں کہ یہ سیدھا راستہ ہے مگر وہ دھیان نہیں دیتے۔ ﴿2﴾ ایسے انسانوں کی عقل شیطان کی زیر نگرانی کام کرتی ہے۔ ﴿3﴾ ایسے انسانوں کی سوچ فطرت کے مطابق کام نہیں کرتی اس لئے وہ سن کر نہیں سنتے اور دیکھ کر بھی نہیں دیکھتے۔

سوال5: كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِی الْاَرْضِ حَيْرَانَ ''اس کی مانند جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اس حال میں کہ وہ حیران ہو'' صحرا میں بھٹکنے والے اور اللہ کے راستے میں بھٹکنے والے میں کیا فرق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ صحرا میں بھٹکنے والا راستہ گم کر بیٹھتا ہے، اسے معلوم ہوتا ہے کہ میں نے راستہ گم کر دیا، اسے راستہ دکھائی دے تو دوڑ پڑتا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکنے والے کو راستہ گم کر دینے کا احساس نہیں ہوتا اسے کوئی راستہ دکھائے تب بھی وہ حیران و پریشان کھڑا رہ جاتا ہے۔

سوال6: لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ''اس کے ساتھی ہوں جو اسے ہدایت کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آجاؤ'' گمراہ انسان کو اس کے ساتھی راستہ دکھائیں تو وہ کیوں دیکھ نہیں پاتا؟

جواب: ﴿1﴾ اس کی عقل صحیح رُخ پر کام نہیں کرتی اس لئے وہ سمجھ نہیں پاتا۔ ﴿2﴾ اس کی عقل شیطان کی پیروی کرتی ہے اس لئے وہ ہدایت کی پیروی نہیں کرتا۔

سوال7: قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ماسواء دوسری ہستیوں سے مدد طلب کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں سے مدد طلب کرنے کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ایک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو طاقت حاصل نہیں ہے اس کے سوا کوئی اور نفع یا نقصان پہنچانے کی قوت نہیں رکھتا۔

سوال8: وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ''اور ہم اس کے بعد اپنی ایڑیوں پر پھیر دیئے جائیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت

دے رکھی ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ نُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا'' اورہم اس کے بعد اپنی ایڑیوں پر پھیر دیئے جائیں'' یہ کہ ہمیں ایمان لانے کے بعد کافر بنا کر لوٹا دیا جائے۔(ایسر التفاسیر:400)《2》یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت سے نوازے جانے کے بعد کیا ضلالت کی طرف پلٹ جائیں اور رشد و ہدایت کو چھوڑ کر گمراہی کی طرف لوٹ جائیں؟ نعمتوں بھری جنتوں کے راستے کو چھوڑ کر ان راستوں پر چل نکلیں جو اپنے سالک کو عذاب الیم کی منزل پر پہنچا دیتے ہیں۔ دشد و ہدایت رکھنے والا شخص اس حال پر کبھی راضی نہیں رہ سکتا۔(تفسیر سعدی:785/1)

سوال9: كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ'' اس کی مانند جسے شیطانوں نے صحرا میں بھٹکا دیا ہو اس حال میں کہ وہ حیران ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وہ شخص جسے شیاطین نے صحرا میں اس کی منزل کے راستے سے بھٹکا دیا ہو۔《2》جو آدمی توحید کی دعوت قبول کر لینے کے بعد پھر شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بتوں کی پرستش شروع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے ایسے آدمی کی یہاں مثال بیان کی ہے کہ جیسے کوئی آدمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کسی صحراء سے گذر رہا ہو اور شیاطین جنوں کے نرغے میں آجائے جو اسے راہ راست سے بھٹکا کر کسی اور طرف لے جائیں اور وہ حیران و پریشان نہ سمجھ سکے کہ کیا کرے۔(تیسیر الرحمٰن:409/1)

سوال10: لَهٗۤ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗۤ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا'' اس کے ساتھی ہوں جو اسے ہدایت کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آجاؤ'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس کے ساتھی جو عقل سلیم رکھتے ہوں اور رسول کے راستے کی طرف بلاتے ہوں اسے منزل کے راستے کی طرف بلائیں اور شیاطین ہلاکت کے راستے کی دعوت دیں وہ راستہ جو خواہشات کا ہے، گمراہی کا پستی کا، اور وہ دونوں بلانے والوں کے درمیان حیران و پریشان ہو۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سعادت مندوں اور بدبختوں کی پہچان ہوتی ہے، اس مقام پر صرف وہی سعادت کا راستہ پاتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

سوال10: قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى '' آپ کہہ دیں یقیناً راہ نمائی صرف اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی ہے'' گمراہی کے مقابلے میں فیصلہ کن بات کیا ہے؟

جواب:《1》قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ: کہہ دو راہ نمائی اللہ تعالیٰ کی ہے یعنی وہ اسلام ہے۔ اس راستے کے سوا کوئی ہدایت کا راستہ نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے ہم پر واضح کیا ہے اس کے سوا تمام راستے ہلاکت اور گمراہی کے ہیں۔

سوال11: وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ '' اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم جہانوں کے رب کے تابع فرمان بن جائیں'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:《1》ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانیں۔اس کی عبودیت میں داخل ہوجائیں۔《2》ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ سچی راہ نمائی دی گئی ہے کہ ہم مالک کائنات کے فرماں بردار ہوجائیں۔《3》گمراہی سے نکلنے کا اس سے ماسوا کوئی راستہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دیں بوہ جو سارے جہانوں کو اپنی سچی راہ نمائی کے مطابق چلا رہا ہے وہی انسان کو بھی راہ نمائی دے سکتا ہے۔《4》بندوں پر سب سے بڑی راہ نمائی نعمت اسلام ہے جو اس نے ہمیں پہنچائی ہے۔

وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ(72)

اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرو۔اور وہی ہے جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے۔(72)

سوال1: گمراہی سے بچنے کے لئے یہاں کیا طریقہ بتایا گیا ہے؟

جواب:《1》لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ''ہم جہانوں کے رب کے تابع فرمان بن جائیں''رب العالمین کے سامنے سر اطاعت جھکا دیں۔《2》وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ نماز قائم کریں۔《3》وَ اتَّقُوْهُ اللہ سے ڈرکر رہیں۔《4》اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ یہ یاد رکھیں کہ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سوال2: وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ''اور یہ کہ تم نماز قائم کرو اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》ہمیں اسلام اقامت صلاۃ اور تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔《2》وَ اَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ''اور یہ کہ تم نماز قائم کرو''،ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو تمام ارکان ،شرائط،سنن اور جو امور نماز کی تکمیل کرتے ہیں ان کے ساتھ نماز قائم کریں۔《3》وَاتَّقُوْهُ ''اور اللہ تعالیٰ سے تم ڈرو''،جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس سے ثواب کی امید رکھ کر بجالانے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

سوال3: نماز کے ذریعے زندگی میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:《1》نماز کے ذریعے مومن کی نفسیاتی اصلاح ہوتی ہے۔《2》وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا سیکھتا ہے۔《3》وہ نماز کے ذریعے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ محسوس کرتا ہے۔《4》وہ نماز کے ذریعے عملی زندگی کی اصلاح کے لیے قوت حاصل کرتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کا ڈر انسانی زندگی میں کیا تبدیلی لے کر آتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے ایک مومن اپنی زندگی اسی کی فرماں برداری میں گزارتا ہے۔

سوال5: وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ''اور وہی ہے جس کی طرف تم سب جمع کیے جاؤ گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی رب العالمین کے سامنے قیامت کے دن تمہیں جمع کیا جائے گا فرمائے گا وہ تمہیں تمہارے اچھے، برے اعمال کی جزا دے گا جیسا کہ فرمایا: وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا اور ہم ان سب کو جمع کریں گے، چنانچہ ہم ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے۔(الکھف:47)

سوال6: حشر کا تصور دے کر انسان کو کس بات پر آمادہ کیا جا رہا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کو حشر کا تصور دے کر آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے۔ ﴿2﴾ انسانوں کو یاددہانی کروائی گئی ہے کہ لوٹ کر اس کے پاس جانا ہے تو بہتر ہے کہ اس کے لیے ایسے اعمال ساتھ لے جائیں جس کی وجہ سے کامیابی ممکن ہو۔ ﴿3﴾ انسان کو یقین دلا کر کہ اس دن کوئی بچ کر نہ جاسکے گا لہذا اللہ کے سامنے سر جھکا دو۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ڛ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ (73)

اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے اور جس دن وہ کہے گا ''ہوجا'' تو (حشر) ہوجائے گا۔ اس کی بات سچی ہے اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا بادشاہت اُسی کی ہوگی، وہ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے، اور وہی کمال حکمت والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(73)

سوال1: وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ وَهُوَ: اور وہ جس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم اس کے فرماں بردار بن جائیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے آسمان اور زمین پیدا کیے، وہی ان کا خالق، مالک، اور ان میں رہنے والوں کا منتظم ہے۔(مختصر ابن کثیر:513/1) ﴿2﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ''اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے'' جس نے زمین و آسمان کو بے مقصد نہیں بنایا بلکہ ان دونوں کو اس لیے پیدا کیا کہ ان میں اسے یاد کیا جائے اور اس کا شکر ادا کیا جائے۔(ایسر التفاسیر:401) ﴿3﴾ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے مقصد نہیں بنایا، آپ پاک ہیں، سو ہمیں آگ کے عذاب سے بچالیں۔(آل عمران:191) ﴿4﴾ رب العزت نے فرمایا: خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔(ص:27) ﴿5﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور جو ان دونوں کے درمیان ہیں ان کو کھیلتے ہوئے پیدا نہیں

کیا۔(الانبیاء:16)

سوال2: وہ رب جس کے سامنے جھکنے کا حکم دیا گیا ہے اس آیت میں اس کا تعارف کیسے کروایا گیا ہے؟

جواب:《1》اس نے زمین وآسمان کو برحق پیدا کیا ہے۔《2》وہ قادر مطلق ہے، اس کی مشیت بے قید ہے، پہلی بار پیدا کرنے کے بعد تخلیق میں تبدیلی پیدا کرتے اسے دیر نہیں لگتی۔ اس کے ایک بار ''کُنْ'' کہنے سے وہ سب کچھ پیدا ہوکر حاضر ہوجاتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

سوال3: جو شخص یہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے اس کے رویے میں کیا تبدیلی آتی ہے؟

جواب:《1》ایسے یقین کرنے والے کے لیے باطل کی کوئی حقیقت نہیں رہتی اگر چہ باطل قوتیں جابر وقاہر ہوں۔《2》ایسا یقین رکھنے والا شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ صورت حال عارضی اور حقیر ہے جلد ہی ختم ہوجائے گی لہذا وہ باطل سے ٹکرانے کے لیے تیار ہوجاتا ہے۔

سوال4: وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ''اور جس دن وہ کہے گا ''ہوجا'' تو (حشر) ہوجائے گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے۔(ایسر التفاسیر:400)

سوال5: اس مقام پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ذکر کرنے کے کیا مقاصد ہیں؟

جواب:《1》سچے دین کو دل میں اتارنا۔《2》دوسروں کو یہ دعوت دینا کہ اللہ رب العالمین کے سامنے سر جھکا دیں کہ كُنْ فَيَكُوْنُ کہنے والا قادر مطلق ہے۔

سوال6: قَوْلُهُ الْحَقُّ ''اس کی بات سچی ہے'' اس کا قول حق ہے سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》اس سے مراد اس کا وہ قول بھی ہے جس کے ذریعے اس نے کائنات کو کُنْ کا حکم دیا اور پھر وہ ہوگئی۔《2》اس سے مراد وہ قول بھی ہے جس سے اس نے تمام انسانوں کو اپنی اطاعت کی دعوت دی ہے کہ وہ بھی حق ہے۔《3》اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات برحق ہیں۔《4》اللہ تعالیٰ نے جو کچھ بھی کائنات کی تخلیق، حشر اور جزا وسزا کے بارے میں کہا یا وہ کہے گا ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں سب حق ہے۔《5》اس کا ارشاد حق ہے، اس کے کسی قول میں کوئی عبث بات نہیں۔ اس نے فرمایا: اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے۔(الاعراف:54)

سوال7: وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ''اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا بادشاہت اُسی کی ہوگی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے وہ ہر چیز کا مالک ہے، اس نے خاص طور پر قیامت کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس دن ساری ملکیتیں ختم ہوجائیں گیں اور ایک اللہ واحد وقہار کی ملکیت باقی رہ جائے گی۔《2》رب العزت نے فرمایا: يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ

لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ جس دن سب لوگ صاف ظاہر ہوں گے، اللہ تعالیٰ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہ ہوگی۔آج بادشاہت کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو اکیلا ہے، بہت دبدبے والا ہے۔(المومن:16)《3》وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ اور جس دن صور میں پھونک ماردی جائے گی تو سب گھبرا اٹھیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں مگر وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے گا، اور سب اس کے پاس ذلیل ہو کر چلے آئیں گے۔(النمل:87)

《4》سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج وہ لوگ کہاں ہیں جن کو دنیا میں اپنی اپنی حکومت اور بادشاہت کا دعویٰ تھا۔''(مسلم،:7051)

سوال 8: اللہ تعالیٰ کا اقتدار انسان پر کب قائم ہوگا؟

جواب: قیامت کے دن جب وہ اپنا حکم جاری کر کے موجودہ نظام ختم کردے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا اقتدار انسانوں پر اسی طرح قائم ہوگا جس طرح آج پوری کائنات پر ہے۔

سوال 9: صور کسے کہتے ہیں؟

جواب: ڈھول کی طرح اندر سے خالی سینگ کو۔

سوال 10: وہ دن کیسا ہوگا جب صور پھونکا جائے گا؟

جواب:《1》وہ دن انتہائی افراتفری اور گھبراہٹ کا دن ہوگا۔《2》لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کر آواز کی جانب بھاگیں گے۔《3》اس دن کی تفصیلی کیفیت ہمارے علم میں نہیں آسکتی اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔《4》سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صور دوبارہ پھونکا جائے گا اور ان دونوں میں چالیس کا فاصلہ ہوگا لوگوں نے پوچھا چالیس دن کا؟ کہنے لگے ''میں نہیں کہہ سکتا''، پھر لوگوں نے پوچھا ''چالیس برس کا؟ کہنے لگے ''میں نہیں کہہ سکتا'' اس کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسائے گا تو لوگ زمین سے اس طرح اگ آئیں گے جیسے سبزہ اگ آتا ہے۔ دیکھو آدمی کے بدن کی ہر چیز گل سڑ جاتی ہے مگر ایک ہڈی (کی نوک) وہ اس مقام کی ہڈی ہے جہاں جانور کی دُم ہوتی ہے۔ قیامت کے دن اسی ہڈی سے مخلوق کو جوڑ جاڑ دیا جائے گا۔(بخاری کتاب التفسیر سورۃ النباء)

سوال 11: جس دن صور پھونکا جائے گا اس دن کیا کچھ ظاہر ہوگا؟

جواب:《1》غیب کا پردہ پھٹ جائے گا اور غیب حاضر ہوجائے گا۔《2》اس دن اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ظاہر ہوجائے گی۔《3》اس دن اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ظاہر ہوگا۔

سوال 12: صور پھونکنے والے دن کا تصور دلا کر انسان کو کس چیز پر آمادہ کیا گیا ہے؟

جواب: انسان کو یہ باور کروایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فیصلے کرے گا۔ لہذا ابھی سے اپنا طرز عمل درست کرلیں اس سے پہلے کہ اس جبار اور قہار کے سامنے حاضر ہو کر اطاعت کریں۔

سوال 13: عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ ''وہ غائب اور حاضر کو جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ یعنی وہ جانتا ہے جو اس کے غیب کے خزانوں میں پوشیدہ ہے۔ ﴿2﴾ وہ حاضر کو جانتا ہے اس سے کوئی کچھ بھی چھپا نہیں سکتا۔ (ایسر التفاسیر: 401) ﴿3﴾ اس کے لیے کائنات کا کھلا ہوا اور چھپا ہوا ایک ہی درجہ رکھتا ہے۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں لہذا اس کے سامنے سر جھکانے میں اس کی اطاعت کرنی ہے۔

سوال 14: وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ''اور وہی کمال حکمت والا، پوری خبر رکھنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی وہ حکمت تام، نعمت کامل، اور احسان عظیم کا مالک ہے۔ اس کا علم اسرار نہاں، باطنی راز اور چھپے ہوئے امور کا احاطہ کیے ہوئے ہے جس کے سوا کوئی معبود اور رب نہیں۔ (تفسیر سعدی: 787/1:) اللہ تعالیٰ الحکیم ہے وہ اپنی حکمت کے ساتھ کائنات کو چلا رہا ہے۔ ﴿2﴾ وہ اپنے بندوں کے معاملات حکمت کے ساتھ چلاتا ہے اور آخرت میں حکمت کے ساتھ فیصلے کرے گا۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ الخبیر ہے اس کی حکمت اس کی خبر کی بنیاد پر ہے اسے ہر بات کی خبر ہے۔

سوال 15: اللہ تعالیٰ کے حکیم و خبیر ہونے کا یقین دلا کر ایمان والوں کو کس تبدیلی کے لئے آمادہ کیا جا رہا ہے؟

جواب: ایمان والوں کو حکیم ہونے کا یقین دلا کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کی پیروی کے لیے تیار کیا جا رہا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت سے استفادہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رحمت میں لوٹ آئیں۔ اس ذہنی انتشار، فکری پراگندگی سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی محبت، حکمت اور دانائی کے جہاں میں داخل ہو جائیں جہاں انہیں علم اور بصیرت بھی ملے گی اور صراط مستقیم بھی۔

وَإِذۡ قَالَ إِبۡرٰهِيۡمُ لِأَبِيۡهِ اٰزَرَ أَتَتَّخِذُ أَصۡنَامًا اٰلِهَةً ۚ إِنِّيۡۤ أَرٰىكَ وَقَوۡمَكَ فِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ (74)

اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: ''کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟ بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔ (74)

سوال 1: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کس ماحول میں آنکھ کھولی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہاں سورج، چاند اور تاروں کی پرستش ہوتی تھی۔

سوال 2: کیا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تلاش حق کا واقعہ ہے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ تلاش حق کا نہیں مشاہدۂ حق کا واقعہ ہے۔

سوال3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام شرک سے کیسے محفوظ رہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی خصوصی راہ نمائی اور فطرت کے مشاہدے سے۔

سوال4: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ''اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا: ''کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے کہ کیسے انہوں نے اپنے والد کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا؟ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی علیہ السلام صفت دعوت بیان کی ہے کہ انہوں نے اپنے والد کو بت پرستی سے باز رہنے کی نصیحت کی اور کہا اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً کیا تم بتوں کو معبود بناتے ہو جو کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتے، خود اپنی ذات کے بھی مالک نہیں، اپنی حرکت پر بھی اختیار نہیں رکھتے وہ نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

سوال5: اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ''بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یعنی میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے بھی سیدھا راستہ گم کر دیا ہے ا
ور آپ کے پیچھے چلے ہوئے لوگ بھی گمراہ ہیں اور نہیں جانتے کہ کدھر جا رہے ہیں یہ کھلی گمراہی ہے کیونکہ تم ایسی ہستیوں کی عبادت کرتے ہو جو اس کی مستحق نہیں اور اپنے خالق و رازق کی عبادت کو چھوڑ دیتے ہو۔ ﴿2﴾ سورت مریم میں ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور والد کے جواب کا تذکرہ زیادہ وضاحت سے ملتا ہے۔ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْــًٔا ﴿۴۲﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾ وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ ڮ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَاۗءِ رَبِّيْ شَقِيًّا (مریم: 41-48) ﴿3﴾ صحیح حدیث میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ سے ملاقات کریں گے اور وہ آپ سے کہے گا بیٹا آج میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا ابراہیم علیہ السلام دعا مانگیں گے کہ اے رب تو نے قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا تھا اس سے بڑھ کر اور رسوائی کیا ہوگی کہ میرا باپ تیری رحمت سے بہت دور ہے؟ پھر کہا جائے گا ابراہیم ذرا پیچھے تو دیکھو۔ میں وہ ایک بجو دیکھیں گے جو نجاست میں لتھڑا ہوا ہے پھر اس کے پاؤں سے پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 515/1)

سوال6: سیدنا ابراہیم علیہ السلام حلیم تھے اور بیٹے ہونے کی حیثیت میں باپ سے کہتے ہیں اِنِّیۡۤ اَرٰىكَ وَ قَوۡمَكَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ''بلاشبہ میں تمہیں اور تمہاری قوم کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں''، ابراہیم علیہ السلام کے طرز عمل کے بارے میں ان کی اولاد کو نصیحت کی گئی کہ ان کی پیروی کریں۔ باپ اور بیٹے کے اس تعلق کی اسلامی نقطۂ نظر سے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ باپ اور بیٹے کے تعلق کے بارے میں اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہے کہ اولاد ماں باپ کے سامنے اپنے بازو بچھا کر رکھے، ان کا احترام کرے۔ وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِیۡ صَغِیۡرًا اور ان کے لیے تواضع کا بازو رحم دلی سے جھکائے رکھو اور کہو کہ اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا۔ (بنی اسرائیل:24) ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں کہ والدین کی عزت کی جائے اور ان سے حسن سلوک کیا جائے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اس مقام پر واضح فرماتا ہے کہ والدین اور اولاد کے رشتے سے زیادہ قیمتی رشتہ رب کا رشتہ ہے۔ ﴿4﴾ جب والدین رب کی مخالفت پر اتر آئیں اور رب کے مقابلے میں دوسروں کو شریک ٹھہرائیں تو والدین اور اولاد کے رشتے اور صبر و برداشت کی صفات کے مقابلے میں رب کا رشتہ اور دین کا تعلق زیادہ قیمتی ہے۔ یہ واقعہ بعد میں آنے والوں کے لئے بطور نمونہ سامنے رکھا جا رہا ہے۔ تا کہ بعد میں آنے والے اپنے رشتوں کو اسی بنیاد پر ترتیب دیں جیسے ابراہیم علیہ السلام نے دیا تھا۔

وَ كَذٰلِكَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِیَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ (75)

اور ابراہیم کو اسی طرح ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ (75)

سوال1: وَ كَذٰلِكَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ''اور ابراہیم کو اسی طرح ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: وَ كَذٰلِكَ اور اسی طرح یعنی جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو توحید اور اس کی دعوت دینے کی توفیق عطا کی۔ (تفسیر سعدی:788/1) نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلِیَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ ''ابراہیم کو ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھا

تے تھے تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے'' تا کہ وہ بصیرت کی آنکھ سے ان قطعی دلائل کو دیکھ لے جن پر زمین و آسمان کی بادشاہت مشتمل ہے۔ قُلِ انۡظُرُوۡا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا تُغۡنِی الۡاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنۡ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ کہہ دو کہ دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے؟ اور نشانیاں اور ڈرانے والی چیزیں ان کے کام نہیں آتیں جو لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (یونس:101) اَوَلَمۡ یَنۡظُرُوۡا فِیۡ مَلَكُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَیۡءٍ ۙ وَّاَنۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ

اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ اور کیا انہوں نے کبھی نظر نہیں ڈالی آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور ہر اس چیز پر جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے؟اور اس بات پر کہ شاید ان کا مقررہ وقت واقعتاً قریب آچکا ہو پھر اس (قرآن) کے بعد وہ کس بات پر ایمان لائیں گے؟ (الاعراف:185)وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ''تا کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے'' تا کہ وہ دلائل کے مطابق یقین اور علم کامل حاصل کرے۔

سوال2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے توحید کے دلائل کھول دیئے گئے، وہ کس بنیاد پر اس کے مستحق تھے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنے فطرت کی صفائی کھلی بصیرت، خلوص نیت، حق کے راستے پر چلنے کی طلب کی وجہ اور باطل کے انکار کی وجہ سے اس کے مستحق ٹھہرے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھا کر دلائل عطا کریں۔

سوال3: انسان کو فطرت کے گہرے طریقہ کار کے مطابق فراست کیسے دی جاتی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسان کے دل کے اندر جب حق کی روشنی آتی ہے تو دل حق کے دلائل کو قبول کرتا ہے۔ یہ دلیل کی روشنی انسان کو راہ ہدایت دکھاتی ہے۔ ﴿2﴾ انسان جب باطل کا ہر طریقے سے انکار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسے انسان کو آگے بڑھایا جاتا ہے تا کہ وہ معرفت حق کے مقام تک پہنچ جائے اور اسے یقین کامل حاصل ہو جائے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ انسانی فطرت کی راہ نمائی کیسے کرتے ہیں؟

جواب: جو انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرتا ہے ایسے انسان کی اللہ تعالیٰ راہ نمائی کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گے۔ (العنکبوت:69)

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ (76)

چنانچہ جب اس پر رات چھا گئی تو اس نے ایک تارا دیکھا، اس نے کہا: ''یہ میرا رب ہے'' پھر جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا: ''میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ (76)

سوال1: فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ''چنانچہ جب اس پر رات چھا گئی تو اس نے ایک تارا دیکھا' اس نے کہا: ''یہ میرا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب رات تاریک ہو گئی۔ ﴿2﴾ رَاٰ كَوْكَبًا اس نے ایک تارا دیکھا تارے تو سبھی دیکھتے ہیں یہاں ایک تو تارے کی تحقیق ہے جو کہ دلالت کرتی ہے کہ اس کی روشنی دوسروں سے زیادہ تھی اور دوسرے تاروں پر غور وفکر کر کے اصل حقیقت تک پہنچنا ہے جس سے عام لوگ محروم رہتے ہیں لیکن ان کے لیے بھی دعوت غور وفکر ہے کہ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ''یہ میرا رب

ہے‘‘یعنی انہوں نے دلیل کی خاطر مدمقابل کے مقام پر اترتے ہوئے کہا کہ یہ میرا رب ہے آؤ ہم دیکھیں کہ کیا ربوبیت کا مستحق ہے؟ کیا ہمارے سامنے ایسی دلیل قائم ہوتی ہے جو اس کے رب ہونے کو ثابت کرتی ہو کیونکہ کسی عقل مند کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ بغیر کسی حجت و برہان کے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا لے۔(تفسیر سعدی:788,789/1)

سوال 2: سیدنا ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے تارا دیکھ کر کیا نتیجہ نکالا؟

جواب: پہلا نتیجہ یہ تھا کہ یہ میرا رب ہے۔ دوسرا اس کے ڈوبنے پر یہ نتیجہ نکالا کہ یہ مسئلہ ذاتی غور وفکر سے حل نہیں ہوسکتا اس لئے انھوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی آپ مدد فرمایئے کیونکہ میرا رب میری راہ نمائی نہیں کرے گا تو میں کیسے ہدایت پا سکوں گا؟

سوال 3: فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ’’پھر جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا: ’’میں ڈوب جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جو ظاہر ہونے کے بعد غائب ہو کر عبادت کرنے والے سے اوجھل ہو جائے کیونکہ معبود کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس شخص کے ۔۔کا انتظام اور اس کے تمام معاملات کی تدبیر کرے جو اس کی عبادت کرتا ہے۔ ایسی ہستی جو اکثر اوقات غیر موجود اور غائب ہوتی ہے تو عبادت کی مستحق کیونکر ہوسکتی ہے کیا ایسی ہستی کو معبود بنانا سب سے بڑی بیوقوفی اور سب سے بڑا باطل نہیں؟ (تفسیر سعدی:789/1)

سوال 4: تارے کے ڈوبنے پر سیدنا ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کا کہنا کہ میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا کیا ظاہر کرتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے تارے کا مشاہدے کے بعد نتیجہ نکالا کہ تارہ ڈوب جائے، نظروں سے اوجھل ہو جائے، ساری مخلوقات سے دور ہو جائے تو نگہبانی کیسے کرے؟ رب تو سارے جہان کی نگہبانی کرتا ہے اور جو غائب ہو جائے وہ نگرانی نہیں کرسکتا۔ لہذا تارہ رب نہیں ہوسکتا کیونکہ رب غائب نہیں ہوسکتا۔ ﴿2﴾ یہ کہنا سیدنا ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام کے فطری استدلال کو ظاہر کرتا ہے جس کو انسانی فکر قبول کر لیتی ہے۔

سوال 5: الٰہ کے بارے میں فطرت کا تقاضا کیا ہے؟

جواب: الٰہ ہر وقت حاضر اور موجود ہو، وہ سب کچھ سنتا ہو، سب کچھ دیکھتا ہو، سب کی خبر رکھتا ہو، سب کچھ جانتا ہو اور سب کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہو۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ (77)

چنانچہ جب اس نے جگمگا تا ہوا چاند دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے،'' پھر جب وہ ڈوب گیا تو اس نے کہا: ''اگر یقیناً میرے رب نے میری راہ نمائی نہ کی تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔(77)

سوال1: فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ '' چنانچہ جب اس نے جگمگا تا ہوا چاند دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے،'' کی وضاحت کریں؟

جواب: چاند ستاروں سے زیادہ روشن ہوتا ہے۔ ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے جب چاند کو طلوع ہوتے دیکھا اور ستاروں سے زیادہ تو کہا هٰذَا رَبِّيْ یہ میرا رب ہے۔ یہ بات انہیں دلیل دینے کے لیے مخالفین کے مقام پر رہتے ہوئے کہی۔

سوال2: فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ '' اگر یقیناً میرے رب نے میری راہ نمائی نہ کی تو میں ضرور گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب چاند ڈوب گیا تو ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے کہا اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کے بغیر میں گمراہ لوگوں میں سے ہو جاؤں گا۔ ﴿2﴾ ابراہیم یہ جانتے تھے اور انہیں یہ علم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بغیر کائی راہ نمائی کرنے والا نہیں۔ وہ رب کی راہ نمائی کی ضراورت کو بیان کررہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بغیر نہ کوئی سیدھا راستہ جان سکتا ہے نہ اس کی اطاعت کرسکتا ہے۔ اگر وہ اپنی اطاعت کے لیے بھی مدد نہ کرے تو کوئی اطاعت نہیں کرسکتا۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ(78)

پھر جب اس نے سورج چمکتا ہوا دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے'' پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اس نے کہا: اے میری قوم! بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔(78)

سوال1: فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ '' پھر جب اس نے سورج چمکتا ہوا دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رب ہے، یہ سب سے بڑا ہے'' سورج کو الہٰ بنانے کے لئے سیدنا ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے کیا دلیل سامنے رکھی تھی؟

جواب: سیدنا ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے کہا کہ یہ سب سے بڑا ہے۔ سورج ستاورں سے بھی بڑا ہے اور چاند سے بھی بڑا ہے اس لیے یہ میرا رب ہے۔

سوال2: فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ '' پھر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اس نے کہا: ''اے میری قوم! بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ جب سورج ڈوب گیا تو ہدایت واضح ہوگئی۔ ابراہیم عَلَيْهِ السَّلَام نے کہا اے میری قوم میں شرک سے بے زار ہوں اور

ان سے بے تعلق ہوں جن کو تم شریک بناتے ہو۔《2》اس طرح شرک کے باطل ہونے پر سچی اور واضح دلیل قائم ہوگئی۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (79)

یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، یک سو ہو کر، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔(79)

سوال1: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ''یقیناً میں نے اپنا چہرہ اس کی طرف متوجہ کرلیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اب میں نے اپنی نیت، اپنی ہر عبادت اور عمل صالح کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کردیا ہے اور اپنے قلب وروح کی گہرائیوں میں اسی کی محبت کو بسالیا ہے۔(تیسیر الرحمٰن :412/1)《2》اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ میں نے اپنا دل اپنے رب کو پیش کردیا ہے اور اس کے ماسوا سے اعراض کرلیا ہے۔(ایسر التفاسیر:402)《3》میں نے اللہ تعالیٰ کی توحید اور اسی کے لیے عبادت کو خالص کرنے کا ارادہ کرلیا ہے۔《4》میں نے اپنے دل کا رخ اور اپنی روح کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں لگا دیا ہے بلکہ میں نے اسے فرماں بردار بنالیا ہے۔(تفسیر قاسمی:59/6)《5》میں نے اپنا رخ اس اللہ کی طرف کرلیا ہے جس نے یہ سارے سورج، چاند، تارے، آسمان اور زمین پیدا کیے، اسی کو عبادت کے لائق جانتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہیں کرتا۔《6》ارشاد ربانی ہے: وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ اور جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے اور وہ ہو بھی نیک تو یقیناً وہ ایک مضبوط سہارا تھام چکا اور سارے کاموں کا انجام اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے۔(لقمان:22)

سوال2: حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ''یک سو ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》حنیفا گمراہی سے ہدایت کی طرف مائل ہونے والا۔(ایسر التفاسیر)《2》گمراہی اور شرک سے دین قیم کی طرف مائل ہونے والا۔(تفسیر منیر:274/4)《3》رب العزت نے فرمایا: وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِیْمَ خَلِیْلًا اور دین میں اُس سے اچھا کون ہے؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملت کی پیروی کی، جو ایک (اللہ کی) طرف ہوجانے والا تھا اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنالیا تھا۔(النساء:125)《4》نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا آغاز کرتے تو تکبیر تحریمہ کے بعد یہ الفاظ کہتے :وجهت وجهى للذى فطر السموات والأرض حنيفا وما أنا من المشركين إن صلاتى ونسكى ومحياى ومماتى لله رب العالمين لا شريك له وبذلك أمرت وأنا أول المسلمين (مسلم:1812)

(الدورالمنثور)《5》یہ مقام ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے اپنی قوم کے ساتھ مناظرے کا مقام تھا اجرام فلکی وغیرہ کی الوہیت کا بطلان تھا۔رہا ان لوگوں کا موقف کہ یہ جناب ابراہیم کے ایام طفولیت میں غوروفکر کا مقام تھا تو اس کی کوئی دلیل نہیں۔(تفسیر سعدی:789/1)

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ اَتُحَاۗجُّوْۗنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَيْـــًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ(80)

اوراس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا،اس نے کہا:''کیاتم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟''حالانکہ اس نے مجھے ہدایت دی ہے اور میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے، میرے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟(80)

سوال1:وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ''اوراس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان سے جھگڑا شروع کیا تو انہوں نے کیا جواب دیا؟

جواب:《1》انہوں نے جواب دیا کہ تم مجھ سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑتے ہو جب کہ مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ہدایت دے چکا ہے۔وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ حجت واضح اورقوی دلیل کو کہتے ہیں ابراہیم علیہ السلام سے ان کی قوم نے جھگڑا کیا وہ ان کی دلیل کے غلبے کے راستے میں حائل ہوئے۔(ایسرالتفاسیر:403)《2》ابراہیم علیہ السلام سے ان کی قوم نے توحید کے بارے میں جھگڑا کیا۔(مختصرابن کثیر:516/1)

سوال2:قَالَ اَتُحَاۗجُّوْۗنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ''کیاتم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟''کی وضاحت کریں؟

جواب:ابراہیم علیہ السلام نے کہا تمہارا مجھ سے اللہ تعالیٰ کی توحید اورعبادت کے بارے میں جھگڑا کیسے درست ہوسکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی اوراپنی توحید کی معرفت دی ہے اور میں اس کی طرف سے واضح دلیل پر ہوں۔(ایسرالتفاسیر:403)

سوال3:اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیسے محسوس کیا؟

جواب:《1》سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہدایت کے راستے پر چلنے سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس کیا۔《2》سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بصیرت میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس کیا۔《3》سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف دل کے کھینچنے میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس کیا۔《4》سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی پہچان میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس کیا۔《5》سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے قرب کی تلاش میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس کیا۔《6》سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ضمیر میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس کیا۔《7》سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فہم میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس

کیا۔﴿8﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اردگرد پھیلی ہوئی کائنات میں اللہ تعالیٰ کے وجود کو پا کر اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس کیا۔﴿9﴾ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی نفسیات میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو محسوس کیا۔

سوال4: ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو کیسے محسوس کر سکتے ہیں؟

جواب: ہم اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو ویسے ہی محسوس کر سکتے ہیں جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کیا۔

سوال5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام لوگوں کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیوں نہیں ڈرتے تھے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی قوت کے سوا کسی کی قوت کو محسوس نہیں کرتے تھے۔﴿2﴾ انہیں یہ یقین حاصل ہوگیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کے سوا کوئی بادشاہت ایسی نہیں جس سے خوف کھایا جائے۔﴿3﴾ انہیں یقین تھا کہ کوئی انہیں تکلیف نہیں پہنچ سکتی جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔﴿4﴾ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت اور حمایت کے لیے موجود ہے اس لیے وہ کسی اور سے نہ ڈرتے تھے۔

سوال6: وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ''اور میں اُن سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ میں ان جھوٹے خداؤں سے نہیں ڈرتا کیونکہ نہ وہ مجھے نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں۔﴿2﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا مگر یہ کہ میرا رب ہی کچھ چاہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان پہنچے گا، وہ نفع پہنچانا چاہے تو نفع پہنچے۔

سوال7: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دل کو یقین تھا مگر بات مشیت الٰہی کے علاوہ دوٹوک انداز میں کیوں نہیں کہتے تھے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ اصل علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ قدرت رکھتا ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے اور میں اس کے چاہے بغیر کچھ نہیں کر سکتا اس لیے وہ ہر بات کو اللہ تعالیٰ کے علم کی طرف لوٹاتے تھے۔

سوال8: وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ''میرے رب نے ہر چیز کا علم سے احاطہ کر رکھا ہے تو کیا تم نصیحت قبول نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ میرے رب کا علم ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں پھر تم میری نصیحت کیوں نہیں مانتے؟﴿2﴾ یعنی جو بات میں نے تمہیں سمجھا دی ہے اسے مان لو کہ یہ معبود جھوٹے ہیں، ان کے پاس کوئی اختیار نہیں لہٰذا ان کی عبادت چھوڑ دو۔﴿3﴾ اللہ تعالیٰ اکیلا ہی عبودیت کا مستحق ہے۔

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ۭ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ

اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ(81)

اور میں ان سے کیسے ڈر جاؤں جن کو تم نے شریک بنایا ہے؟ جب کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے نہیں ڈرتے جس کی اُس نے کوئی دلیل بھی تم پر نازل نہیں کی؟ چنانچہ فریقین میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو۔(81)

سوال1: وَ كَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ ''اور میں ان سے کیسے ڈر جاؤں جن کو تم نے شریک بنایا ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی میں باطل اور عاجز معبودوں سے کیسے ڈر جاؤں جو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

سوال2: انسان اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈرنے لگ جاتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ کسی شخصیت کو معبود قرار دینے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے ساتھ پراسرار قوتوں کے تصورات وابستہ ہو جاتے ہیں۔ ﴿2﴾ لوگ سمجھتے ہیں کہ اسے کائنات میں کوئی برتر مقام حاصل ہے جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں۔ ﴿3﴾ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس شخصیت کو خوش کرنے سے قسمتیں بنتی ہیں اور ناراض کرنے سے بگڑتی ہیں۔

سوال3: لوگوں کو یہ اندیشہ کیوں ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام پر وبال آئے گا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اظہار بے زاری سے انہیں یوں لگا کہ انہوں نے گستاخی کی ہے اور اس کے نتیجے میں وبال آئے گا۔

سوال4: وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ''جب کہ تم ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے نہیں ڈرتے جس کی اُس نے کوئی دلیل بھی تم پر نازل نہیں کی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی تم جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے اس کے لیے تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں محض خواہش نفس کی پیروی میں تم ان کی عبادت کرتے ہو۔

سوال5: جھوٹے معبودوں سے کیسے ڈرایا جاتا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ جھوٹے معبودوں سے ڈرانے کے لیے بحثیں کی جاتی ہیں۔ ﴿2﴾ یہ کہا جاتا کہ ایسی باتیں نہ کرو ورنہ ان معبودوں کا غضب نازل ہوگا۔ ﴿3﴾ یہ کہا جاتا ہے کہ تمہاری ٹانگ ٹوٹ جائے گی، اندھے ہو جاؤ گے، تمہارا کاروبار تباہ ہو جائے گا، دیوانے ہو جاؤ گے، برباد ہو جاؤ گے۔

سوال6: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ڈراوں کا کیا جواب دیا؟

جواب: ﴿1﴾ تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں؟ جب کہ اللہ نے اس کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ ﴿2﴾ تم رب کائنات کے ساتھ شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے۔ ﴿3﴾ جو رب سے نہیں ڈرتا اور جو جھوٹے

معبودوں سے نہیں ڈرتا اگر تم علم رکھتے ہو تو یہ بتاؤ کہ ہم میں سے کون زیادہ بے خوفی اور اطمینان کا مستحق ہے!

سوال7: سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے کیوں نہیں ڈرتے تھے؟

جواب: ﴿1﴾ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان کی وجہ سے کامل یقین تھا۔ ﴿2﴾ انہوں نے اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا تھا۔ ﴿3﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلتے تھے۔ ﴿4﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا دوسروں کو ضعیف اور ناتواں سمجھتے تھے۔

سوال8: فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ''چنانچہ فریقین میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے فریقین کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا فریقین میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے کیا تم جانتے ہو؟۔ ﴿2﴾ ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا کہ میرا معبود اللہ ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور تمہارے معبودان مٹی کے ڈھیر ہیں سوچو تو سہی کہ امن وسکون کے حق دار تم مشرکین ہو یا ہم اہل ایمان؟ (تیسیر الرحمٰن:413/1)

سوال9: اللہ تعالیٰ کی خدائی اور دوسری خدائیوں میں کیا فرق ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کی خدائی اپنے آپ پر قائم ہے اور دوسری تمام خدائیاں ماننے والوں کی بدولت ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی خدائی کو کوئی تسلیم نہ کرے تب بھی اس کی خدائی قائم ہے لیکن اگر جھوٹی خدائیاں ماننے والے نہ مانیں تو وہ بے وجود ہو کر رہ جائیں۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ کی خدائی سچے عقائد کی بنیاد پر قائم ہے۔ جھوٹی خدائیاں توہمات کی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہیں۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ کی خدائی حق ہے اور دوسری خدائیاں ناحق ہیں۔

سوال10: اللہ تعالیٰ کی خدائی پر یقین رکھنے والے اور جھوٹی خدائیوں پر یقین رکھنے والوں میں سے کون زیادہ محفوظ ہے؟

جواب: محفوظ حیثیت ہمیشہ اس کی ہوتی ہے جو دلیل پر کھڑا ہو۔ دنیا میں جھوٹی خدائیوں پر یقین رکھنے والے اس دھوکے میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ہم زیادہ محفوظ ہیں مگر دنیا کے رسم ورواج سے سمجھوتہ کر کے کوئی دنیا میں محفوظ ہونے کی کوشش کر بھی لے تو آخرت میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْۤا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (82)

جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے آلودہ نہیں کیا، یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔ (82)

سوال1: اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ ''جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے اپنے ایمان کوشرک سے آلودہ نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی جنہوں نے اپنے ایمان کوشرک کے ساتھ آلودہ نہیں کیا۔《2》جنہوں نے خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جو

ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔《3》جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کوشریک نہیں کیا قیامت کے دن ان ہی کوامن نصیب ہوگا۔《4》عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: {اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ} ''وہ لوگ جوایمان لائے اوراپنے ایمان کے ساتھ ظلم کونہیں ملایا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پرشاق گزری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض کیا کہ (اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پرظلم نہ کیا ہو؟ (یعنی اس سے گناہ نہ ہوا ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا مطلب یہ نہیں جوتم خیال کررہے ہو۔اس آیت میں ظلم کا مطلب وہ ہے جولقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ اے میرے بیٹے !اللہ کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہرانا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔(صحیح مسلم:327،صحیح بخاری:4629)《5》سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جوشخص اللہ سے اس حال میں ملے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہ کیا ہوتو وہ جنت میں داخل ہوگا۔(صحیح بخاری:129)

سوال2: امن،اطمینان اور ہدایت کس کے لئے ہے؟

جواب:《1》جولوگ سچے دل سے ایمان لے آئیں۔《2》جواپنے آپ کواللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرلیں۔《3》جواپنے ایمان کے ساتھ شرک کونہ ملائیں۔《4》جواللہ تعالیٰ کے سوادوسروں کی اطاعت نہ کریں۔《5》جواسلام کے ماسوا کوئی اوررخ اختیارنہ کریں۔

سوال3: ایمان کوظلم کے ساتھ آلودہ کیسے کیا جاتا ہے؟

جواب:《1》جھوٹے معبودوں سے مرعوب ہوکرایمان کوظلم کے ساتھ آلودہ کیا جاتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کے ماسوادوسروں سے مصالحت کرکے ایمان کوظلم کے ساتھ آلودہ کیا جاتا ہے۔《3》ایمان کے مخالف رویوں کواپنا کرانسان اپنے ایمان میں ایسا نقصان شامل کرلیتا ہے جوایمان کواللہ تعالیٰ کی نظر میں مشتبہ بنا دیتا ہے۔

سوال4: اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اوروہی ہدایت پانے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے'' ان کے لیے دنیا اور آخرت میں امن ہے۔ عذاب اور استقامت وغیرہ میں سے کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور سیدھے راستے کی طرف راہنمائی سے نوازے جائیں گے اگر انہوں نے اپنے ایمان کو کسی قسم کے ظلم سے ملوث نہ کیا ہوگا۔ ﴿2﴾ وہ ہر قسم کے خوف سے مامون ہوگا۔ (ایسر التفاسیر: 406) وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ''اور وہی ہدایت پانے والے ہیں'' اپنی زندگی میں سعادت اور کمال کے راست پر چلنے کا موقع ملا اور وہ صحیح امن ہے۔

رکوع نمبر: 16

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (83)

اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی، ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں، بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (83)

سوال 1: وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ''اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دی تھی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ان دلائل و براہین کی مدد سے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کو نیچا دکھایا اور ان پر غالب آئے۔ (تفسیر سعدی: 790/1)

سوال 2: سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو کون سی حجت ان کی قوم کے مقابلے میں عطا کی گئی تھی؟

جواب: ﴿1﴾ سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے مشرک کے بودے پن کو اپنی قوم کے سامنے واضح کیا۔ ﴿2﴾ سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے الہٰوں کے بارے میں غلط تصورات کو واضح کیا اور انہیں ان کا وہم قرار دیا۔ ﴿3﴾ سیدنا ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی حقیقت قوم کے سامنے رکھی۔

سوال 3: نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ''ہم جس کے چاہتے ہیں درجات بلند کر دیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم کے درجات بلند کیے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ دنیا میں درجات کی بلندی علم اور حکمت کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے اور وہ درجہ ایمان، درجہ علم، درجہ حکمت اور توفیق اور درجہ نبوت ہے یہ حصہ کسی اور کو نہیں دیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ یہ سب رسول ہیں ان کے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے کچھ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور

بعض کواس نے درجات میں بلند کیا۔(البقرہ:253)《2》آخرت میں جنت اورثواب سے درجات بلند کیے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے درجات بلند کیے اس حجت کی وجہ سے جوانہیں عطافرمائی۔(تفسیر منیر:28/4)《3》اللہ تعالیٰ نے ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے درجات دنیا میں بھی بلند کیے اور آخرت میں بھی۔《4》اللہ تعالیٰ علم کی بنیاد پر دوسروں پر صاحب علم کی فوقیت عطافرماتے ہیں اور خاص طور پر جو باعمل ہواور معلم بھی۔《5》اللہ تعالیٰ باعمل معلم کولوگوں کا امام بنادیتے ہیں پھراس کے اعمال کودیکھا جاتا ہے اوراس سے علم کی روشنی حاصل کی جاتی ہے اوراس کی پیروی کی جاتی ہے۔رب العزت نے فرمایا: يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجات بلند کرے گا جوتم میں سے ایمان لائے اور جن کوعلم دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطافرمائے گا اور جوکام تم کرتے ہواللہ تعالیٰ ان سے پوری طرح باخبر ہے۔(المجادلہ:11)

سوال4: اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ''بے شک آپ کا رب کمال حکمت والا،سب کچھ جاننے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس لیے وہ علم اور حکمت کوان کے شایان شان مقام پر رکھتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ اس مقام اور جوکچھ اس کے لیے مناسب ہے خوب جانتا ہے۔(تفسیر سعدی:791/1)

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (84)

اورہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطافرمائے،ہرایک کوہم نے ہدایت دی اوراس سے پہلے ہم نے نوح کوبھی ہدایت دی تھی اوراس کی نسل میں سے داؤدکواور سلیمان کواور ایوب کواور یوسف کواور موسیٰ کواور ہارون کوبھی اور ہم نیک لوگوں کوایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔(84)

سوال1: وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ''اورہم نے اسے اسحٰق اور یعقوب عطافرمائے'' سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر اللہ تعالیٰ کے بڑے انعامات میں سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کس کو یاددلایا ہے؟

جواب:《1》سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کواللہ تعالیٰ نے ایسے بیٹے پوتے دیے جونبی تھے،ہدایت یافتہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے نبوت اور ہدایت کے انعام کو یاددلایا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کواسحٰق عَلَیْہِ السَّلَام اور یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام عطافرمائے جوکہ سیدنا اسحٰق عَلَیْہِ السَّلَام کے بیٹے تھے،کواسرائیل کہا جاتا ہے۔

سوال2: كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ''ہرایک کوہم نے ہدایت دی اوراس سے پہلے ہم نے نوح کوبھی ہدایت دی

تھی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ كُلًّا هَدَيْنَا ’’ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی‘‘ ہر ایک کو ہم نے علم نافع اور عمل صالح کا راستہ دکھایا اور اس پر چلایا۔ ﴿2﴾ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ’’اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو بھی ہدایت دی تھی‘‘ اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کو جو ہدایت دی وہ ہدایت کی اعلیٰ ترین قسم تھی جو دنیا میں چند افراد کو حاصل ہوئی۔

سوال3: وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ’’اور اس کی نسل میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو بھی‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ اور ان کی نسل میں سے یعنی نوح علیہ السلام کی نسل میں سے۔﴿2﴾ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ یعنی دو باپ بیٹے، سیدنا سلیمان علیہ السلام سیدنا داؤد علیہ السلام کے فرزند تھے۔﴿3﴾ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ ایوب علیہ السلام جن کی زندگی صبر کی بہت بڑی مثال ہے اور یوسف علیہ السلام جو سیدنا یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔﴿4﴾ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ یعنی عمران کے بیٹے۔﴿5﴾ مجاہد سے سورہ ص میں سجدہ کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا کہ اس سورت میں آیت سجدہ کے لئے دلیل کیا ہے؟ انہوں نے کہا کیا تم (سورت انعام) میں یہ نہیں پڑھتے کہ ’’اور ان کی نسل سے داؤد اور سلیمان ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے یہ ہدایت دی تھی سو آپ بھی ان کی ہدایت کی اتباع کریں۔‘‘ داؤد علیہ السلام بھی ان میں سے تھے جن کی اتباع کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم تھا۔ (صحیح بخاری: 4807، 4632)

سوال4: وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ’’اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ وَكَذَٰلِكَ اور اسی طرح یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو صالح بنایا کیونکہ انہوں نے بہترین طریقے سے اپنے رب کی عبادت کی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نفع پہنچایا۔﴿2﴾ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ’’ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں‘‘ ہم نیک لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق سچی مدح و ثنا اور صالح اولاد عطا کرتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو کیا جزا دیتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ انہیں اپنے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے ہیں۔

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ (85)

اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو بھی، سب کے سب صالحین تھے۔ (85)

سوال1: وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ ’’اور زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور الیاس کو بھی، سب کے سب صالحین تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى دوباپ بیٹے جواللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔سیدنا یحییٰ علیہ السلام سیدنا ذکریا علیہ السلام کے بیٹے تھے۔《2》وَعِيْسٰى اورعیسیٰ علیہ السلام جوسیدہ مریم بنت عمران کے بیٹے تھے۔《3》وَ اِلْيَاسَ اورسیدنا الیاس علیہ السلام جواللہ تعالیٰ کے نبی تھے۔《4》كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ سب کےسب صالحین تھے''سب نیک تھےیعنی اپنے اخلاق واعمال اورعلوم میں صالح لوگ تھے بلکہ صلحاء کےسردارقائداوران کےامام تھے۔(تفسیرسعدی:793/1)

سوال2: كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ''سب کےسب صالحین تھے''اس آیت میں انبیاء کی کس خصوصیت کانمایاں کیا گیاہے؟

جواب:اس آیت میں صالحیت کونمایاں کیا گیاہے۔

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا ۭ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (86)

اوراسماعیل کواوریسع کواوریونس کواورلوط کوبھی اورہرایک کوہم نے تمام دنیاپرفضیلت عطا کی۔(86)

سوال1: وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ''اوراسماعیل کواوریسع کواوریونس کواورلوط کوبھی اورہرایک کوہم نے تمام دنیاپرفضیلت عطا کی''وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَ اِسْمٰعِيْلَ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے،عربوں کے باپ اورنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد تھے۔《2》وَ الْيَسَعَ اوراللہ تعالیٰ کے پیغمبریسع《3》وَ يُوْنُسَ اللہ تعالیٰ کے پیغمبریونس بن متی۔《4》وَ لُوْطًا اورلوط جوابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہاران کے بیٹے تھے۔《5》وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ یعنی سارے انبیاء کوہم نے جہانوں پرفضیلت دی۔فضیلت کے چاردرجات جن کاذکرالنساء کی آیت 69 میں کیا گیا۔ان میں سے انبیاء کاپہلادرجہ ہےاورتمام انبیاء ومرسلین میں سے وہ افضل ہیں جن کاذکراللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا۔

وَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (87)

اوران کےبعض آباءواجدادکواوران کی بعض اولادوں کواوران کےبعض بھائیوں کوبھی اوراُنہیں ہم نے چن لیااورہم نے انہیں سیدھاراستہ دکھلایا۔(87)

سوال1: وَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ ''اوران کےبعض آباءواجدادکواوران کی بعض اولادوں کواوران کےبعض بھائیوں کوبھی اوراُنہیں ہم نے چن لیا''قافلہ ایمان پراس آیت میں کیاتبصرہ کیا گیاہے؟

جواب:《1》وَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ ''اوران کےبعض آباءواجدادکو''یعنی ان تمام انبیاء کےآباءواجدادمیں سے۔《2》وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ اوران کی اولاداوران کےبھائیوں میں سےیعنی ہم نے انبیاء کی اولاداوران کےبھائیوں کوبھی ہدایت عطافرمائی۔

﴿3﴾ وَاجۡتَبَيۡنٰهُمۡ وَهَدَيۡنٰهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ''اورانہیں ہم نے چن لیااورہم نے انہیں سیدھاراستہ دکھلایا''یعنی انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے چنااورانہیں ہدایت اورسیدھے راستے کی توفیق عطافرمائی۔

سوال2: وَهَدَيۡنٰهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ''اورہم نے انہیں سیدھاراستہ دکھلایا'' اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ہدایت کون حاصل کرتاہے؟

جواب: ﴿1﴾ جواللہ تعالیٰ کی کتاب کواپناحقیقی راہ نمامانتے ہیں۔ ﴿2﴾ جواللہ تعالیٰ کے کام کے ساتھ اپنے آپ کواس طرح شامل کردیتے ہیں کہ ان پراس راستے کے رازعیاں ہوجاتے ہیں۔ان ہی کواس کتاب سے ہدایت ملتی ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کوکس کام کے لیے چن لیتاہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ ہدایت یافتہ لوگوں کواپنی پیغام رسانی کے لیے چن لیتاہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ ہدایت کے لئے اوراپناپیغام پہنچانے کے لئے انتخاب کس بنیادپرکرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نیک عملی یعنی احسان کی بنیادپرانتخاب کرتے ہیں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کاپیغام پہنچانے کاکام کون لوگ کر
تے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے لئے دعوت حق کاکام صرف وہ لوگ کرتے ہیں جواللہ تعالیٰ کی خاطریک
سواوربےغرض ہوچکے ہوں۔جوکسی کودعوت دےکرکسی قسم کی مادی توقعات نہ رکھیں۔

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوۡ اَشۡرَكُوۡا لَحَبِطَ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ (88)

یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے، وہ اس کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتاہے راہ نمائی فرماتاہے،اوراگروہ شرک کرتے تویقیناً اُن سے ضائع ہوجاتاجووہ عمل کرتے تھے۔(88)

سوال1: ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ ''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے سواکوئی ہدایت نہیں وہی نفع مندعلم اورعمل صالح کی توفیق دینے والاہے۔

سوال2: زمین پراللہ تعالیٰ کی ہدایت کاسرچشمہ کون ساہے؟

جواب: ﴿1﴾ انسانوں کی ہدایت کے لئے سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی وہ تعلیمات ہیں جواس نے اپنے رسولوں کے ذریعے دی ہیں۔
﴿2﴾ یہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب میں محفوظ صورت میں موجودہیں۔

سوال3: يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖ ''وہ اس کے ساتھ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتاہے راہ نمائی فرماتاہے'' کی

وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دیتا ہے اس لیے بندوں پر لازم ہے کہ وہ اس سے ہدایت مانگیں کیونکہ اگر وہ ہدایت نہ دے تو کوئی اور ہدایت دینے والا نہیں۔《2》وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ (الاسراء:97) 《3》رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔《4》اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (القصص:56)《5》اللہ تعالیٰ جس کی طرف اپنے محبوب بندوں کو ہدایت دیتا ہے وہ ایمان اور استقامت ہے ۔(ایسر التفاسیر:405)

سوال4: وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ''اور اگر وہ شرک کرتے تو یقیناً ان سے ضائع ہوجاتا جو وہ عمل کرتے تھے'' اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو چھوڑ کر دوسروں کو اس کا شریک ٹھہرانے کا انجام کیا ہے؟

جواب: اگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے بھی عقیدے اور عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کریں تو ان کے اعمال ضائع ہوجائیں گے اور وہ اس جانور کی طرح ہلاک ہوجائیں گے جو زہریلی گھاس کھا کر پھول جاتا ہے۔《2》گویا شرک ایسی نحوست ہے جو بڑے بڑوں کے عمل پر پانی پھیر دیتا ہے۔《3》شرک تمام اعمال کو برباد کردیتا ہے اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کا موجب بنتا ہے۔《4》اگر اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے لوگ بھی شرک کرتے تو اعمال برباد کروالیتے حالانکہ وہ اس سے پاک ہیں دیگر لوگ تو اس جزا کے زیادہ مستحق ہیں۔(تفسیر سعدی:793/1)《5》وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف احی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہوجائے گا اور آپ ضرور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔(الزمر:65)《6》انبیاء کرام اگر وہ ان عظمتوں کے باوجود شرک کا ارتکاب کر بیٹھتے، تو ان کے سارے اعمال صالحہ ضائع ہوجاتے، تو اگر دوسرے لوگ شرک کا ارتکاب کریں گے تو ان کا کیا حال ہوگا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں شرک کی ہیبت ناکی اور اس کی خطرناکی کو بیان کیا گیا ہے۔(تیسیر الرحمٰن:416/1)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ (89)

یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی پھر اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس کے لیے ایسے لوگ مقرر کردیے ہیں جو اس کا کسی صورت انکار کرنے والے نہیں ہیں۔(89)

سوال1: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ''یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی'' وضاحت

کریں؟

جواب:''یہی لوگ ہیں جن کو ہم نے کتاب،حکمت اورنبوت عطا کی''یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو کتابیں بھی دیں،حکمت سے نوازااورنبوت عطافرمائی۔

سوال2:اس آیت میں الحکم سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》یہاں اس سے مراد حکمت بھی ہے اور حکومت بھی۔《2》سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا:احکم سے مراد عقل ہے۔(ابن ابی حاتم:1338/4)《3》سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:حکم سے مراد علم ہے۔(ابن ابی حاتم)《4》مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:حکم سے مراد قرآن ہے۔(ابن ابی حاتم)

سوال3:اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو حکومت عطا کی وضاحت کریں؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے کچھ نبیوں کو حکومت دی مثلاً سیدنا داؤد علیہ السلام،سیدنا سلیمان علیہ السلام وغیرہ اور حکمت تو اللہ تعالیٰ نے سبھی انبیاء کو عطا کی۔

سوال4:اللہ تعالیٰ نے کتاب کس لئے بھیجی ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے کتاب اس لئے بھیجی ہے تاکہ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کئے جائیں۔اس کے لئے لوگوں کو پہلے اللہ تعالیٰ کا دین پہنچائیں۔《2》اس دین پر خود ایمان لاکر اس پر قائم رہیں۔《3》اس دین کی حفاظت کریں۔

سوال5:اللہ تعالیٰ نے رسول کس لئے بھیجے ہیں؟

جواب:رسولوں کو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ ان کی اطاعت کی جائے۔

سوال6:فَاِنۡ يَّكۡفُرۡ بِهَا هٰٓؤُلَاۤءِ فَقَدۡ وَكَّلۡنَا بِهَا قَوۡمًا لَّيۡسُوۡا بِهَا بِكٰفِرِيۡنَ'' پھر اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے اس کے لیے ایسے لوگ مقرر کردیے ہیں جو اس کا کسی صورت انکار کرنے والے نہیں ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:اگر دنیا والے نبوت کا انکار کرتے ہیں تو ہم نے یہ اپنی نعمتیں ایسی قوم کو سونپ دیں جو انکار کرنے والی نہیں یعنی مہاجرین اور انصار کو یعنی قیامت تک ان کے نقش قدم پر چلنے والوں کو جن کا محکم اور متشابہ پر ایمان ہے اور ہر ایک آیت پر ایمان ہے۔(مختصر ابن کثیر:519/1)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰٮهُمُ اقۡتَدِهۡ‌ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسۡـئَلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا‌ ؕ اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٰى لِلۡعٰلَمِيۡنَ(90)

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی سو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں؟ آپ کہہ دیں میں اس پر تم سے کوئی

اجرت طلب نہیں کرتا، یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔(90)

سوال1: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی سو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ یعنی اے رسول کریم ﷺ! ان انبیاء کے اخیار کی پیروی اور ان کی ملت کی پیروی کریں۔ آپ ﷺ نے انبیاء کی پیروی کر کے ہر کمال کو اپنے اندر جمع کر لیا۔ آپ ﷺ کے اندر ایسے فضائل تھے جس کی بناء پر آپ ﷺ کو تمام جہانوں پر فوقیت حاصل ہوئی۔ آپ ﷺ تمام انبیاء و مرسلین کے سردار اور متقین کے امام تھے **صلوت اللہ وسلام علیھم اجمعین**۔(تفسیر سعدی:794/1)﴿2﴾ نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ آپ انہی مذکورہ بالا انبیاء کی اقتدا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان باللہ، توحید خالص، اخلاق حمیدہ اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والے اعمال کی توفیق دی تھی۔(تیسیر الرحمٰن:417/1)﴿3﴾ مجاہد نے خبر دی کہ انہوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا سورہ ''ص'' میں سجدہ ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتلایا، ہاں پھر آپ نے آیت وَوَهَبْنَا سے فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ تک پڑھی اور کہا کہ داؤد علیہ السلام بھی ان انبیاء میں شامل ہیں (جن کا ذکر آیت میں ہوا ہے) مجاہد نے بیان کیا کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا، تو انہوں نے کہا تمہارے نبی بھی ان میں سے ہیں جنہیں اگلے انبیاء کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے۔(صحیح بخاری:4632)

سوال2: رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہدایت کی ہے؟

جواب:﴿1﴾ رسول ہدایت یافتہ ہیں۔﴿2﴾ انہیں اللہ تعالیٰ نے راستہ دکھایا ہے۔﴿3﴾ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی ہدایات آتی رہی ہیں۔﴿4﴾ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر چلیں گے۔﴿5﴾ اپنی زندگی کے سارے فیصلے ان ہی ہدایات کے مطابق کریں گے۔﴿6﴾ رسول اللہ ﷺ ساری انسانیت کو اس کی دعوت دیں۔

سوال3: قرآن حکیم کن لوگوں کے لئے نصیحت ہے؟

جواب: قرآن حکیم ساری انسانیت کے لئے نصیحت ہے۔

سوال4: فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ''سو آپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ﷺ ان ہی کے راستے پر چلو یعنی رسولوں کے طریقہ کار کو اپناؤ۔

سوال5: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ''آپ کہہ دیں میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں طلب کرتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اے رسول کریم ﷺ! ان سے کہہ دیں جن کی طرف آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا ہے میں آپ لوگوں سے دین اسلام کی دعوت دینے پر اجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر تو میرا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔

سوال6: اِنۡ هُوَ اِلَّا ذِكۡرٰى لِلۡعٰلَمِيۡنَ '' یہ تو تمام جہانوں کے لیے ایک نصیحت ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قرآن مجید تو سارے جہان والوں کے لیے نصیحت ہے۔《2》اس میں رب عظیم کے اسماء وصفات ہیں۔《3》جو اس نصیحت سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ وہ مفید چیزوں پر عمل کرتے ہیں اور جن سے یہ کتاب روکتی ہے جو ضرر رساں ہیں ان سے رکتے ہیں۔《4》قرآن مجید اخلاق حسنہ کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔《5》یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے لہذا بندوں پر واجب ہے کہ وہ اس نعمت کو قبول کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

رکوع نمبر:17

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖۤ اِذۡ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنۡ شَىۡءٍ ؕ قُلۡ مَنۡ اَنۡزَلَ الۡـكِتٰبَ الَّذِىۡ جَآءَ بِهٖ مُوۡسٰى نُوۡرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجۡعَلُوۡنَهٗ قَرَاطِيۡسَ تُبۡدُوۡنَهَا وَتُخۡفُوۡنَ كَثِيۡرًا ۚ وَعُلِّمۡتُمۡ مَّا لَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمۡ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرۡهُمۡ فِىۡ خَوۡضِهِمۡ يَلۡعَبُوۡنَ(91)

اورانہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسا اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے، جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا، آپ کہیں وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے؟ جو انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، تم اسے چند ورق بناتے ہو، اس میں سے کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو اور تمہیں وہ کچھ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا، آپ کہیں اللہ تعالیٰ ہی نے، پھر آپ ان کو چھوڑیں وہ اپنی بحثوں میں کھیلتے رہیں۔(91)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مالک بن صیف نامی ایک یہودی نے آکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کرنا شروع کر دیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کہ میں تجھے اس ذات کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں جس نے تورات سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی ہے کیا تو نے تورات میں یہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ موٹے آدمی سے بغض فرماتے ہیں اور وہ خود موٹا تھا یہ سن کر غصہ میں آ گیا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی تو اس سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ تیرا منہ کالا ہو (یعنی تو رسوا ہو) اس کا مطلب ہے کہ نہ موسیٰ علیہ السلام پر کوئی کتاب نازل ہوئی، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان منکروں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہیں پہچانی، یہ روایت مرسل ہے۔(ابن ابی حاتم)

سوال2: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖۤ اِذۡ قَالُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنۡ شَىۡءٍ '' اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی جیسا

اس کی قدر پہچاننے کا حق ہے جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا'' کی وضاحت کریں؟
جواب:《1》 کسی چیز کی قدر کرنے کے احساس کو کہتے ہیں۔《2》 قدر تب ہوتی ہے جب کسی چیز کی اہمیت کا احساس،علم اور شعور حاصل ہو جائے۔《3》 قدر وہ کرتا ہے جو اس چیز کی حقیقت پہچانتا ہے۔《4》 وہ قدر نہیں کرسکتا جو غافل ہو، بے شعور ہو اور جسے نفع ونقصان کی کوئی پہچان نہ ہو۔《5》 کسی چیز کو پہچان کر، اس کا شعور حاصل کر کے، اس سے نفع کی امید رکھ کر۔اس کی قوتوں سے خوف کھا کر۔《6》 اللہ تعالیٰ کی قدر کرنے سے مراد وہ رویہ اختیار کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو بڑا ماننا، ساری قوتوں کا مالک سمجھنا، اور اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کرنا۔《7》 یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کی جیسا کہ تعظیم کا حق تھا اور انہوں نے اس کو نہیں پہنچانا جیسا کہ اس کی معرفت کا حق تھا۔(ایسر التفاسیر:407)《8》 اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ''جب انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا'' اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور مشرکوں کے اس قول کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کوئی چیز نازل نہیں کی یہ فرمایا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر اور تعظیم نہیں کی جیسا کہ اس کا حق تھا۔《9》 یہ کہنا اللہ تعالیٰ کی حکمت میں عیب جوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مہمل چھوڑ دے گا اور ان کو کوئی حکم نہ دے گا نہ ان کو کسی چیز سے روکے گا اور اس سے درحقیقت اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کی نفی کی ہے جس سے اس نے اپنے بندوں کو نوازا ہے وہ یہ رسالت ہے اس رسالت کے سوا بندوں کے لیے سعادت، کرامت اور فلاح حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں تب اس نفی رسالت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات میں اور کون سی طعن وتشنیع ہے؟(تفسیر سعدی:795/1)《10》 رحمت عالم ﷺ بشر ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا نہ صرف قریشی بلکہ سارا عرب انکار کرتا تھا کیونکہ آپ ﷺ بشر تھے جیسا کہ خود قرآن نے فرمایا: اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرا دو اور بشارت دے دو ان لوگوں کو جو ایمان لائے یقیناً ان کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادوگر ہے۔(یونس:2) قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل رہے ہوتے تو ضرور ہم آسمان سے ان پر کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔(بنی اسرائیل:95)

سوال3: قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا '' آپ کہیں وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے؟ جو انسانوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی تم اسے چند ورق بناتے ہو، اس

میں سے کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》قُلْ آپ کہہ دیں اس چیز کی تصدیق کرواتے ہوئے جس کا وہ خود اقرار کرتے ہیں۔《2》مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى '' وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے'' موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے یہ بتاؤ تورات کس نے اتاری؟《3》نُوْرًا جو جہالت کے اندھیروں میں روشنی ہے۔《4》وَّهُدًى لِّلنَّاسِ اور وہ تورات جو گمراہی میں ہدایت ہے وہ کتاب جو سارے جہان میں پھیل چکی ہے جو لوگوں کے لیے حق اور باطل کا فرق واضح کرنے والی تھی۔《5》تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا '' تم اسے چند ورق بناتے ہو، اس میں سے کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو'' قراطیس قرطاس کی جمع ہے۔ کہ تم نے تورات کو بجائے اکٹھی مجموعی یکجا کتاب بنانے کے مختلف اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جس میں کچھ ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو۔ جب ان کے عوام کچھ بات پوچھنے کے لیے آتے تھے تو صندوق وغیرہ میں ہاتھ ڈال کر کوئی سا بھی ایک ورق نکال لیتے تھے اور سائل کے مطلب کے مطابق پڑھ کر سنا دیتے تھے۔ (تفسیر انوار البیان:267,268/2)

سوال4: کتاب کا کچھ حصہ کیسے ظاہر کیا جاتا ہے اور کچھ چھپا لیا جاتا ہے۔ اس کی مثالیں دیں؟

جواب:《1》انعام والی آیات کو پڑھنا اور جن اعمال کی وجہ سے انعام ملتا ہے انہیں نہ پڑھنا۔《2》ان آیتوں کو خوب بیان کرنا جن سے اپنی فضیلت نکلتی ہو اور ان کو چھوڑ دینا جن سے اپنی ذمہ داریاں پتہ چلتی ہوں۔

سوال5: اللہ تعالیٰ کی کتاب کو ورق ورق کر دینے والوں کا رویہ کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب:《1》 کتاب کو ورق ورق کرنے والے متضاد باتیں کرتے ہیں۔《2》وہ غیر ضروری بحثیں کرتے ہیں۔《3》ان سے نیکی کے کاموں میں تعاون کی امید نہیں ہوتی۔《4》 کتاب کو ورق ورق کرنے والے ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔

سوال6: وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ '' اور تمہیں وہ کچھ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا آپ کہیں اللہ تعالیٰ ہی نے پھر آپ ان کو چھوڑیں وہ اپنی بحثوں میں کھیلتے رہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمْ '' اور تمہیں وہ کچھ سکھایا گیا جسے نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا'' اور اس قرآن مجید کے سبب سے تمہیں وہ علم دیا گیا جس کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے باپ دادا یعنی علمی حقائق جیسے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے اسماء وصفات، آخرت کا گھر اور جو اس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں اور دردناک عذاب ہے۔《2》قُلِ اللّٰهُ '' آپ کہیں اللہ تعالیٰ ہی نے'' یعنی انہیں بتا دیں کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔《3》ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ

يَلۡعَبُوۡنَ ’’ پھر آپ ان کو چھوڑیں وہ اپنی بحثوں میں کھیلتے رہیں‘‘ پھر انہیں ان کے باطل حالات میں، ان کے مشاغل میں چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ دن آجائے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَلِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ حَوۡلَهَا‌ ؕ وَالَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ‌ وَهُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ (92)

اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے، اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے اور تا کہ آپ مکہ اور اس کے اردگرد والوں کو خبردار کردیں اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں۔(92)

سوال1: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ ’’ اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے‘‘ کتاب اللہ مبارک ہے کیسے‘ وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ برکت قرآن مجید کا وصف ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ یہ بھلائیوں اور نیکیوں پر مشتمل ہے۔ ﴿2﴾ جس مہینے میں قرآن مجید نازل کیا گیا وہ مہینہ مبارک ہے یعنی رمضان المبارک۔ ﴿3﴾ جس رات میں قرآن مجید نازل کیا گیا وہ رات مبارک ہے یعنی لیلۃ القدر جو برکت والی رات ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ‌ اِنَّا كُنَّا مُنۡذِرِيۡنَ یقیناً ہم نے اس کو ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے یقیناً ہم ڈرانے والے تھے۔ (الدخان:3) ﴿4﴾ جس ہستی پر نازل کیا گیا وہ ذات مبارک ہے یعنی محمد ﷺ ﴿5﴾ قرآن مجید اپنے مضامین، مفہوم، ہدایات اور ان کے اثرات کے اعتبار سے مبارک ہے۔ ﴿6﴾ قرآن مجید کا متن معانی کے اظہار کے اعتبار سے مبارک کلام ہے۔ قرآن میں معانی کا دریا ہے۔ ﴿7﴾ قرآن مجید اپنے اثرات کے اعتبار سے مبارک ہے۔ کوئی اور کلام اس طرح اثر انداز نہیں ہوسکتا جیسے یہ کلام اثر انداز ہوتا ہے۔ ﴿8﴾ قرآن مجید کو ایک خاص قوت عطا کی گئی ہے۔ یہ اپنی اس قوت کے اعتبار سے مبارک ہے۔ ﴿9﴾ یہ قرآن کریم کے بابرکت ہونے کا نتیجہ تھا کہ اس نے عرب جیسی جاہل قوم کو، جو قبائلی عصبیت کی وجہ سے ہر وقت برسرِ پیکار اور لڑتی مرتی رہتی تھی ایک مہذب قوم بنا کر چند ہی سالوں میں اس کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ ان کے اخلاق و عادات اس قدر اعلیٰ بن گئے کہ یہی جاہل وحشی اور اجڈ قوم تمام اقوام عالم کی پیشوا بن گئی۔ بڑی بڑی طاقتوں کو سرنگوں کیا اور دنیا کے ایک کثیر حصہ پر قابض ہو کر ان میں علوم و تہذیب پھیلانے کا سبب بن گئی۔ قرآن کی تعلیم نے انہیں ذلت کی گہرائیوں سے نکال کر عزت کے بلند مقامات پر پہنچا دیا۔ (تیسیر القرآن:640/1)

سوال2: مُّصَدِّقُ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ ’’اس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے‘‘ اللہ تعالیٰ کی کتاب دوسری آسمانی کتابوں کی کیسے تصدیق کرتی ہے جب کہ ان میں تحریف ہو چکی ہے کی وضاحت کریں؟

جواب: قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق ان کی اصل شکل میں کرتا ہے۔قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق یعنی موافقت کرتا ہے اوران کی سچائی پر گواہ ہے۔

سوال3: قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق کیوں کرتا ہے؟

جواب: قرآن مجید پچھلی کتابوں کی تصدیق اس لیے کرتا ہے کہ جواصول اورعقائد قرآن کے اندرموجود ہیں وہ پچھلی کتابوں میں بھی موجود تھے۔

سوال4: وَلِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ حَوۡلَهَا ’’اورتاکہ آپ مکہ اوراس کے اردگرد والوں کوخبردار کردیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اس شہر مکہ میں وہ گھر ہے جسے انسانوں کی عبادت گاہ کے لئے تعمیر کیا گیا۔﴿2﴾ اس شہر مکہ کوانسانوں اور ہر ذی روح کے لیے جائے امن قرار دیا گیا۔﴿3﴾ اس شہر سے اسلام کی دعوت اٹھی جو سب کے لیے عام ہے۔﴿4﴾ اس شہر میں تمام ایمان والے حج کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں تاکہ اسلام کی دعوت لے کر دنیا میں پھیل جائیں۔

سوال5: مکہ کوام القریٰ کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ مکہ مکرمہ کو’’ام القری‘‘اس لئے کہا گیا ہے کہ وہاں وہ پہلا گھر ہے جسے انسانوں کے لئے اللہ کے حکم سے بنایا گیا اور جو تمام اہل جہان کا قبلہ اوران کے حج کی جگہ ہے۔(تیسیر الرحمٰن:418/1)﴿2﴾ اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن حکیم سے مکہ والوں کوتو خبردار کیا جائے گا مگراس کے اردگرد رہنے والے دنیا کے تمام انسانوں کوبھی خبردار کیا جائے گا۔دوالفاظ توجہ طلب ہیں ام القریٰ بستیوں کی ماں یعنی بستیوں میں مرکز کی حیثیت رکھنے والی اوردوسرے حول یعنی اس کے مرکز کے اردگرد اور یہاں اس سے مراد پوری انسانیت ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ہم نے آپ کوتمام جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے‘‘۔وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا ’’ہم نے آپ کوتمام انسانوں کے لئے بشیراورنذیر بنا کر بھیجا ہے۔﴿3﴾ قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ مکہ والوں اوراس کے اردگرد یعنی تمام لوگوں کواللہ تعالیٰ کے عذاب سے اوراس کی پکڑ سے ڈرائیں تاکہ وہ کاموں سے بچ جائیں جواللہ تعالیٰ کے عذاب کا سبب بنتے ہیں۔

سوال6: نزول کتاب کا اصل مقصد کیا ہے؟

جواب: قرآن مجید کے نزول کا مقصد لوگوں کوہوشیار کرنا ہے۔جب تک کسی کے دل میں آخرت کا اندیشہ نہیں ہوتا وہ کتاب سے

ہدایات لینے کے معاملے کوسنجیدہ معاملہ نہیں سمجھتا۔حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کی دعوت اسی کے دل میں جگہ بناتی ہے جو آخرت کا خوف رکھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے نزول کتاب کا مقصد ''انذار'' یعنی برے انجام سے ڈرانا اور ہوشیار کرنا قرار دیا ہے۔

سوال7: وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ''اور جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی اس پر ایمان لاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت کو کون لوگ مان لیتے ہیں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کی کتاب ہدایت قرآن مجید کو وہ لوگ مان لیتے ہیں جو آخرت کا خوف رکھتے ہیں اور جو قیامت کے قیام کو مان لیتے ہیں۔《2》ایمان بالآخرت کا تقاضا ہے کہ آدمی نبی کریم ﷺ اور قرآن پر ایمان لائے اس لئے آپ ﷺ کی دعوت کا مقصد ہی یہ تھا کہ آپ بنی نوع انسان کو آخرت میں عذاب نار سے بچنے اور حصول جنت کے لئے عمل کرنے کی دعوت دیں۔(تیسیر الرحمٰن:419/1)《3》جب دل میں آخرت کا یقین بس جاتا ہے تو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں لگ جاتے ہیں۔

سوال8: وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ''اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت بھی وہی کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》نمازوں کی حفاظت وہ کرتا ہے جو آخرت پر یقین رکھتا ہے اور قرآن مجید کو اپنی زندگی کی کتاب سمجھ کر تھام لیتا ہے ایسے لوگ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یعنی وہ نمازوں کو وقت کی پابندی کے ساتھ ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور نماز کے ارکان ،حدود اور اس کے آداب وشرائط اور اس کی تکمیل کرنے والے تمام امور کی حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں کی حفاظت کرنے والوں میں شامل فرمالے۔آمین

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ(93)

اور اس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟ یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا،اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں کہ ''نکالو اپنی جانیں،آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے۔(93)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے عکرمہ (الخ) سے روایت کی ہے کہ یہ آیت مسلیمہ کذاب (جھوٹے نبی) کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور (ومن قال سانزل مثل ماانزل اللہ (الخ) یہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ نیز سدی سے بھی اسی طرح روایت نقل کی ہے البتہ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی ہے،تو میرے پاس بھی وحی آتی ہے اور اگر اللہ تعالیٰ آپ پر کتاب نازل کرتا ہے تو میرے پاس بھی ویسی ہی کتاب نازل ہوتی ہے۔(تفسیر ابن عباس:407/1)

سوال2: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا'' اوراس سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے سے مراد ایسی بات اس کی طرف منسوب کرنا ہے جس سے وہ بری ہے۔《2》اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کوسب سے بڑا ظلم اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ یہ بہتان ہے اس میں دین میں کی جانے والی تبدیلی کو اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے جو کہ سب سے بڑا ظلم ہے۔《3》نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کہ مجھ پر وحی آتی ہے اسی افترا پردازی میں شامل ہے۔《4》نبوت کا جھوٹا دعویٰ دوسروں پر بھی یہ لازم کرتا ہے کہ وہ اس کی پیروی کریں اور مخالفوں کے جان ومال کو حلال قرار دیں۔

سوال3:اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیسے باندھا جاتا ہے؟

جواب:《1》جو یہ کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر کوئی وحی نہیں آتی۔《2》جو یہ کہے کہ میں بھی ویسا ہی کلام اُتاروں گا جیسا اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے۔

سوال4: اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ'' یا کہے کہ مجھ پر وحی کی گئی حالانکہ اس پر کچھ وحی نہ کیا گیا ہو'' یہ دعوی کون کرتا ہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس پر وحی نہیں آتی؟

جواب:《1》یہ دعوی ایسا شخص کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے نبی کی عظمت کو سمجھ نہیں پاتا۔《2》جس کو مادی اعتبار سے اپنی ذات بڑی اور نبی کی ذات چھوٹی دکھائی دیتی ہے۔《3》جس کی نظریں دنیا میں گم ہو جاتی ہیں وہ آخرت کی دعوت دینے والے کی عظمت کو سمجھ نہیں پاتے،اس لئے دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ ہم پر بھی وحی آتی ہے۔

سوال5: وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ'' اور جو کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے جلد ہی میں بھی ویسا ہی اُتاروں گا'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》کون اس سے بڑھ کر ظالم ہوسکتا ہے جو یہ جھوٹا گمان رکھتا ہو کہ وہ اس چیز پر قدرت رکھتا ہے جس کی قدرت اللہ

تعالیٰ رکھتا ہے وہ بھی ویسی ہی شریعت دے سکتا ہے جیسی اللہ تعالیٰ نے دی، وہ بھی وحی اتار سکتا ہے۔ ﴿2﴾ جو شخص قرآن مجید کا مقابلہ کرنے کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ بھی اس جیسی کتاب بنا سکتا ہے وہ بڑا ظالم ہے اس لیے کہ ایک محتاج اور ناقص بندہ بے نیاز بادشاہ کے ساتھ کیسے خدائی میں شریک ہوسکتا ہے؟

سوال6: وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ ’’اور کاش آپ دیکھیں جب یہ ظالم موت کی سختیوں میں ہوتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ظالموں کی مذمت کی اوران کے لیے عذاب کا ذکر کیا ہے جو عالم نزع میں ان کو دیا جائے گا۔ ﴿2﴾ جب ان پر موت کی سختیاں آئیں گی ہولناک کرب میں مبتلا ہوں گے تو اس شدت کرب کو کوئی بیان نہیں کرسکتا۔

سوال7: وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ’’اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلانے والے ہوتے ہیں نکالو اپنی جانیں آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: نزع کی حالت میں فرشتے ظالموں کی طرف ہاتھ بڑھائیں گے اور روحوں کو قبض کرتے وقت جب وہ جسموں سے نکلنے کا انکار کریں گی تب انہیں کہا جائے گا لاؤ نکالو اپنی جان۔ ﴿2﴾ انہیں ایسا سخت عذاب دیا جائے گا جو انہیں رسوا کردے گا۔ ﴿3﴾ فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ تو کیا ہوگا جب فرشتے ان کی ارواح قبض کریں گے ان کے چہروں اور ان کی کمروں پر ماریں گے۔ (محمد:27) ﴿4﴾ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب کافر کے دنیا سے جانے کا اور آخرت کی طرف پہنچنے کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے نازل ہوتے ہیں ان کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں وہ اس کے پاس آکر وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک نظر پہنچتی ہے پھر ملک الموت تشریف لاتے ہیں وہ اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث جان! تو نکل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی طرف، وہ روح اس کے جسم میں متفرق ہوجاتی ہے (یعنی جسم میں ادھر ادھر پھرتی ہے کیونکہ نکلنا نہیں چاہتی) ملک الموت (زبردستی) اس کی جان کو اس طرح نکالتے ہیں جیسے بھیگا ہوا اون سیخ پر لپٹا ہوا ور طاقت کے ذریعے اس اون سے نکالا جائے جب اس کی روح کو ملک الموت نکال لیتے ہیں تو دوسرے فرشتے جو وہاں موجود ہوتے ہیں وہ پلک جھپکنے کے برابر ذرا سی دیر بھی ان کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتے ان کے ہاتھ سے لے کر ان ٹاٹوں میں رکھ دیتے ہیں جو ساتھ لے کر آئے تھے اور اس روح سے ایسی بدبو نکلتی ہے جیسے زمین پر سب سے زیادہ سڑی ہوئی نعش سے کبھی بدبو آئی ہو۔ اس روح کو لے کر وہ آسمان کی طرف چڑھ جاتے ہیں فرشتوں کی جس جماعت پر بھی گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں یہ کون خبیث روح ہے؟ وہ اس کا برے سے برا نام لے کر جس سے وہ دنیا میں پکارا جاتا تھا جواب دیتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے یہاں تک کہ قریب آنے والے آسمان تک لے

جاتے ہیں وہاں پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں تو وہ دروازہ نہیں کھولا جاتا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سورۃ اعراف کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ان کے لیے نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔ (سورۃ الاعراف:40) ﴿5﴾ انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''آدمی جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کر کے اس کے لوگ باگ پیٹھ موڑ کر رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے پھر دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اس شخص (محمد رسول اللہ ﷺ) کے متعلق تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس جواب پر اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ دیکھ جہنم کا اپنا ایک ٹھکانہ لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے جنت میں ایک مکان اس کے بدلے بنا دیا ہے۔'' نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''پھر اس بندہ مومن کو جنت اور جہنم دونوں دکھائی جاتی ہیں اور رہا کافر یا منافق اس کا جواب یہ ہوتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں میں نے لوگوں کو ایک بات کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا رہا پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو نے کچھ سمجھا اور نہ (اچھے لوگوں کی) پیروی کی۔ اس کے بعد اسے ایک لوہے کے ہتھوڑے سے بڑے زور سے مارا جاتا ہے اور وہ اتنے بھیانک طریقے سے چیختا ہے کہ انسان اور جن کے سوا ارد گرد کی تمام مخلوق سنتی ہے۔'' (صحیح بخاری:1338)

سوال8: ظالموں کو یہ کیوں کہا جائے گا کہ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ''نکالو اپنی جانیں آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا''؟

جواب: ﴿1﴾ ظالموں کی سرکشی کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کی آیات کے مقابلے میں تکبر کرنے کی وجہ سے۔

سوال9: اس آیت کے خوفناک منظر کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: ﴿1﴾ انسان خوف کے مارے دہشت زدہ ہو جاتا ہے۔ اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ ﴿2﴾ وہ تکبر چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

سوال10: بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ''اس وجہ سے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی یہ عذاب ﴿1﴾ اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم جھوٹ بولتے تھے اور انبیاء جو حق لے کر آتے تھے اسے جھٹلاتے تھے۔ ﴿2﴾ یہ عذاب تمہارے اعمال کی جزا ہے اور جزا ہمیشہ عمل کی جنس سے ہوتی ہے۔

سوال11: وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ''اور اس کی آیات سے تکبر کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》تم اللہ تعالیٰ کی آیات کو ماننے اوران پرعمل کرنے سے انکار کرتے تھے اس لیے تمہیں یہ عذاب دیا جارہا ہے۔《2》یہاں یہ آیت کریمہ برزخ کے عذاب اور برزخ کی نعمت پردلالت کرتی ہے کیونکہ اس خطاب اور عذاب کارخ ان کی طرف عین نزع کے وقت اور موت سے تھوڑا پہلے اور موت کے بعد کا ہے۔《3》یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ روح جسم رکھتی ہے جو داخل ہوتی ہے اور خارج ہوتی ہے جس کو مخاطب کیا جاتا ہے وہ جسد کے ساتھ مل کر رہتی ہے اور اس سے علیحدہ ہوجاتی ہے یہ ان کا برزخی حال ہے۔(تفسیر سعدی:798/1)

سوال12:انسان کے اندر تکبر کیسے پیدا ہوتا ہے؟

جواب:《1》جب انسان اپنی دنیاوی حیثیت کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر تکبر پیدا ہوتا ہے۔《2》جب انسان اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے۔《3》جب انسان اپنی زندگی کے مقصد کو بھول جاتا ہے۔《4》جب انسان یہ بھول جاتا ہے کہ دنیا میں مجھے جو کچھ حاصل ہے وہ آزمائش کے لئے ہے مقررہ مدت کے لئے ہے اور موت کے وقت یہ سب کچھ مجھ سے چھن جانا ہے پھر نہ دولت ہوگی، نہ حیثیت، نہ دوست، نہ سفارشی، نہ پکڑ سے بچانے والی کوئی چیز ہوگی۔

وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَد تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنكُم مَّا كُنتُمْ تَزْعُمُونَ(94)

اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو اور ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہارا گمان تھا کہ یقیناً وہ تمہارا کام بنانے میں حصہ دار ہیں بلاشبہ تمہارا رشتہ یقیناً ٹوٹ گیا اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے۔(94)

سوال1: وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُم مَّا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ’’اور بلاشبہ تم ہمارے پاس یقیناً اکیلے آ گئے ہو جیسا کہ ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》تم ہمارے پاس اکیلے آ گئے ہوناں کہہ کر اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو بے یارو مددگار اور ننگے جسم آ گئے ہوناں، تمہارے سارے سہارے چھوٹ گئے، تمہارے سارے وسیلے تم سے دور ہو گئے

، تمہارے اختیارات جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا کئے تھے ختم ہو چکے۔《2》قیامت کے دن نہایت افلاس میں سب اکیلے

اکیلے آئیں گے ان کے ساتھ نہ گھر والے ہوں گے، نہ اولاد، نہ دوست احباب، قیامت کے دن عریاں حالت میں آئیں گے جیسے اللہ تعالیٰ نے پہلی بار پیدا کیا تھا۔﴿3﴾ قیامت کے دن وہ سارے امور کٹ جائیں گے جو دنیا میں بندے کے ساتھ تھے سوائے اچھے اور برے اعمال کے۔ یہ اعمال ہی ہیں جو نفع دیں گے یا نقصان۔ قیامت کے دن جن نعمتوں سے نوازا تھا وہ سب پیچھے چھوڑ جائیں گے یعنی کسی کام نہیں آئیں گی۔﴿4﴾ نبی ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال حالانکہ اس کا مال تو وہ ہے جو اس نے کھایا کھا کر ختم کر دیا۔﴿5﴾ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں، پھر دو چیزیں واپس آجاتی ہیں جبکہ ایک چیز باقی رہ جاتی ہے۔ مرنے والے کے ساتھ اس کے گھر والے اور اس کا مال اور اس کا عمل جاتے ہیں۔ اس کے گھر والے اور اس کا مال تو واپس آجاتے ہیں اور اس کا عمل باقی رہ جاتا ہے۔“ (صحیح بخاری: 6514)﴿6﴾ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ قیامت کے دن لوگوں کا حشر (اس طرح ہوگا) کہ وہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے ہوں گے۔ (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا عورتیں اور مرد اکٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ معاملہ اس بات سے بہت سخت ہوگا کہ کوئی عورت کسی کی طرف دیکھے۔ (صحیح مسلم: 7198)﴿7﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ قیامت کے دن تم اس حال میں جمع کیے جاؤ گے کہ تن پر کپڑے نہ ہوں گے اور سب بے ختنہ ہوں گے اس کے بعد آپ نے سورۃ انبیاء کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ وَعْدًا عَلَیْنَا اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ جیسا کہ ہم نے ابتداء میں پیدا کیا تھا اسی طرح ہم لوٹائیں گے ہمارے ذمہ یہ وعدہ ہے بے شک ہم اس کے مطابق کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا کہ سب سے پہلے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ (بخاری: 693/2:2) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا اس کا گھر ہے جس کا کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا کوئی مال نہیں اور دنیا کے لیے وہ شخص جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں۔ (احمد: 444)

سوال 2: وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ”اور جو بھی ہم نے تمہیں دیا تھا تم اپنی پشتوں کے پیچھے چھوڑ آئے ہو“ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے بسی کا احساس دلایا ہے کہ دیکھو مال پیچھے رہ گیا، اولاد پیچھے رہ گئی، عزت پیچھے رہ گئی، Status پیچھے رہ گیا، تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں، تمہارا کوئی اختیار نہیں۔ بے اختیار ہونے سے پہلے اپنے اختیار سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرلو۔﴿2﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مرنے والا مر جاتا ہے

توفرشتے آپس میں پوچھتے ہیں (کہ اپنے مال اوراعمال سے) کیالے کرآیاجواس نے آگے بھیجاتھااوردنیاکےلوگ یہ پوچھتے ہیں کیا چھوڑکرگیا۔(بیہقی،مشکوۃ:445)﴿3﴾ سیدناانس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ قیامت کے دن انسان کواس حالت میں لایاجائے گا کہ گویاوہ بھیڑکابچہ ہےاس کواللہ تعالی کے سامنے کھڑاکردیاجائے گااس سے اللہ تعالی کاسوال ہوگا کہ میں نے تجھے مال عطاکیااورتجھ پرانعام کیاسوتونے کیاکیا؟وہ جواب دے گا کہ اے رب!میں نے اسے جمع کیااورخوب بڑھایااورجتناتھااس سے خوب زیادہ کرکے چھوڑآیا۔مجھے واپس بھیج دیجئے میں آپ کے پاس لے کرآتاہوں۔اللہ تعالی کاارشادہوگا کہ مجھے

وہ دکھاجوتونے پہلے سے یہاں بھیجاتھاپھروہی عرض کرے گا کہ میں نے جمع کیااوراسے بڑھایااورجتناتھااس سے زیادہ کرکے چھوڑآیالہذامجھے واپس بھیج دیجئے کہ میں سب آپ کے پاس لے کرآجاؤں گا۔نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ ایساشخص نکلے گاجس نے کوئی بھی خیرنہیں بھیجی ہوگی لہذااس کودوزخ کی طرف بھیج دیاجائے گا۔(ترمذی،مشکوۃ:443)﴿4﴾ سیدناابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:’’بندہ کہتاہے میرامال میرامال،حالانکہ اس کے مال میں سے اس کی صرف تین چیزیں ہیں: جوکھایااورختم کرلیا،جوپہنااورپراناکرلیااورجواس نے (اللہ تعالیٰ کے راستے میں) دیااور(یہ اس نے آخرت کے لیے جمع کر لیا)اس کے علاوہ توصرف جانے والااورلوگوں کے لیے چھوڑنے والاہے۔‘‘(صحیح مسلم:7422)

سوال3:وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ’’ورہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کوبھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تمہاراگمان تھا کہ یقیناًوہ تمہاراکام بنانے میں حصہ دارہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ انسان دنیامیں سفارش کرنے والوں سےتوقعات باندھتاہےاورانہیں اپنے مال میں شریک کرلیتاہےاللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے

کہ دیکھوجن کے بارے میں تمہاراخیال تھا کہ مشکل حالات میں سفارش کریں گے آج تمہارے ساتھ نہیں ہیں۔﴿2﴾ مشرک کل بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے تھےاورآج بھی کرتے ہیں۔کل وہ ملائکہ،انبیاءاورصالحین کی عبادت کرتے تھے حالانکہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اورمملوک ہیں۔لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی مخلوق کوحصہ دارٹھہراتے ہیں۔ان کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی عبادت کامستحق ہے۔

سوال4:لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ’’بلاشبہ تمہارارشتہ یقیناًٹوٹ گیااورتم سے وہ سب گم ہوگئے جن کوتم گمان کیاکرتے تھے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے انسانی شعورکوجھنجوڑاہے کہ دیکھوتعلقات ٹوٹ گئے،رابطے ختم ہوگئے،سفارشی گم ہوگئے،شریک

خدا غائب ہو گئے ۔خود ساختہ عقیدے کھو گئے اور ہر وہ چیز جس پر تمہارا اعتماد تھا اس کا اثر روسوخ ختم ہو گیا۔﴿2﴾ آج تمہارے اور تمہارے شرکاء کے درمیان رابطے ختم ہو گئے ،ان تعلقات نے کوئی نفع نہیں دیا۔وَ ضَلَّ عَنۡکُمۡ مَّا کُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ''اور تم سے وہ سب گم ہو گئے جن کو تم گمان کیا کرتے تھے'' وہ جو تمہارے دعوے تھے کہ تمہارے سفارشی تمہیں امن دیں گے، نفع دیں گے، نجات دیں گے سب کچھ گم ہو گیا ناں ابلیس نے تمہارے لیے سب کچھ کیسے خوب صورت بنا دیا تھا تم دھوکہ کھا گئے اور اپنی ذات، اپنی اولاد اور اپنے مال کے بارے میں خسارے میں رہے۔

سوال5: اس آیت کے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب:﴿1﴾ انسان دہشت زدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹتا ہے کہ اب کوئی جائے پناہ نہیں۔﴿2﴾ اس آیت کو پڑھ کر مومن کا دل اللہ تعالیٰ پر یقین سے بھر جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا دامن تھام لیتا ہے۔

رکوع نمبر:18

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَ النَّوٰی ؕ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ مُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ (95)

یقیناً اللہ تعالیٰ ہی دانے

اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے وہی اللہ تعالیٰ ہے، پھر تم کدھر کو بہکائے جاتے ہو؟(95)

سوال1: اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَ النَّوٰی ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے'' دانے اور گٹھلی کے پھاڑنے سے اللہ تعالیٰ کی انوکھی تخلیق کا کیسے تعارف کرایا گیا ہے؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ دیکھو ایک بے جان گٹھلی اور ایک بے جان بیج بڑھنے والے زندہ درخت یا پودے سے نکلتے ہیں۔﴿2﴾ بیج اور گٹھلی کے اندر چھپی ہوئی زندگی ایک پورے درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔﴿3﴾ انسان جب ایک چیز کو بناتا ہے تو اس کے اجزا کو الگ الگ بناتا ہے۔اللہ تعالیٰ ایک چیز کو اس کے مجموعے کے ساتھ بہ یک وقت پیدا کرتا ہے۔پورے کا پورا درخت ایک بیج سے بنا کر کھڑا کر دیا جاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی انوکھی تخلیق ہے۔ انسان اس زندگی کے خواص سے واقف ہے لیکن زندگی کے اصل منبع اور اس کی اصل حقیقت کا اسے علم نہیں۔﴿4﴾ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کمال، اپنے جلال، عظیم اقتدار اور وسعت رحمت کی خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ صحرا اور بیابان کو کیسے تمہارے لیے بھر دیتا ہے ان بیجوں سے جن کو کاشت کیا جاتا ہے اور ان سے بھی جنہیں کاشت نہیں کیا جاتا وہ ساری مخلوق کے لیے اس طرح

خوراک مہیا کرتا ہے۔

سوال 2: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ''وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ ''وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے'' وہی ہے جو منی سے حیوان اور انڈے سے چوزہ پیدا کرتا ہے۔ ﴿2﴾ وہی دانے اور گھٹلی سے اناج اور درخت پیدا کرتا ہے۔ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ (الف) میت سے مراد وہ تمام چیزیں جن میں روح نہ ہو۔ (ب) وہ پرندے سے انڈا نکالتا ہے اور درختوں اور پودوں سے گھٹلیاں اور دانے نکالتا ہے۔

سوال 3: ''وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے'' سے کیا ثابت کیا گیا ہے؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مردہ ذروں کو زندہ کرنے والا نہیں۔ ﴿2﴾ زندگی کے آغاز کے وقت کوئی یہ قدرت نہیں رکھتا کہ مردہ ذروں کو زندہ کر سکے۔ ﴿3﴾ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو موت کے وقت زندہ ذروں کو مردہ کر دیتا ہے۔ ﴿4﴾ زندگی ایک راز ہے جس کی حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ﴿5﴾ ہر چیز کی تخلیق اللہ تعالیٰ کے اندازے، اور اس کی تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔

سوال 4: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ ''وہی اللہ تعالیٰ ہے'' کہہ کر کس جانب توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب: ﴿1﴾ وہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے جو زندگی کا موجد ہے جس کا راز کسی کو معلوم نہیں۔ اسی کا حق ہے کہ تم اس کے احکامات کی اطاعت کرو اور اسی سے ڈرو۔ ﴿2﴾ ساری مخلوق پر فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور عبودیت کو تسلیم کرے جس نے اپنے فضل و کرم سے ساری مخلوقات کے لیے غذا اور ان کی زندگی کے لیے ساری ضروریات کا اہتمام کیا۔

سوال 5: فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ''پھر تم کدھر کو بہکائے جاتے ہو؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ زندگی کا موجد اللہ تعالیٰ ہے پھر تم کدھر بہکائے جا رہے ہو یعنی تمہاری زندگی کے لئے تدبیر و انتظام تو اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ تمہاری مکمل اطاعت کا وہ مستحق ہے پھر انسان اس کو چھوڑ کر کس جانب توجہ کر رہا ہے اور پیچھے کون ہے جو اُس کی توجہ بٹا رہا ہے؟ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ جو عظیم ہے، قدرتوں والا ہے اس کی عبادت کو چھوڑ کر تم کن ہستیوں کی طرف بہکائے جا رہے ہو، کن کی عبادت کر رہے ہو جو اپنے لیے نفع و نقصان کے مالک نہیں، جو موت و حیات اور دوبارہ اٹھائے جانے پر قادر نہیں۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ (96)

وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے، یہ سب

پرغالب،سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔(96)

سوال1: فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ’’وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے‘‘ رات کی تاریکی سے صبح کی روشنی نکالنے اور گٹھلی اوردانے کو پھاڑ کر پودا نکالنے میں کیا مماثلت ہے؟

جواب:《1》رات کی تاریکی سے صبح نکالنا ایسا ہی عمل ہے جس طرح گٹھلی اوردانے کو پھاڑ کر پورا درخت نکالا جاتا ہے ایک حرکت میں صبح کی روشنی نکلتی ہے اوردوسری سے پودے کی کونپل نکلتی ہے ان دونوں مثالوں میں تشبیہ کہ وجہ حرکت، زندگی اورخوب صورتی دونوں مزاج کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں۔《2》جورب دانے اور گھٹلی کو پھاڑتا ہے وہی زمین کے اندھیروں کوصبح کے اجالے سے پھاڑتا ہے پھرتاریکی ختم ہوجاتی ہے اورلوگ اپنی معاش اوردیگر کاموں میں مصروف ہوجاتے ہیں۔《3》گٹھلی اوررات دونوں میں سکون بھی وجہ مماثلت ہے اس سکون کا ہر چیز کے اگنے اور بڑھنے سے خاص تعلق ہے ۔

سوال2: وَجَعَلَ الَّيۡلَ سَكَنًا ’’اوراس نے رات کوسکون کا باعث بنایا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: صبح کا نکلنا، رات کا سکون، سورج اور چاند کے طلوع وغروب کے حساب کتاب سے قدرت اورعلم رکھنے والے کے اندازوں کوثابت کیا گیا ہے۔《1》مخلوق کوجس سکون اورآرام کی ضرورت ہوتی ہے ان کے آرام اورسکون کے لیے رات بنائی۔《2》رات میں پرندے اور جانور بھی آرام کرتے ہیں۔انسان بھی سکون کرتے ہیں پھراللہ تعالیٰ دن کی روشنی لے آتا ہے پھررات ہوتی ہے یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ رات کیسے لاتے ہیں؟

جواب:《1》زمین اپنے محور کے گرد گھومتی ہے جوحصہ سورج کے سامنے آتا ہے وہاں دن ہوتا ہے اور باقی حصے میں رات ہوتی ہے۔یہ محوری گردش زبردست قدرت اورعلم رکھنے والے کے اندازے کے مطابق ہے۔《2》زمین کا سورج کے سامنے ایک متعین فاصلے پر رہنا قدرت اورعلم رکھنے والے کا اندازہ ہے۔

سوال4: وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ’’اورسورج اور چاند کوحساب کا ذریعہ بنایا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》سورج اور چاند کے ذریعے وقت اورزمانوں کی پہچان ہوتی ہے۔《2》سورج اورچاند کے ذریعے عبادات کے اوقات اور معاملات کی مدت مقرر ہوتی ہے۔اگرسورج اورچاند باری باری نہ آئیں توسارے مصالح فوت ہوجائے ۔《3》هُوَ الَّذِىۡ جَعَلَ الشَّمۡسَ ضِيَآءً وَّالۡقَمَرَ نُوۡرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعۡلَمُوۡا عَدَدَ السِّنِيۡنَ وَالۡحِسَابَ‌ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰ لِكَ اِلَّا بِالۡحَـقِّ‌ۚ يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ وہی ہے جس نے سورج کوتیز روشنی اور چاند کونور بنایا ہے اوراس کی منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں

کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ، وہ ان لوگوں کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔ (یونس:5)﴿4﴾ چاند کا حجم اور موجودہ فاصلے پر رہنا زبردست قدرت اور علم والے کا اندازہ ہے۔ ﴿5﴾ موجودہ درجہ حرارت اور موجودہ فاصلہ جس کی وجہ سے زمین پر زندگی ممکن ہوسکتی ہے زبردست قدرت والے اور علم والے کے اندازے کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے۔ ﴿6﴾ انہی کی وجہ سے حیات ممکن ہوئی ہے۔ یہ اتفاق کی بنیاد پر نہیں قدرت والے اور علم والے کی تقدیر کے مطابق ہے سورج کی جسامت زمین سے بارہ لاکھ گنا زیادہ ہے اور زمین چاند سے چار گنا بڑی ہے اور یہ سب حرکت میں ہیں یہ قدرت والے، علم والے کا اندازہ ہے۔ ﴿7﴾ چاند سے تقریباً اڑھائی لاکھ میل دور رہ کر زمین کے گرد چکر کاٹ رہا ہے۔ زمین سورج سے تقریباً ساڑھے نو کروڑ میل کے فاصلے پر رہتے ہو کر سورج کے گرد دو طریقے سے گھوم رہی ہے ایک اپنے محور پر اور دوسرے سورج کے مدار پر یہ زبردست قدرت اور علم رکھنے والے کے اندازے ہیں۔ ﴿8﴾ اتنا بڑا نظام صحت سے چل رہا ہے۔ اس کائناتی نظام سے دن اور رات پیدا ہو رہے ہیں اسی سے دن، مہینے، سال وجود میں آئے ہیں۔ اسی سے انسان کے لئے اپنی زندگی میں ترتیب رکھنا ممکن ہے ہزاروں سال سے اس نظام میں فرق نہیں آرہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسی ہستی ہے جس کی قوت لامحدود حد تک زیادہ ہے۔ کوئی بے علم ہستی ایسا نظام قائم نہیں کرسکتی۔ اس کی منصوبہ بندی کامل ہے۔ وہ بہت غلبے والا ہے اس کے غلبے کے بغیر اتنا بڑا کارخانہ چلنا ممکن نہیں۔

سوال5: ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ''یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ یہ اللہ رب العزت کا غلبہ ہے کہ ساری مخلوق اس کے لیے مطیع ہے اور اپنے کاموں کو جاری رکھے ہوئے ہے اور ان حدوں سے انحراف نہیں کرتی جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہیں۔ ﴿2﴾ الْعَلِيْمِ وہی ہے جس کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں۔ اس کے علم محیط کی دلیل ہے کہ اس نے سارے نظام مسخر کر رکھے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ(97)

اور وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو بنایا تا کہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرو یقیناً ہم نے دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔ (97)

سوال1: وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ''اور وہی ذات ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو بنایا تا کہ تم ان سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ضروریات اور فائدوں کے لیے تارے بنائے۔ ان سے ﴿1﴾ رات کا وقت پتہ چلتا ہے۔ ﴿2﴾ راستوں اور سمتوں کا پتہ چلتا ہے۔ ﴿3﴾ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو راستے دکھانے کے لیے ستاروں کو تخلیق

فرمایا۔《4》صحرا اور سمندر میں انسان ہمیشہ ستاروں کے ذریعے راستہ معلوم کرتا ہے۔آج جدید آلات کی تیاری کے باوجود ان سفروں میں قطب شمالی اور تاروں سے ہدایت لی جاتی ہے۔

سوال 2: قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ''یقیناً ہم نے دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات کو علم والوں کے لیے کھول کر بیان کر دیا ہے۔《2》جیسے صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں انسان تب راہ نمائی لے سکتا ہے جب اسے ستاروں کے مداروں اور ان کے مختلف مواقع کا علم ہو۔اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اپنے خالق تک پہنچنے کی ہدایت بھی علم والے ہی پا سکتے ہیں جو علم سے محروم ہے وہ اپنے خالق کے تعلق سے محروم ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ (98)

اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا پس ایک قرارگاہ ہے اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے یقیناً ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں۔(98)

سوال 1: وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ''اور وہی ہے جس نے تمہیں ایک ہی جان سے پیدا کیا'' وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے ساری نسل انسانی کو پیدا کیا۔ان کی تخلیق، اخلاق اور اوصاف میں فرق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے۔《2》مرد اور عورت اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک ہیں (i) ایک مرد اور ایک عورت سے اللہ نے کھربوں انسانوں کی پیدائش کا سلسلہ جاری کر دیا ہے۔جس نے انسان کو اور اس کائنات کو پیدا کیا ہے اس کی قدرت وسیع ہے (ii) انسان کی یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ ایک مشین تخلیق کرے تو اس سے اسی قسم کی بے شمار مشینیں نکلتی چلی آئیں انسانی کارخانوں کو الگ الگ مشینیں بنانی پڑتی ہیں۔اللہ تعالیٰ اس نادر تخلیق پر قادر ہے کہ ایک انسان کو وجود میں لا کر اس کی ساری نسل وجود میں لاتا ہے۔

سوال 2: فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ''پس ایک قرارگاہ ہے اور ایک سونپے جانے کی جگہ ہے'' سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》مستقر سے مراد ارحام اور مستودع سے مراد مردوں کی پشت ہے۔(ایسر التفاسیر:409,410)《2》انسان ابتدا میں ماں کے سپرد کیا جاتا ہے جو اس کے لئے مستقر ہے پھر وہ دنیا میں آتا ہے پھر موت کے بعد قبر میں جاتا ہے۔تو اس کے لئے مستودع ہے۔ہر انسان کے لئے مستقر بھی الگ ہے اور مستودع بھی مقرر ہے۔《3》اللہ تعالیٰ نے ان کا مستقر یعنی ان کی غایت وانتہا مقرر فرما دی ہے جس کی طرف ان کو لے جایا جا رہا ہے اور وہ ہے آخرت کی جائے قرار، اس سے آگے کوئی غایت

وانتہانہیں ۔دنیاوہ گھر ہے جہاں رہنے کے لیےمخلوق کو پیدا کیا گیااوران کواس لیے وجود میں لایا گیا تاکہ وہ ان اسباب کے لیے بھاگ دوڑ کریں جوزمین میں پیدا ہوتے ہیں اورزمین ان سے آباد ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کوآباء کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں امانت رکھ دیا، وہاں سے یہ امانت دنیامیں آجاتی ہے پھر برزخ میں منتقل ہوجاتی ہے۔ ہرجگہ اس کی حیثیت امانت کی ہوتی ہے جس کوٹھہراؤاور ثبات نہیں بلکہ مستقل ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ اسے دارآخرت میں پہنچادیا جائے جواس کامستقر مقام ہے۔رہادنیا کا گھر تو یہ کذب گاہ ہے۔(تفسیر سعدی:802/1)

سوال3: قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ”یقیناً ہم نے نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں ان لوگوں کے لیے جوسمجھتے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے سمجھ رکھنے والوں کے لئے نشانیاں واضح کردی ہیں اور فقیہہ وہ ہے جوانسان کی تخلیق کے بارے میں اللہ کی کاریگری کو جانتا ہو کہ کیسے نطفے سے مرداورعورت پیدا ہوجاتے ہیں؟ کیسے ان کی تعداد کم وبیش برابر رہتی ہے کیسے نسل کے جاری رہنے کے لئے انتظامات کئے جاتے ہیں اس میں ایک غالب اورعلم رکھنے والے خالق تک پہنچنے کے لئے نشانیاں ہیں مگر سمجھ رکھنے والوں کے لئے۔《2》اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانیاں اس لیے کھول کر بیان کی ہیں تاکہ لوگ اس کی آیات کوسمجھیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ(99)

اوروہی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا سوہم نے اس سے ہرقسم کی نباتات اگائیں، توہم نے اُس سے سبزکھیتی نکالی جس سے ہم تہ بہ تہ دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے اس کے گابھوں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگوراور زیتون اورانار کے باغات ہیں آپس میں ملتے جلتے اورنہ ملنے جلنے والے، اس کے پھل کو دیکھوجب وہ پھل لائے اور جب وہ پکتا ہے بلاشبہ ان چیزوں میں یقیناً نشانیاں ہیں اُن کے لیے جوایمان لاتے ہیں۔(99)

سوال1: وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ”اوروہی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی نازل کیا“ کیسے وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے اپنے انعامات میں سے بڑی نعمت کو بیان فرمایا ہے ہرچیز کی پیدائش میں پانی کا کردار ہے۔سطح زمین پرمٹی کی فراہمی پانی کی وجہ سے ہے۔زمین کوتروتازہ اورسرسبز رکھنے کے لئے پانی اہم کردارادا کرتا ہے۔آسمانوں میں

بجلیوں کی چمک کی وجہ سے برف اور بارشوں کے ساتھ نائیٹروجن گرتی رہی جو پانیوں میں تحلیل ہوسکتی ہے اس طرح زمین کی روئیدگی شروع ہوگئی۔ ﴿2﴾ رب العزت نے فرمایا: اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ یقیناً آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان دونوں کو پھاڑ کر جدا کیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو بنایا تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے ۔(الانبیاء:30) اللہ تعالیٰ نے پانی جیسی نعمت عطا فرمائی جس سے ہر قسم کی غذائیں مہیا کیں اور دیگر ضروریات پوری کیں۔ یہ انعام واجب کرتا ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں، اس کی عبادت اوراس کی محبت کے لیے کوشش کریں۔

سوال 2: فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ’’سو ہم نے اس سے ہر قسم کی نباتات اگائیں تو ہم نے اُس سے سبز کھیتی نکالی جس سے ہم تہ بہ تہ دانے نکالتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ہر پودا جب اگتا ہے تو سبز ہوتا ہے۔ مٹی سے سبزہ نکالنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پانی سے اگنے والی نفع مند نباتات کا ذکر کیا ہے۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے سرسبز نباتات میں سے تہ بہ تہ دانے نکالے یعنی گندم، جو، مکئی، چاول اور دیگر اجناس سب ایک ہی مادے سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے نہیں۔ تمام دانے الگ الگ ہوتے ہیں جب کہ ان کی جڑ ایک ہوتی ہے ان میں سے کچھ بیج کے لیے رکھ لیے جاتے ہیں اور کچھ ذخیرہ کر لیے جاتے ہیں۔

سوال 3: وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ’’اور کھجور کے درختوں سے اس کے گابھوں سے جھکے ہوئے خوشے ہیں اور انگور اور زیتون اور انار کے باغات ہیں آپس میں ملتے جلتے اور نہ ملنے جلنے والے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے کھجور سے گابھے اور ان سے کھجور کے خوشے نکالے۔ ﴿2﴾ مِنْ طَلْعِهَا اس کے گابھے سے جو کہ خوشہ نکلنے سے پہلے کا غلاف ہوتا ہے۔ ﴿3﴾ قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ اللہ تعالیٰ پھلوں کے جھکے ہوئے گچھے نکالتے ہیں جن کو کھجوروں سے حاصل کرنا مشکل نہیں ہوتا۔ ﴿4﴾ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر انگور، زیتون اور انار کے باغات کا ذکر اس لیے کیا ہے کیونکہ ان میں نفع زیادہ ہے اور ان کی بڑی اہمیت ہے۔ ﴿5﴾ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ اس سے مراد انار اور زیتون ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کے

درخت اور پتے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور پھل غیر مشابہ ہوتے ہیں۔ اس سے وہ تمام درخت اور پھل بھی مراد ہو سکتے ہیں جو کسی اعتبار سے ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں لیکن دوسرے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں۔

سوال 4: اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ’’اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھل لائے اور جب وہ پکتا ہے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے پھل کھانے کی نہیں غور وفکر کی دعوت دی ہے کہ پکنے کی خوبصورتی دیکھ کراللہ تعالیٰ کی کاریگری پر غور کرواوران سے لطف حاصل کرو۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے عام طور پر تمام پھلوں کی طرف لیکن خاص طور پر کھجور کی طرف توجہ کرنے کی دعوت دی ہے۔﴿3﴾ غور وفکر کی دعوت اس وقت کے لیے ہے اِذَآ اَثۡمَرَ جب وہ پھل لائے وَ یَنۡعِہٖ اوراس کے پکنے پر یعنی اس کے شگوفے نکلنے اور پک کر پھل کے سرخ ہونے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اوراحسان کو دیکھو۔

سوال5: اِنَّ فِیۡ ذٰلِکُمۡ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ’’بلاشبہ ان چیزوں میں یقیناً نشانیاں ہیں اُن کے لیے جو ایمان لاتے ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ اللہ تعالیٰ نے آیات الٰہی سے فائدہ اٹھانے کو مومنوں کے ساتھ خاص کیا ہے کیونکہ نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ ایمان لانے سے قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کا دل کھل جاتا ہے پھر انسان اللہ تعالیٰ کی نشانیوں پر غور وفکر کرسکتا ہے۔﴿2﴾ مومنوں کو ان کا ایمان اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں اوران میں ہی اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور وفکر اوران سے نتائج نکالنا بھی ہے۔

سوال6: ایمان کی دعوت انسان کے ذہن کا جزو کب بنتی ہے؟

جواب: ایمان کے راستے میں جب انسان آدھا سفر طے کرلیتا ہے پھر یہ دعوت اثر انداز ہوتی ہے اور یہ آدھا سفر سماعت کا ہے ۔جیسے قرآن حکیم میں فرمایا: اِنَّمَا یَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ یَسۡمَعُوۡنَ یقیناً قبول وہ لوگ کرتے ہیں جو سنتے ہیں۔

وَ جَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الۡجِنَّ وَ خَلَقَہُمۡ وَ خَرَقُوۡا لَہٗ بَنِیۡنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوۡنَ (100)

اوران لوگوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا ہے حالانکہ اس نے اُن کو پیدا کیا اورانہوں نے کچھ جانے بغیر اُس کے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں، وہ پاک ہے اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔(100)

سوال1: وَ جَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ الۡجِنَّ وَ خَلَقَہُمۡ وَ خَرَقُوۡا لَہٗ بَنِیۡنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ’’اوران لوگوں نے جنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دیا ہے حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا اورانہوں نے کچھ جانے بغیر اس کے بیٹے اور بیٹیاں تراش رکھی ہیں‘‘ انسانوں نے جنات اور فرشتوں کو پوجنا کیسے شروع کر دیا؟

جواب:﴿1﴾ انسانوں کی یہ کمزوری رہی ہے کہ جس چیز میں بھی وہ پُراسراریت دیکھتا ہے اُسے بڑا سمجھ کر اُسے خُدا بنا بیٹھتا ہے پھراس سے نفع حاصل کرنے کے لئے مدد مانگتا ہے اوراس کی آفتوں سے بچنے کے لئے اس کو پوجتا ہے اسی ذہنیت کے تحت جنوں اور فرشتوں کی پرستش شروع ہوئی حالانکہ ان کے الٰہ نہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے اندر تخلیق کرنے کی صفت موجود نہیں ہے۔﴿2﴾ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ بندوں پراس کے اتنے احسانات ہیں اس کے باوجود وہ جنوں

اور فرشتوں کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔《3》اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے خلق اور امر میں شریک ٹھہراتے ہیں۔《4》انہوں نے جعلی طور پر یہ عقیدہ گھڑ لیا ہے ، یہودیوں نے عزیر کو اللہ کا بیٹا بنایا عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنایا یا اہل عرب نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا۔ یہ سارے دعوے بغیر علم کے ہیں انہوں نے نہ اپنے آپ کو پیدا کیا نہ دوسروں کو پیدا کرنے پر قادر ہیں۔ خالق ہی الٰہ ہوسکتا ہے۔ مخلوق الٰہ نہیں ہوسکتی۔

سوال 2: سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوۡنَ ”وہ پاک ہے اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ ان کی باتوں سے پاک اور بلند ہے اور شرکاء سے بھی پاک اور بری ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 525/1)

《2》اللہ تعالیٰ ہر صفت کمال سے متصف اور ہر نقص، آفت اور عیب سے منزہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 805/1)

رکوع نمبر: 19

بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ (101)

آسمانوں اور زمین کا وہی موجد ہے، اس کی کوئی اولاد کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں! اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔ (101)

سوال 1: بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ”آسمانوں اور زمین کا وہی موجد ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ کسی سابقہ نمونے کے بغیر آسمانوں اور زمین کو تخلیق کرنے والا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بہترین شکل، مہارت اور بہترین نظام کے ساتھ تخلیق کیا ہے۔ اس کی تخلیق میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف کروا کر کیا ثابت کرنا مطلوب ہے؟

جواب۔《1》اللہ تعالیٰ نئے سرے سے کائنات کو وجود میں لے کر آیا ہے اسے کیا ضرورت کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔《2》اولاد تو اس کی ضرورت ہے جو کمزور ہو فانی ہو، اسے مدد کی ضرورت ہو وہ تو نئے سرے سے ہر چیز کو پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اس میں کمزوری نہیں، وہ باقی ہے اسے مددگاروں کی ضرورت نہیں پھر اس کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے۔

سوال 3: اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ”اس کی کوئی اولاد کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں“ سے کیا ثابت کیا گیا ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، ساری مخلوق اس کی محتاج ہے۔《2》اللہ تعالیٰ کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں۔《3》دنیا میں اولاد کا ضابطہ یہی ہوتا ہے کہ ایک ہی جنس سے جوڑا ہو پھر اولاد ممکن ہے۔ جب کہ جوڑا ہی نہیں

تو اولاد کیسے ممکن ہے؟ ﴿4﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ؕ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۙ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۙ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۚ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ؕ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ؕ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا اور انہوں نے کہا کہ رحمان نے کسی کو بیٹا بنایا ہے بلاشبہ تم یقیناً بڑی بھاری بات کو آئے ہو۔ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں ۔کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے کسی اولاد کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ رحمٰن کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ آسمان اور زمین میں جو کوئی بھی ہے رحمان کے پاس غلام بن کر ہی آنے والا ہے۔ بلاشبہ یقیناً اس نے ان کا احاطہ کر رکھا ہے اور اس نے ان سب کو خوب اچھی طرح شمار کر کے گن رکھا ہے۔اور ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اس کے پاس اکیلا آنے والا ہے ۔ (مریم:88.95) ﴿5﴾ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ) ابن آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ اس کے لئے یہ مناسب نہ تھا۔اس نے مجھے گالی دی حالانکہ یہ اس کا حق نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اسے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا جیسا کہ میں نے اسے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔اس کا گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے اللہ نے بیٹا بنالیا ہے حالانکہ میں بے پرواہ ہوں، میرے ہاں نہ کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔ کفوا اور کفیئا اور کفاء ہم معنی ہیں۔ (بخاری:4975)

سوال 4: وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ''اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے'' معبود ہونے کے لئے ''خلق'' اور ''علم'' کی صفات کا ہونا ضروری ہے کیسے وضاحت کریں؟

جواب: ﴿1﴾ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے اس کی تخلیق میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ۔ ﴿2﴾ اللہ تعالیٰ کا علم تمام اشیاء کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ﴿3﴾ خالق الٰہ ہو سکتا ہے جس کے اندر خلق کی صفت نہیں وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے جو نہ خود اپنے آپ کو بنا سکا ہو نہ کسی اور چیز کی تخلیق پر قدرت رکھتا ہو۔ ﴿4﴾ علم والا ہی الٰہ ہو سکتا ہے۔ جو علیم ہے وہ ہر جز و اور کل سے باخبر ہوتا ہے۔اور اپنی خبر کے مطابق وہ کام بناتا ہے۔ ﴿5﴾ جو الٰہ کامل صفات کا مالک ہے کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنی خدائی میں کسی اور کو شریک کر لے۔ ﴿6﴾ تخلیق کے بعد ذکر میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اسے اپنی مخلوق کا علم ہے اور اس کی مخلوق ایک نظام کے مطابق چل رہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس نے فرمایا: اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا اور وہ نہایت باریک بین، خوب باخبر ہے۔ (ملک :14) اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (یس:81)

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ (102)

یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،وہ ہر چیز کا خالق ہے،چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو،اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔(102)

سوال1: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ''یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ جو تمہارا خالق ہے ،جسے تمہارا بھی علم ہے تمہاری ضروریات کا بھی ،تمہارے حالات کا بھی وہی تمہارا رب ہے وہی تمہاری عبادت اور تمہاری محبت کا حق رکھتا ہے۔《2》جب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اپنی ہر قسم کی عبادت کا رخ اس کی طرف پھیر دو اسی کے لیے عبادت کو خالص کر و اسی کی رضا کو اپنا مقصد بناؤ اس نے فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔(الذاریات:56)

سوال2: ربوبیت کی اہم خصوصیات واضح کریں؟

جواب: ربوبیت کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔《1》صاحب اختیار ہونا۔《2》تدبیر اور انتظام کرنا۔《3》ہدایت دینا۔《4》بادشاہ ہونا۔《5》حکم منوانے کی پوزیشن میں ہونا۔《6》ایسا نظام اور دین دینا کہ لوگ اجتماعی طور پر اس پر عمل کریں

۔

سوال3: لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہر چیز کا خالق ہے،چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی تمہارا رب جو خالق کائنات ہے اور وہ اس لیے عبادت کے لائق ہے کہ اس کی نہ کوئی بیوی ہے نہ کوئی اولاد۔اسی کی

عبادت کرو وہ بے مثال خالق ہے۔وہی رزق دیتا ہے اور وہی حفاظت کرتا ہے۔

سوال4: خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ''وہ ہر چیز کا خالق ہے'' اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا لازمی نتیجہ کیا نکلتا ہے؟

جواب:《1》خالق ہونے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ بادشاہ بھی اور مالک بھی ہے،اور مالک ہے تو رازق بھی ہے،اور رزق وہ اپنی ملکیت سے دیتا ہے جس میں کوئی شریک نہیں ہے۔تخلیق،ملکیت اور رزق اللہ تعالیٰ کا ہے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہی رب ہے۔انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔

سوال5: فَاعْبُدُوْهُ ''چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو'' اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت کس دلیل کی بنیاد پر دی جارہی ہے؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے،وہی مالک ہے،وہی رزق دیتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ رب ہے،تدبیر اور انتظام

کرنے والا بادشاہ ہے۔《3》اللہ تعالیٰ ہر کام بنانے والا ہے۔《4》انسان کے لئے اللہ ہی کی ذات سب سے بڑا سہارا ہے اس لئے انسان کو اللہ کی غلامی کرنی چاہیے۔

سوال 6: وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ''اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنی ہر تخلیق کا نگہبان اور حفاظت کرنے والا ہے، ان سب کو رزق دیتا ہے، ان کی خوراک مہیا کرتا ہے، ان کے لیے تدبیر اور انتظام کرتا ہے اور اپنی قدرت سے ہر طرح کا اختیار استعمال کرتا ہے وہ ہر چیز پر ''وکیل'' نگہبان ہے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (103)

نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ سب نگاہوں کو پا لیتا ہے اور وہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(103)

سوال 1: لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ''نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》انسان کی نگاہیں رب کو نہیں پا سکتیں۔ایک فانی وجود کے لیے ممکن بھی نہیں کہ وہ ازلی وابدی ذات کا ادراک کر سکے۔اسے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔《2》انسان نگاہوں سے رب کی نشانیاں پا سکتا ہے اس لئے اسے جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ محسوس صورت میں نظر نہیں آ سکتا۔《3》اس کی عظمت اور اس کے جلال وکمال کی بنا پر نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں اگرچہ آخرت میں اس کو دیکھ سکیں گی اور اس کے چہرہ مکرم کے نظارے سے خوش ہوں گی پس ادراک کی نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ مفہوم مخالف کی بنا پر رویت کا اثبات ہوتا ہے کیونکہ ادراک، جو کہ رویت کا ایک خاص وصف ہے کی نفی رویت کے اثبات پر دلالت کرتی ہے۔

《4》مقصود بندوں کو خوف دلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اگرچہ ظاہری نگاہیں نہیں دیکھ رہی ہیں، لیکن وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔اس لئے اس کی گرفت سے بچ کر رہنا چاہیے اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اہل دنیا کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی دنیاوی وجود رکھنے والے شخص کو اس کا بیٹا قرار دیا جائے؟! آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔(تیسیر الرحمٰن :423/1)《5》سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ایمان والوں کی ماں! کیا نبی ﷺ نے معراج کی رات میں اپنے رب کو دیکھا تھا؟ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم نے ایسی بات کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے کیا تم ان تین باتوں سے بھی ناواقف ہو؟ جو شخص بھی تم میں سے یہ تین باتیں بیان کرے وہ جھوٹا ہے جو شخص یہ کہتا ہو کہ نبی ﷺ نے شب معراج میں اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے۔پھر انہوں نے آیت لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ سے لے کر من ورآء حجاب تک کی تلاوت کی اور کہا کہ کسی انسان کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ سے بات کرے سوا اس کے کہ وحی کے ذریعہ ہو یا پھر پردے کے پیچھے سے ہو اور جو شخص تم سے کہے کہ نبی ﷺ آنے والے کل کی بات جانتے تھے وہ بھی جھوٹا ہے۔اس کے لیے انہوں نے آیت

وَمَاتَدۡرِیۡ نَفۡسٌ مَّاذَاتَکۡسِبُ غَدًا یعنی ”اورکوئی شخص نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا۔ کی تلاوت فرمائی۔ اور جو شخص تم میں سے کہے کہ نبی ﷺ نے تبلیغ دین میں کوئی بات چھپائی تھی وہ بھی جھوٹا ہے۔ پھرانہوں نے یہ آیت تلاوت کی یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ یعنی اے رسول! پہنچا دیجئے وہ سب کچھ جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر اتارا گیا ہے۔ ہاں نبی ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دومرتبہ دیکھا تھا۔ (صحیح بخاری:4855)《6》ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم میں کھڑے ہوکر پانچ باتیں فرمائیں کہ اللہ سوتا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی شان ہے۔ میزان اعمال کو جھکاتا ہے اور بلند کرتا ہے۔ اس کی طرف رات کا عمل دن کے عمل سے پہلے اور دن کا عمل رات کے عمل سے پہلے بلند کیا جاتا ہے اور اس کا حجاب آگ ہے۔ اگر وہ اسے کھول دے تو اس کے چہرے کی شعائیں جہاں تک اس کی نگاہیں پہنچتی ہیں مخلوق کو جلادیں۔ (صحیح مسلم :445)《7》سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تو نور ہے میں اس کو کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ (زیادتی نور کی وجہ سے)“ (صحیح مسلم:443)《8》وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔ (القیامہ:22,23)《9》رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب اہل جنت، جنت میں داخل ہوجائیں گے تو حق تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ جو نعمتیں جنت میں مل چکی ہیں ان سے زائد اور کچھ چاہیے تو بتلاؤ کہ ہم وہ بھی دے دیں، یہ لوگ عرض کریں گے، یا اللہ آپ نے ہمیں دوزخ سے نجات دی، جنت میں داخل فرمایا، اس سے زیادہ ہم اور کیا چاہیں؟ اس وقت حجاب درمیان سے اٹھادیا جائے گا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوگی اور جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھ کر یہ نعمت ہوگی، یہ حدیث صحیح مسلم میں سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

سوال 2: وَهُوَ یُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ ”اور وہ سب نگاہوں کو پالیتا ہے“ وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ انسان کو دیکھتا ہے کہ وہ بصیرت کی آنکھ سے دیکھ کر رب کو ماننے پر راضی ہے یا نہیں؟ وہ باریک بین ہے جس کے بارے میں اس کی نگاہیں پالیتی ہیں کہ وہ بن دیکھے اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتا ہے اسی کو وہ جنتوں جیسی نعمتیں عطا کرتا ہے۔《2》اللہ تعالیٰ وہی ہے جو ہر ظاہر اور باطن کا علم رکھتا ہے۔ جہری اور خفیہ آوازوں کو سنتا ہے اس کی بصارت سے کچھ بھی اوجھل نہیں ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے لیے کیسی نگاہوں کی ضرورت ہے؟

جواب: بصیرت کی آنکھ ہی اللہ تعالیٰ کو پاسکتی ہے جو بصارت سے دیکھنا چاہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے سے محروم رہتا ہے۔

سوال 4: وَهُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ”اور وہ نہایت باریک بین، پوری خبر رکھنے والا ہے“ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ الطیف ہے۔وہ باریک بیں ہے اس کا لطف وکرم ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی طرف آنے کا راستہ دکھاتا ہے اور ہمیشہ کی جنت میں پہنچاتا ہے۔بسااوقات وہ اپنے بندوں پر ایسے حالات مقدر کر دیتا ہے جنہیں وہ ناپسند کرتے ہیں اور ان کو دور کرنے کے لیے دعائیں کرتے ہیں مگر وہ رب کریم جانتا ہے کہ ان کے کمال کے لیے کیسے حالات اور معاملات ان کے لیے درست ہیں اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ وَ ہُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ کیا وہی نہیں جانتا جس نے پیدا کیا اور وہ نہایت باریک بیں، خوب باخبر ہے (الملک:14) وہ لطیف وکریم مومنوں کے ساتھ بے حد رحیم ہے۔یٰبُنَیَّ اِنَّہَاۤ اِنۡ تَکُ مِثۡقَالَ حَبَّۃٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَکُنۡ فِیۡ صَخۡرَۃٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِی الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِہَا اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ اے میرے چھوٹے بیٹے !اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے گا یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں ، پوری خبر رکھنے والا ہے۔(لقمان:16)《2》اللہ تعالیٰ خبیر ہے اس نے اپنے بندوں کو خبردار کیا ہے کہ ان کی ہدایت اور گمراہی ان کی اپنی ذات کے لیے ہے۔

قَدۡ جَآءَکُمۡ بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۚ فَمَنۡ اَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ عَمِیَ فَعَلَیۡہَا ؕ وَ مَاۤ اَنَا عَلَیۡکُمۡ بِحَفِیۡظٍ (104)

یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز دلیلیں آ گئی ہیں، چنانچہ جو بینائی سے کام لے گا تو وہ اس کے اپنے نفس کے لیے ہے اور جو اندھا رہا تو وہ بھی اُسی پر ہے اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں ہوں۔(104)

سوال1:قَدۡ جَآءَکُمۡ بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ''یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بصیرت افروز دلیلیں آ گئی ہیں''بصائر سے کیا مراد ہے؟

جواب:《1》بصائر سے مراد کتاب وسنت کے دلائل ہیں۔(مختصرابن کثیر:527/1)《2》یہاں بصیرت سے مراد وہ دلائل اور نشانیاں ہیں جنہیں اللہ نے قرآن کریم میں اور رسول ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ میں بیان فرمایا ہے۔(تیسیر الرحمٰن 423،424/1:)《3》بصیرت یعنی اللہ تعالیٰ کا علم (قرآن) انسان کو ہدایت دیتا ہے، راہ نمائی کرتا ہے۔《4》جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آرہا ہے وہی بصیرت کی روشنی ہے۔《5》یعنی تمہارے پاس حق واضح کرنے والی آیات آ گئی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان آیات کے ذریعے اپنے بندوں کی تربیت فرماتے ہیں۔

سوال2:فَمَنۡ اَبۡصَرَ فَلِنَفۡسِہٖ ''چنانچہ جو بینائی سے کام لے گا تو وہ اس کے اپنے نفس کے لیے ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی روشنی، وحی کی روشنی کو کھلی آنکھوں سے دیکھے گا اس کا علم حاصل کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا۔

سوال3:وَ مَنۡ عَمِیَ فَعَلَیۡہَا ''اور جو اندھا رہا تو وہ بھی اُسی پر ہے''روشنی ہوتے ہوئے اندھا کون بنا رہتا ہے؟

جواب:﴿1﴾ جووحی کی روشنی سے آنکھیں بند کرلے اور اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی دیکھنا ہی نہ چاہے وہی محروم ہے۔﴿2﴾ جوغوروفکر نہ کرے وہ نہ اس کی اطاعت کرتا ہے نہ اس کے سامنے جھکتا ہے۔﴿3﴾ اندھے پن کا نقصان اسی کے لیے ہے جواندھا بنا رہا اور اس نے غوروفکر نہ کیا رب العزت نے فرمایا: اَفَلَمۡ يَسِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ فَتَكُوۡنَ لَهُمۡ قُلُوۡبٌ يَّعۡقِلُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ اٰذَانٌ يَّسۡمَعُوۡنَ بِهَا‌ ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ تو کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان کے لیے ایسے دل ہوں جن سے وہ سمجھتے ہوں؟ یا ایسے کان ہوں جن سے وہ سنتے ہوں، پس یقیناً آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔(الحج:46)﴿4﴾ مَنِ اهۡتَدٰى فَاِنَّمَا يَهۡتَدِىۡ لِنَفۡسِهٖ‌ ۚ وَمَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيۡهَا‌ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى‌ ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنی ذات کے لیے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے آپ پر گمراہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھاتی اور ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں جب تک کہ ہم کوئی رسول نہ بھیجیں۔(بنی اسرائیل:15)

سوال4: وَمَاۤ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ ”اور میں تم پر کوئی محافظ نہیں ہوں“ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿1﴾ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا آپ ﷺ انہیں بتا دیں کہ میں تمہارے اعمال پر نگران نہیں ہوں۔﴿2﴾ میں تم پرنگران نہیں ہوں سے مراد یہ ہے کہ نظریں عطا کر کے، بصیرت کی روشنی، قرآن کا علم دے کر اگر اب بھی کوئی آنکھیں بند کرتا ہے تو تمہاری بصیرت کی مزید نگرانی اب جبر کے دائرے میں آتی ہے اختیار کے دائرے میں نہیں اس لئے میں تم پرنگران نہیں ہوں۔﴿3﴾ میرا فرض وحی کو پہنچانا تھا سو میں نے پہنچا دیا اس کے بعد جو کچھ ہے اس پر میں نگران نہیں ہوں۔

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الۡاٰيٰتِ وَلِيَـقُوۡلُوۡا دَرَسۡتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ(105)

اور اسی طرح ہم اپنی آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ وہ کہیں کہ تم نے پڑھ رکھا ہے اور تاکہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے واضح کر دیں جو علم رکھتے ہیں۔(105)

سوال1: وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الۡاٰيٰتِ وَلِيَـقُوۡلُوۡا دَرَسۡتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ”اور اسی طرح ہم اپنی آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں اور تاکہ وہ کہیں کہ تم نے پڑھ رکھا ہے اور تاکہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے واضح کر دیں جو علم رکھتے ہیں“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف طریقوں سے دلیلیں کیوں پیش کی جاتی ہیں؟

جواب:﴿1﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الۡاٰيٰتِ ”اور اسی طرح ہم اپنی آیات کو پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں“ جو لوگ سچائی کی تلاش میں ہیں اُن کے لئے یہ دلائل، یہ آیات ایمان لانے کا سبب بن جاتیں۔﴿2﴾ جو لوگ ہدایت نہیں چاہتے جو اللہ کی آیات کو کوئی قابل لحاظ چیز نہیں سمجھتے، جو اس کے لئے سنجیدہ نہیں وہ پکار اُٹھیں ”تم نے بات ہم تک پہنچا دی“۔

سوال 2: وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ ''اور تا کہ وہ کہیں کہ تم نے پڑھ رکھا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی تم نے علم حاصل کیا ہے اور پڑھا اور کوئی چیز آپ کی طرف وحی نہیں کی گئی۔(ایسر التفاسیر)《2》اہل مکہ گمان کرتے تھے کہ نبی ﷺ کو جبر اور یسار دو نصرانی غلام سکھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس کی وضاحت فرمائی ہے

۔

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ اور ہم جانتے ہیں کہ یقیناً وہ کہتے ہیں کہ بے شک اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے جس آدمی کی طرف وہ غلط منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے۔(النحل:103) سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿٢٦﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ جلد ہی میں اسے دوزخ میں داخل کروں گا اور تمہیں کس نے خبر دی کہ وہ دوزخ کیا ہے (المدثر:26,27) وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿٤﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٥﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا انہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھوا رکھا ہے پس وہی اس کو صبح شام پڑھ کر سنائی جاتی ہیں آپ کہہ دیں اس کو نازل کیا ہے اس نے جو آسمانوں اور زمین کے راز جانتا ہے یقیناً وہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔(الفرقان:4.6)

سوال 3: وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ''اور تا کہ ہم اسے ان لوگوں کے لیے واضح کر دیں جو علم رکھتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی ہم ان لوگوں پر حق واضح کر دیں جو اس کا علم رکھتے ہیں کیونکہ جاہل قرآن حکیم کی آیات کو نہ سمجھتے ہیں نہ اس سے نفع اٹھاتے ہیں۔(تفسیر منیر)

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (106)

آپ اسی کا پیچھا کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جا رہی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔(106)

سوال 1: اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ''آپ اسی کا پیچھا کریں جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر وحی کی جا رہی ہے'' حق کی دعوت کے نتیجے میں دو گروہوں میں بٹنے والے لوگوں کے لئے کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

جواب:《1》آپ ﷺ اور ایمان والوں سے کہا گیا کہ آپ وحی کی پیروی کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ وحی حق ہے اور اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔《2》مشرکین کو ایک طرف چھوڑ دیں اور ان سے اعراض کریں۔

سوال 2: اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ''آپ اسی کا پیچھا کریں جو آپ پر وحی کی جا رہی ہے'' وحی کی پیروی کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:﴿1﴾وحی کی پیروی سے مراد وحی کی ہدایات کی پیروی ہے۔﴿2﴾اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے والا ہی ہر ہدایت پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔اس اعتبار سے وحی کی پیروی سے مراد سپردگی ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردو۔﴿3﴾وحی کی پیروی سے مراد یہ ہے کہ اپنی زندگی وحی کے مطابق ڈھالنے کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کی زندگی اس کے مطابق درست کریں۔

سوال3:لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ''اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' سے یہاں کیا سمجھنا مطلوب ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہونے کا حق نہیں رکھتا اس لیے آپ پر لازم ہے کہ اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے اور رات کو سکون بنانے والا اور سورج اور چاند کو اپنے حساب سے چلانے والا ہے۔(جامع البیان:323/7)

سوال4:وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ''اور آپ مشرکوں سے کنارہ کشی اختیار کریں''مشرکین سے منہ موڑنے کے لئے کیوں کہا گیا؟

جواب:﴿1﴾مشرک دعوت حق کا انکار کرتے ہیں اور اپنے انکار کو ثابت کرنے کے لئے طرح طرح کی باتیں نکالتے ہیں۔ایسے موقع پر دعوت دینے والے کے دل میں خیال آتا ہے کہ وہ دعوت کا انداز بدل دے تا کہ وہ دعوت ان لوگوں کے لئے قابل قبول بن جائے اس طرح اصل دعوت بدل جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے دعوت کے انداز بدلنے کی بجائے حکم یہ دیا ہے کہ ان سے تعلقات ہی بدل ڈالو۔ان سے منہ موڑ لو۔﴿2﴾مشرکوں کو بس معاف کردو اور ان کی ایذا برداشت کرلو۔عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ بعد میں یہ حکم اس آیت سے منسوخ کردیا گیا اقتلوا المشرکین۔۔۔۔(جامع البیان:323/7)

وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكُوۡا ؕ وَمَا جَعَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ (107)

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا اور نہ ہی آپ اُن پر کوئی نگہبان ہیں۔(107)

سوال1:وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكُوۡا ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ لوگ شرک نہ کرتے''مشرکین کو راہ راست پر لانے کے لئے دعوت دینے والے کو کیا سمجھایا گیا؟

جواب:﴿1﴾اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔﴿2﴾تمہیں مشرکوں پر نگران نہیں بنایا گیا۔﴿3﴾تمہیں مشرکوں پر مختار نہیں بنایا گیا۔﴿4﴾ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو ہدایت کے لیے جمع کردیتا۔(جامع

البیان:323/7)《5》شرک بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

سوال 2:وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ’’اور ہم نے آپ کو ان پر نگہبان نہیں بنایا‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:مشرکوں ہی کی فکر کرتے رہنا داعی کے لئے مناسب نہیں اسی لئے اعراض کا حکم دیا گیا۔《1》ایک دعوت دینے والا جب اپنی سرگرمیوں کو انحراف کرنے والوں کے لئے وقف کر دیتا ہے تو وہ یہ بھول جاتا ہے کہ دعوت کے لئے ان کے دل نہیں کھلے۔اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے پاس ان لوگوں کے لئے وقت

نہیں بچتا جو ایمان لاتے ہیں یا پھر کم رہ جاتا ہے اس لئے اعراض کا حکم دیا گیا۔《2》یعنی آپ کو ان کے اعمال کے لیے نگران نہیں بنایا گیا کہ آپ انہیں ان کے جرائم پر پکڑیں۔(الاساس:1738/3)《3》ہم نے آپ کو لوگوں کے اقوال وافعال،ان کی روزیوں اور دیگر کاموں پر نگران نہیں بنایا۔آپ کے ذمے تبلیغ ہے۔فَذَكِّرْ ۗ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ؕ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ پس آپ نصیحت کریں یقیناً آپ نصیحت کرنے والے ہیں آپ ان پر کوئی مسلط کیے ہوئے نہیں ہیں۔(الغاشیہ:21,22)وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور جس کی ہم انہیں دھمکی دے رہے ہیں اگر اس کا کچھ حصہ ہم آپ کو دکھا دیں یا واقعتاً ہم آپ کو اٹھا لیں تو بلاشبہ آپ کے ذمے تو صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔(الرعد:40)

سوال3:وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ’’اور نہ ہی آپ اُن پر کوئی نگہبان ہیں‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》یعنی آپ ان کے رزق پر نگران نہیں ہو اور نہ ایسے امور کے جن کی حفاظت کے لیے آپ کو مامور نہیں کیا گیا۔(جامع البیان:323/7)《2》لوگوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے آپ ان کے امور کا پیچھا کرنے کے لیے نگران نہیں ہو۔《3》اللہ تعالیٰ سے اس کے افعال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا البتہ بندوں سے ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا اور نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری نہیں تھی کہ وہ انسانوں کے اعمال واقوال کا ریکارڈ رکھتے،اور نہ ہی وہ ان کی روزی اور دیگر امور کے ذمہ دار تھے ان کا کام تو اللہ تعالیٰ کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچا دینا تھا،سو انہوں نے بدرجہ اتم انجام دیا۔(تیسیر الرحمٰن:424,425/1)

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(108)

اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں برا بھلا نہ کہو کہ وہ بھی بغیر علم کے حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہیں گے اسی

طرح ہم نے ہر گروہ کے لئے اس کا عمل خوش نما بنا دیا ہے، پھر انہیں اپنے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے تو وہ اُنہیں بتا دے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔(108)

سوال1: وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا جن کو پکارتے ہیں اُنہیں برا بھلا نہ کہو کہ وہ بھی بغیر علم کے حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہیں گے''اس بات سے کیوں روکا گیا کہ مشرکوں کے خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہو؟

جواب:《1》دعوت کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑا جائے جس وقت ایک داعی بدکلامی کرتا ہے تو اُس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ مشتعل ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کو برا بھلا کہتے ہیں اور دعوت اور قبولیت کا معاملہ بیچ میں ہی رہ جاتا ہے اس لئے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی انھیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔《2》اس آیت کریمہ میں مومنوں کو اللہ کے ساتھ غایت تأدب کی تعلیم دی گئی ہے۔(تیسیر الرحمٰن:425/1)《3》وہ ظلم وزیادتی سے بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہیں گے اگر وہ اللہ تعالیٰ کے جلال وکمال کو جانتے تو گالی نہ دیتے۔(ایسر التفاسیر:414)

سوال2: كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ''اسی طرح ہم نے ہر گروہ کے لئے اس کا عمل خوش نما بنا دیا ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس طرح پیدا کیا ہے کہ ہر شخص جو عمل کرتا ہے اسے اچھا سمجھ کر کرتا ہے۔ اگر وہ اچھا عمل کرتا ہے تو اسے بھی اچھا سمجھتا ہے اور بُرا عمل کرتا ہے تو اسے بھی اچھا سمجھتا ہے کیونکہ وہ سارے اعمال کو دنیا تک ہی محدود سمجھ لیتا ہے اس لئے یہ رائے قائم کرنی آسان ہو جاتی ہے۔《2》اللہ تعالیٰ ہر امت کے خیر وشر کو ان کے لیے مزین کر دیتے ہیں۔

سوال3: ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ''پھر انہیں اپنے رب کی طرف ہی پلٹنا ہے تو وہ اُنہیں بتا دے گا جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اُن کے اعمال کے بارے میں متنبہ کیا ہے کہ ان اعمال کو دنیا کا معاملہ نہ سمجھو لوٹ کر رب کے پاس جانا ہے پھر وہ تمہیں بتائے تاکہ تم کیسے عمل کرتے تھے۔؟ اس لئے کل آنے سے پہلے آج ہی فکر کر لو کیسا عمل کر رہے ہو۔ عمل کر رہے ہو۔

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ(109)

اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے گی تو وہ ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے آپ کہہ دیں یقیناً نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اور تمہیں کیا خبر کہ جب نشانیاں آجائیں گی تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔(109)

سوال1: وَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ لَئِنۡ جَآءَتۡہُمۡ اٰیَۃٌ لَّیُؤۡمِنُنَّ بِہَا ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی پختہ قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئے گی تو وہ ضرور بہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب:《1》محمد رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے مشرک قسمیں کھاتے تھے کہ اگر محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت پر دلالت کرنے والی نشانی آگئی تو وہ ضرور ایمان لے آئیں گے۔《2》وہ ایمان لانے کے لیے یہ بات نہیں کہتے تھے۔ان کا مقصد تو آیات کو، ہدایت کو ٹھکرانا تھا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے معجزات اور دلائل سے آپ ﷺ کی تائید فرمائی لیکن معجزات آنے کے بعد لوگ ایمان نہیں لایا کرتے۔

سوال2: جو انسان دلیل سے نہیں مانتا وہ نشانیوں اور معجزات پر ایمان لانے کی یقین دہانی کیوں کرواتا ہے؟

جواب: دلیل سے نہ ماننے والے کے پاس اپنے دین پر برقرار رہنے کے لئے آخری ہتھیار یہی ہوتا ہے کہ کوئی معجزہ لے آؤ تو مان لیں گے۔یہ بات ماننے کے لئے نہیں انکار کے جواز کے لئے کی جاتی ہے کہ نہ معجزات آئیں کہ ہمیں دعوت دی جائے۔

سوال3: انسان دلیل سے کب نہیں مانتے؟

جواب:《1》انسان دلیل کی بات اس لئے نہیں مانتے جب وہ بات کو صحیح رُخ سے دیکھنے کی بجائے اسے الٹے رخ سے دیکھتے ہیں۔《2》انسان اس وقت دلیل کی بات نہیں مانتا جب وہ دلیل کو رد کرنے کے لئے کچھ الفاظ پالیتا ہے۔

سوال4: قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰیٰتُ عِنۡدَ اللّٰہِ '' آپ کہہ دیں یقیناً نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں'' یہ کہہ کر کیا سمجھایا گیا ہے؟

جواب:《1》معجزات بھیجنا یا نہ بھیجنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔《2》معجزات بھیجنے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے پاس ہے یہ کہہ کر توجہ دلائی گئی ہے کہ داعی کا کام معجزات کے ذریعے سے حق کی دعوت دینا نہیں ہے بلکہ دلیل کے ذریعے مدعو کو قائل کرنا ہے اس لئے داعی کو اپنے کام کی فکر کرنی چاہیے۔

سوال5: وَمَا یُشۡعِرُکُمۡ ۙ اَنَّہَاۤ اِذَا جَآءَتۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ '' اور تمہیں کیا خبر کہ جب نشانیاں آجائیں گی تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے'' وضاحت کریں۔

جواب: وہ دل جو اللہ تعالیٰ کی آیات سے کائنات کے نشانات سے حق کو تسلیم نہیں کرتا اور اپنے رب کی طرف دوڑ کر نہیں آتا وہ لاعلاج ہے۔ایسے دلوں کے بارے میں

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے وہ یوں ہی اپنی سرکشی میں غرق رہیں، یہ ان کے جھٹلانے کا بدلہ ہے۔اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ یہ لوگ معجزات آنے کے بعد ایمان لانے والے بنیں

وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ (110)

اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔(110)

سوال 1: وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ ’’اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے‘‘ کی وضاحت کریں؟

جواب: یعنی جب ان پر حجت قائم ہوگئی اور وہ ایمان نہیں لائے تو ہم انہیں عذاب دیں گے اور ان کے دلوں کو حق سے پھیر کر خود ان کے اور ایمان کے درمیان حائل ہو جائیں گے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نہیں دیں گے۔

سوال 2: وَّنَذَرُهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ’’اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے‘‘ اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں کو سرکشی میں بھٹکتا ہوا کیوں چھوڑ دیتے ہیں۔؟

جواب:《1》جو لوگ سرکشی کی نفسیات رکھتے ہیں ہر حال میں اپنے آپ کو اونچا کر کے رکھنا چاہتے ہیں جب کہ دعوت دینے والا ابتدا میں جب حق کا پیغام دیتا ہے تو اپنے ماحول میں اجنبی ہوتا ہے۔اس کا ساتھ دینا دراصل اپنے آپ کو اس مقام اور مرتبے سے گزارنا ہے اس لئے سرکشی کی نفسیات رکھنے والے لوگ اس کو قبول نہیں کر پاتے۔اللہ تعالیٰ اس کیفیت کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ ان کا انکار نہیں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنی سرکشی کے سپرد کر دیے جائیں اور کبھی حق قبول نہ کر پائیں۔

《2》جب انسان ہر بات کو صحیح رخ سے دیکھنے کی بجائے غلط رخ سے دیکھتا ہے تو انکار کے لیے راستہ نکال لیتا ہے یہ راستہ دلوں کے پھرنے اور نگاہوں کے پھر جانے کا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ابتدا انسان کی طرف سے ہوتی ہے وہ دل سے پھرنا چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل کو حق سے پھیر دیتے ہیں۔وہ نگاہیں ہٹا دینا چاہتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی نگاہوں کو پھیر دیتے ہیں پھر لوگ اسی طرح ایمان نہیں لاتے جیسے پہلی بار ایمان نہیں لاتے تھے۔اس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتے ہیں۔